نماز کے اوقات

نمازِ مغرب کا وقت کب سے کب تک ہے:

سوال: مغرب کا وقت رمضان شریف وغیرہ میں بمجرد غروب آفتاب کے ہوجاتا ہے، یا نصف آسمان تک اندھیرا ضروری ہے؟

الجواب

وقت نماز مغرب کا ہمیشہ مجرد غروب شمس سے ہوتا ہے۔ (۱)

(۱) عن سلمة بن الأكوع أنن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى المغرب إذا غربت الشمس وتوارت الحجاب. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلوٰة، باب بيان أن أول وقت المغرب عند غروب الشمس (ح:٦٣٦)/سنن الترمذى (ح:١٦٤)/ سنن ابن ماجة، كتاب الصلوٰة (ح:٦٨٨)

وفى صحيح البخارى كتاب مواقيت الصلوٰة، باب وقت المغرب (ح: ٥٦١) بلفظ: كنا نصلى مع النبى صلى الله عليه وسلم المغرب إذا توارت بالحجاب. انيس)

مغرب کا وقت:

احتیاطاً مغرب کی نماز سرخی ختم ہونے سے پہلے پڑھ لے اور اس کے بعد اس سرخی کی جگہ جو سفیدی ظاہر ہوتی ہے اور کچھ دیر بعد ختم ہو جاتی ہے اس سفیدی کے غائب ہونے کے بعد عشا کی نماز پڑھے۔ (عالمگیری: ۵۱/۱)

یہ سفیدی سرخی کے ۱۲ منٹ بعد تک (عام طور پر ہندوستان میں) رہتی ہے۔ ہر زمانہ میں مغرب کی نماز جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ (عالمگیری)

اذان کے بعد تین آیتیں پڑھی جانے کی مقدار دیر کرکے اقامت کہی جائے اذان کے فوراً بعد اقامت کہنا مکروہِ تنزیہی ہے۔ (عالمگیری)

بعد اذان اس کی دعاء ماثورہ پڑھ کر اذان کی جگہ سے اقامت کی جگہ، مؤذن آجائے پھر اقامت کہی جائے، یہی کافی ہے یعنی تقریباً نصف منٹ۔

نماز مغرب اتنی تاخیر سے پڑھنا کہ اس درمیان دو رکعت نماز پڑھی جاسکے یا ستارے جگمگانے لگیں یعنی چھوٹے بڑے ہر قسم کے تارے نظر آنے لگیں مکروہ تنزیہی ہے۔ (شامی: ۲۴۶/۱)

اس سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (شامی: ۲۴۷/۱)

کسی عذر مثلاً سفر یا مرض یا بادل کی وجہ سے اس قدر تاخیر ہو تو مکروہ نہیں ہے، (درمختار بر شامی: ۲۴۶/۱)

بادل کے دن اتنی تاخیر سے پڑھے کہ وقت ہونے کا یقین ہوجائے۔ (شامی: ۲۴۷/۱)

افطار کی وجہ سے مغرب میں کچھ دیر کرنا جائز ہے اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اطمینان سے روزہ افطار کرکے اور پانی پی کر اور کچھ کھا کر جو موجود ہو نماز پڑھنی چاہئے۔ ۱۵، ۲۰ منٹ تاخیر کی اجازت ہے۔ (طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل، ۱۷۵-۱۷۶ (انیس)

اور روزہ کے افطار کا وقت رمضان شریف وغیرہ میں بھی مجرد غروب شمس سے ہوجاتا ہے۔

درمختار کتاب الصوم میں ہے:

”ھو إمساک عن المفطرات،الخ،فی وقت مخصوص وھو الیوم،(درمختار)أی الیوم الشرعی من طلوع الفجر إلی الغروب،الخ،والمراد بالغروب زمان غیبوبة جرم الشمس بحیث تظھر الظلمة فی جھة الشرق،الخ.(ردالمحتار: ۲/ ۸۰)(۱)(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/ ۳۵)

سورج کے صرف پہاڑ کی اوٹ میں چلے جانے سے غروب متحقق نہیں ہوگا:

سوال: اس علاقہ میں آبادی سے سات آٹھ میل دور مغرب میں ایک پہاڑ ہے، سورج جب اس پہاڑ کے پیچھے چھپ جاتا ہے، تو پندرہ بیس منٹ بعد مشرق میں رات ظاہر ہوتی ہے، آیا جب رات ہوتی ہے تو اس وقت صحیح وقت ہوتا ہے یا مغرب کا وقت پہاڑ کے پیچھے سورج چھپ جانے سے شروع ہوجاتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں صرف سورج کے پہاڑ کی اوٹ میں آجانے سے نماز مغرب یا افطار کا وقت شروع نہیں ہوگا، بلکہ اس کے بعد جب مشرق کی طرف سے سیاہی اور اندھیرا پھیلنا شروع ہوجائے، اس وقت غروب شمس کا تحقق ہوگا اور اس وقت سے نماز مغرب کے وقت کی ابتدا سمجھی جائے گی۔

لہٰذا اگر مذکورہ وقت سے قبل مغرب کی نماز پڑھ لی گئی، تو وہ ادا نہیں ہوئی دوبارہ پڑھنی چاہئے۔

کما یظھر من الشامی: ۲/ ۱۱۰: والمراد بالغروب زمان غیبوبة جرم الشمس بحیث تظھر الظلمة فی جھة الشرق،قال علیه السلام:إذا أقبل اللیل من ھھنا،الخ،أی إذا وجدت الظلمة حسًا فی جھة المشرق،آہ.وأیضًا ھکذا یظھر من کلام الحافظ فی شرح قوله علیه الصلوٰة والسلام: إذا أقبل اللیل من ھھنا وأدبر النھار من ھھنا وغابت الشمس فقد أفطر الصائم.(۲) فقط واللّٰه أعلم

بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان۔

الجواب صحیح: بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء۔۳/ ۲/ ۱۳۷۹ھ (خیر الفتاویٰ:۲/ ۱۸۵-۱۸۶)

---

(۱) رد المحتار، کتاب الصوم:۲/ ۱۱۰/صفحات کا یہ حوالہ شامی مطبوعہ ”مجتبائی دہلی“ کا ہے اور حاشیہ میں شامی مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ دارالخلافتہ کا۔ ظفیر

(۲) عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم :إذا أقبل اللیل من ھھنا وأدبر النھار من ھٰھنا وغربت الشمس فقد أفطر الصائم. (الصحیح للبخاری، باب متی یحل فطر الصائم (ح:۱۹۵٤)انیس)

طریق معرفت وقت مغرب:

سوال: جب بادل نہ ہوتو سورج غروب ہونے کے بعد بہت تھوڑی دیر تک ایک صاف روشنی (اجالا) رہتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ سورج ابھی غروب ہوا ہے، سنا ہے کہ گرمیوں میں تو یہاں سورج غروب ہونے کے بعد گھنٹوں تک ایسا اجالا رہتا ہے، جیسے دن ہو، تو آیا اس حالت میں مغرب کی نماز کا وقت اس حد تک رہے گا، جب تک دھندلے کے آثار ظاہر نہ ہوں۔ سورج غروب ہونے کے بعد کس حد معین تک وقت شمار کیا جائے گا، اور عشا کا وقت کس لحاظ سے شمار ہوگا۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد گھنٹوں کے خیال سے یا اجالے کے زائل ہونے کے بعد؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ

اول یہ سمجھئے کہ غروب آفتاب اور ابتداء وقت عشا میں اتنا فصل ہوتا ہے جتنا طلوع صبح صادق اور طلوع آفتاب میں، اب میں صبح صادق کا قاعدہ بتلاتا ہوں، اس کو بھی دیکھنا پڑے گا۔ قاعدہ اکثر یہ ہے کہ قمری مہینہ کی ۲۶/ شب کو طلوع قمر کے ساتھ صبح صادق ہوتی ہے۔ اسی طرح ۱۲/ شب کو غروب کے ساتھ صبح صادق ہوتی ہے۔ ان دوشبوں میں سے جس شب میں دل چاہے صبح صادق کا وقت دیکھ کر گھڑی سے طلوع شمس تک کا فاصلہ دیکھ لیجئے، اتنا ہی فاصلہ اس روز غروب شمس اور ابتداء وقت عشا میں ہوگا، اس کو بھی ہر مہینہ میں دیکھ کر ضبط کر لیجئے۔ اور اس قاعدہ سے جو اوقات منضبط ہوں ان میں تھوڑی سی احتیاط کر لیجئے۔ یعنی عصر (۱) بھی اور عشا بھی عین اول وقت سے دس پندرہ منٹ بعد میں پڑھ لیا کیجئے اور روزہ میں اسی قدر پہلے سحری چھوڑ دیجئے اور بارہویں اور چھبیسویں شب سے مراد وہ ہے جس کی صبح کو بارہویں اور چھبیسویں تاریخ ہوتی ہے۔ میں نے بہت آسان کر کے لکھ دیا ہے، پھر بھی ذرا غور سے پڑھ لیجئے۔

(تتمہ خامسہ، ص: ۴۲۰) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۵۴)

علامت غروب:

سوال: عام طور پر مشہور ہے کہ جب مشرق کی طرف افق پر سیاہی آجاتی ہے تو اس کو غروب آفتاب کی علامت سمجھا جاتا ہے، حالانکہ مشاہدہ سے ثابت ہوا کہ غروب آفتاب سے کچھ قبل ہی مشرق کی طرف سیاہی نظر آنے لگتی ہے، اس کے بارے میں تحقیق کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

غروب آفتاب کی یہ علامت حدیث میں بھی مذکور ہے۔

(۱) اصل میں یہی ہے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کتابت کی غلطی ہو، صحیح یہ ہے کہ یہاں ''مغرب'' ہونا چاہیے۔ انیس

"إذا اقبل الليل من ھٰھنا". (الحديث)(۱)

اس کی شرح میں حضرت گنگوہی قدس سرہ فرماتے ہیں:

والعبرة إنما ھو لارتفاع الظلام من المشرق إلیٰ حيث يواری رأس الرائی. (لامع الدراری، ص: ۳۸۱)

یعنی مشرق کی جانب ظلمت کا محض ظہور کافی نہیں، بلکہ یہ شرط ہے کہ افق سے بلند ہوکر قامت رائی (۲) سے برابر ہوجائے۔ بندہ نے ایک اور عالم کو بھی ساتھ لیکر اس کا مشاہدہ کیا، تو اس کو بالکل صحیح پایا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۲/رمضان ۱۳۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ج ۲ ص ۱۴۵، ۱۴۶)

غروب الشمس اور خیط الأسود والأبیض کا صحیح مصداق:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

(۱) ایک شخص کہتا ہے کہ مغرب کا وقت سورج غروب ہوتے ہی شروع ہوجاتا ہے، جس کی علامت یہ ہے کہ مشرق کی جانب آسمان کے کنارے پر سیاہی اٹھنی شروع ہوجائے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ مغرب کی جانب آسمان پر سرخی آجانا سورج غروب ہونے کی علامت ہے۔ صحیح صورت کیا ہے؟

(۲) سحری کا وقت ختم ہونے اور فجر کا وقت شروع ہونے کی علامت یعنی "خیط الأسود اور خیط الأبیض کے بارے میں ایک شخص کہتا ہے کہ "خیط الأسود والأبیض" بھی مشرق کی جانب آسمان کے کنارے پر سیاہی کے نیچے کی سفیدی کے اٹھنے کو کہتے ہیں اور یہ بھی مشرق کی جانب سے نمودار ہوتی ہے۔ دوسرا شخص کہتا ہے کہ خیط الأبیض تمام آسمان پر ہوتا ہے اس کی بھی صحیح صورت کیا ہے اور کس طرف دیکھنا چاہئے؟

(۳) مغرب کا وقت شروع ہونے سے عشا کے وقت شروع ہونے تک گھڑی کے حساب سے کتنا وقفہ ہونا چاہئے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد ایوب خان محلّہ شیام گنج مردان......۱۰/صفر/۱۳۹۲ھ)

---

(۱) عن عاصم بن عمر بن الخطاب عن أبيه رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إذا اقبل الليل من ھھنا وأدبر النھار من ھھنا وغربت الشمس فقد أفطر الصائم. (الصحيح للبخاری، باب متی يحل فطر الصائم، كتاب الصوم (ح: ۱۹۵٤)/مسند الحميدی، أحاديث عمر بن الخطاب (ح: ۲۰)/مسند البزار، عاصم بن عمر عن أبيه (ح: ۲٦۰)/مستخرج أبی عوانة، باب الدليل علی أن الصائم إذا واصل كان (ح: ۲۸۰۳)/ المسند المستخرج علی صحيح مسلم لأبی نعيم، باب فی الحث علی تعجيل الفطر (ح: ۲٤۷۲) انيس)

(۲) یعنی دیکھنے والے کے برابر۔ انیس

الجواب

(۱-۲)　فقہ اور حدیث کی رو سے پہلے شخص کا قول درست ہے۔(۱)

(۳)　کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ وقفہ کرنا چاہئے۔(۲) وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۱۴۴-۱۴۵)

شرعی رات کی تحقیق:

سوال: شامی کتاب الصوم: ۲/۸۸، میں ہے کہ النہار الشرعی صبح صادق سے غروب تک ہے باقی رات ہے، بخلاف عرفی نہار کے۔ یہاں رات شرعی مراد ہے یا عرفی؟

الجواب

غروب کے ساتھ ہی شرعی رات شروع ہو جاتی ہے۔

لقوله تعالیٰ: ﴿ أَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ ﴾. (سورة البقرة: ۱۸۷)(۳)

ولما فی رد المحتار: والمراد بالغروب زمان غيبوبة جرم الشمس بحيث تظهر الظلمة فی جهة الشرق قال صلى اللّٰه عليه وسلم: "إذا أقبل الليل من ههُنا فقد أفطر الصائم" أی إذا وجدت الظلمة حسًّا فی جهة المشرق فقد ظهر وقت الفطر أو صار مفطرًا فی الحكم، لأن الليل ليس ظرفا للصوم. (ردالمحتار: ۲/۸۰، أول كتاب الصوم)(۴) **واللّٰه أعلم**

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ ۔ ۲۳/۱/۱۳۹۷ھ۔ (فتویٰ نمبر: ۲۸/۱۵۳-الف) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۹۳)

---

(۱)　قال العلامة ابن الهمام: (أول المغرب حين تغرب الشمس وآخره حين يغيب الشفق وما رواه) من امامة جبريل عليه السلام فی اليومين فی وقت واحد (كان للتحرز عن الكراهة) لأن تأخير المغرب الیٰ آخر الوقت مكروه (ثم) اختلف العلماء فی (الشفق) فقال أبو حنيفة رحمه اللّٰه (هو البياض فی الأفق بعد الحمرة). (فتح القدير، باب المواقيت: ۱/۱۹۵)

قال ابن الهمام: وأول وقتها اذا طلع الفجر الثانی أی الفجر الصادق وهو البياض المعترض فی الأفق واحترز به عن الفجر الكاذب وهو البياض الذی يبدو فی السماء ويعقبه ظلام و تسمی العرب ذنب السرحان. (فتح القدير، باب المواقيت: ۱/۱۹۲)

(۲)　قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فی ديارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن: ج۲ ص ۱۰، باب مواقيت الصلاة)

(۳)　أی أديموا الإمساك عن المباشرة والأكل والشرب فی جميع أجزاء النهار إلى غاية الليل وهو دخول الليل وذاك بغروب الشمس والإتمام أداءه على التمام. (روح المعانی، تفسير سورة البقرة: ۱/۳۰۰. انيس)

(۴)　ردالمحتار: ۲/۳۷۱ (طبع ایچ، ایم سعید) محمد زبیر حق نواز

ابتداءِ وقت مغرب:

سوال: اول وقت مغرب کا غروب شمس سے شروع ہوتا ہے یا کب، اس بارے میں قول فیصل کیا ہے؟

الجواب

اول وقت مغرب غروب شمس کے بعد شروع ہوجاتا ہے باتفاق۔

كما نقل فى السوال من الدلائل وهذا لاخفاء فيه ولاخلاف. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۵۳-۵۴)

وقت نماز مغرب:

سوال: آیا بمجرد ظلمت شرقی وقت مغرب می شود یا بہ زوال حمرت شرقی ودر بلاد مایاں بہ فاصلہ شش کردہ جبل از جانب مغرب بلند واقع است پس در ینجا چگونہ وقت مغرب متحقق شود۔ (۲)

الجواب

وقت مغرب بغروب آفتاب شروع می شود، وبمجرد غروب ظلمت شرقی محسوس می شود، وبر ہمیں مدار افطار روزہ ونماز مغرب از شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت شدہ است، ونقشہ طلوع وغروب کہ مجرب اکثر بلاد است باید داشت ہرگاہ موافق آں نقشہ غروب معلوم شود، وآثار آں مثل ظلمت شرقی محسوس شود نماز مغرب ادا باید کرد، وانتظار زوال حمرۃ نباید کرد۔ (۳) (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۴۹)

---

(۱) عن سلمة بن الأكوع رضى الله عنه: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلى المغرب إذا غربت الشمس وتوارت بالحجاب. (الصحيح للبخارى، كتاب مواقيت الصلوٰة (ح: ٥٦١)/الصحيح لمسلم، كتاب المساجدومواقيت الصلاة (ح: ٦٣٦) انيس)

(و) وقت (المغرب منه) أى بعد الغروب (إلىٰ) غروب (الشفق). (الدرالمختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلوٰة، مطلب فى الصلاة الوسطىٰ: ١/٣٣٤، ظفير)

(۲) ترجمہ سوال: کیا مغرب کا وقت محض مشرق میں تاریکی کی بناپر ہوتا ہے، یا مشرق کی سرخی دور ہونے پر، اور ہمارے اس علاقہ میں جو مغربی جانب سے چھ پہاڑ کے برابر بلند واقع ہے، تو اس جگہ مغرب کا وقت کس طرح متحقق ہوگا؟ انیس

(۲) ترجمہ جواب: مغرب کا وقت غروب آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور محض آفتاب کے غروب ہونے سے مشرقی تاریکی محسوس ہوتی ہے، اور اسی پر روزہ افطار اور نماز مغرب کا مدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور طلوع وغروب کا نقشہ جس کا اکثر شہروں میں تجربہ ہو چکا ہے اس کو رکھنا چاہئے، اس نقشہ کے موافق جب غروب معلوم ہوجائے اور اس کی علامات مثلاً مشرقی تاریکی محسوس ہوجائے تو مغرب کی نماز ادا کرنی چاہئے اور سرخی کے ختم ہونے کا انتظار نہ کرنا چاہئے۔ جیسا کہ غنية المستملى کی عبارت سے واضح ہے۔ (كذافى البخارى (ح: ٥٦١)/الصحيح لمسلم (ح: ٦٣٦) انيس)

وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس بالإجماع. (غنية المستملى: ٢٢٦، ظفير مفتاحى)

مغرب کا وقت:

سوال: غروب آفتاب کے بعد کب تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے؟ (عبداللہ، ٹولی چوکی)

الجواب ــــــــــــــــــ

سورج ڈوبنے کے بعد آسمان کے کنارہ پر سرخی سی چھائی رہتی ہے، اس کے ختم ہونے کے بعد سفیدی آتی ہے، اس کو "شفق" کہتے ہیں، جب تک شفق ڈوب نہ جائے مغرب کا وقت باقی رہتا ہے۔(۱)

کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ جب تک شفق ڈوب نہ جائے؛ مغرب کا وقت باقی رہتا ہے۔

"وقت المغرب مالم يغب الشفق".(۲)

صحیح وقت کا اندازہ کرنے کے لئے آپ مطبوعہ اوقات نماز، چارٹ یا ایسے کیلنڈر سے رجوع کریں؛ جس میں اوقات نماز کی صراحت کی گئی ہو، بلکہ اب تو بعض اخبارات بھی اوقات نماز شائع کرتے ہیں، ان کی رہنمائی پر عمل کر لینا کافی ہے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۲/۱۲۰)

وقتِ مغرب کی توضیح:

سوال: مغرب کی نماز کا وقت سورج کے غروب ہونے کے بعد فوراً شروع ہوجاتا ہے، یا کچھ دیر بعد شروع ہوتا ہے، اور کب تک رہتا ہے؟ غفلت کر کے نماز کے وقت کو باطل کر دیا، تو اب نماز ادا ہوگی یا قضا؟

الجواب ــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

سورج غروب ہوتے ہی فوراً مغرب کا وقت شروع ہوجاتا ہے،(۳) جب بادل ہو تو کسی قدر احتیاط کر لی جائے، تاکہ غروب کا یقین ہوجائے۔(۴)

غروب کے بعد مغرب کی جانب کچھ دیر تک آسمان پر سرخی رہتی ہے، پھر کچھ دیر تک سفیدی رہتی ہے، مغرب کی نماز

---

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع : ۱/۳۲۰۔

(۲) الصحيح لمسلم ،باب أوقات الصلوات الخمس،ح: ۶۱۲/مسند الإمام أحمد،مسندعبدالله بن عمرو بن العاص (ح:۷۰۷۷)انیس

(۳) الصحیح للبخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ (ح:۵۶۱)انیس

(۴) " وفي يوم الغيم المستحب تأخير الفجر والظهر والمغرب ويؤخر المغرب لكيلايقع قبل غروب الشمس". (المبسوط،باب مواقيت الصلوٰة: ۱/۳۰۰ ،المكتبة الغفارية، كوئٹه)وكذافي ذخيرة العقبى في شرح صدر الشريعة العظمىٰ، كتاب الصلوٰة: ۷۴،نول كشور لكناؤ.انیس)

کا وقت سفیدی ختم ہونے پر ختم ہو جاتا ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ سرخی ختم ہونے سے پہلے ہی نماز مغرب سے فراغت کر لی جائے۔(۱)

دیر کرنے سے نماز مکروہ ہوگی، قضا ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے۔(۲)

نماز کو قضا کرنا، وقت پر ادانہ کرنا کبیرہ گناہ ہے، اس پر سخت وعید آئی ہے۔ **كذا في الزواجر عن اقتراف الكبائر.** (۳) **فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم بالصواب**

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۳۴۴-۳۴۵)

لندن میں اوقات نماز (خصوصاً مغرب):

سوال: جس جگہ تین بجے دن نکلے اور نو بجے دن چھپے یعنی لندن میں ایسا وقت ہے تو اس حساب سے ۱۸/ گھنٹہ کا دن اور ۶/ گھنٹہ کی رات ہوتی ہے تو نماز مغرب بعد غروب ہی پڑھے یا کہ بارہ گھنٹہ کے حساب سے پڑھی جاوے اور اسی طرح عشا کی نماز کس طرح پر اور کس وقت پڑھی جاوے۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــ

نمازِ مغرب بعد غروب کے پڑھے، (۴) اسی طرح سب نمازیں وہاں کے حساب سے پڑھے۔(۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔ (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۲/۴۴)

---

(۱) "ووقت المغرب منه إلٰى غيبوبة الشفق و هو الحمرة عندهما، وبه يفتىٰ، هكذا في شرح الوقاية، وعند أبي حنيفة الشفق هو البياض الذي يلي الحمرة، هكذا في القدوري، وقولهما أوسع للناس، وقول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أحوط". (الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلوٰة، الفصل الأول في أوقات الصلوٰة: ۱/ ۵۲، ۵۳، رشيدية)

(۲) "ويكره تأخيرها إلٰى اشتباك النجوم لرواية أحمد: "لاتزال أمتي بخير ما لم يؤخروا المغرب حتى تشتبك النجوم". (البحر الرائق، كتاب الصلوٰة: ۱/ ۴۳۱، رشيدية)

(۳) "قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ، فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا، اِلَّا مَنْ تَابَ﴾. (سورة مريم: ۵۹)

قال ابن مسعود رضي اللّٰه تعالىٰ عنه: ليس معنى "أضاعوها" تركوها بالكلية، ولكن أخروها من أوقاتها".

(تنبيهات) "منها: عد ما ذكر من أن كلاً من ترك الصلوٰة وتقديمها علىٰ وقتها وتأخيرها عنه بلاعذر كبيرة". (الزواجر عن اقتراف الكبائر لابن حجر المكي الهيثمي: ۱/ ۱۳۳، ۱۳۷، بحث: الكبيرة السابعة والسبعون، تأخير الصلوٰة عن وقتها، دار المعرفة، بيروت)

(۴) الصحيح للبخاري، كتاب مواقيت الصلوٰة، باب وقت المغرب (ح: ۵۶۱) کے حوالہ سے حدیث گذر چکی ہے۔ انیس

(۵) ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾. (سورة النساء: ۱۰۳- انيس)

سورج غروب نہ ہونے کی حالت میں نماز کا حکم:

سوال: بعض اوقات مغرب کی جانب سفر کرتے وقت سورج غروب ہوتا نظر نہیں آتا، ایسی حالت یا ایسے ممالک میں جہاں پر سورج غروب نہیں ہوتا، نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب

جہاں پر سورج کے غروب نہ ہونے کی وجہ سے رات ودن کا امتیاز ناممکن ہو تو قریبی ممالک کے اوقات کو اعتبار دے کر چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازوں کا اہتمام کرنا ضروری ہے، تاہم اگر کہیں سفر کی حالت میں وقت ممتد نہ ہو، لیکن سورج کا غروب ممکن ہو تو پھر سورج کے غروب میں تاخیر سے نماز کے اوقات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

قال الحصكفي: (وفاقد وقتهما) كبلغار، فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق في أربعينية الشتاء (مكلف بهما فيقدر لهما) ولا ينوي القضاء لفقد وقت الأداء، به أفتىٰ البرهان الكبير، و اختاره الكمال، وتبعه ابن الشحنة في ألغازه فصححه فزعم المصنف أنه المذهب. (الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، كتاب الصلوٰة: ۱/۳٦۲)(۱)(فتاویٰ حقانیہ: ۳/۴۷)

وقت مغرب کی مقدار اور اس میں لمبی قراءت:

سوال: امام بوقت مغرب نماز میں لمبی سورۃ کہ جس سے وقت تنگ ہو جاوے پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

غروب سے شفق ابیض کے غائب ہونے تک امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وقت مغرب کا رہتا ہے، جس کی مقدار تقریباً سوا گھنٹہ یا کچھ منٹ زیادہ ہے۔ (۲)

اور صاحبینؒ کے نزدیک شفق احمر کے غائب ہونے تک وقت مغرب کا رہتا ہے جو پہلی مقدار سے کم ہے۔ (۳)

---

(۱) لما أخرجه الإمام مسلم بن حجاج القشيري. عن النواس بن سمعان حديثاً طويلاً … مالبثه في الأرض؟ قال: أربعون يومًا، يوم كسنة، ويوم كشهر، ويوم كجمعة، وسائر أيامه كأيامكم، قلنا: يا رسول الله! فذلك اليوم الذي كسنة أتكفينا فيه صلوٰة يوم؟ قال: لا، اقدروا له قدره. (الصحيح لمسلم: ۲/۴۰، باب ذكر الدجال)

(۲) ثم الشفق هو البياض الذي في الأفق بعد الحمرة عند أبي حنيفة، وعندهما هو الحمرة. (الهداية، باب المواقيت: ۱/۷۸، ظفير)

(۳) (و) وقت (المغرب منه إلىٰ) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، كتاب الصلوٰة، مطلب في الصلاة الوسطىٰ: ۱/۳۳۴، ظفير)

اور مغرب میں قصارِ مفصل یعنی ''لـم یکـن'' سے آخر قرآن شریف تک سورۃ کا پڑھنا مستحب ہے۔پس بہت لمبی سورۃ مغرب میں پڑھنا اچھا نہیں ہے اور خلاف سنت ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۴۷)

مغرب کے وقت کی ابتدا وانتہا:

سوال: غروب آفتاب سے کتنی دیر بعد عشا کی اذان ہونی چاہئے اور مغرب کی نماز کتنی دیر بعد تک اور رہتی ہے اور کتنی دیر بعد قضا ہوجاتی ہے؟ (مقصود حسن۔امام نئی مسجد موضع بھجڑی ضلع مظفر نگر)

الجواب ———————— وباللّٰہ التوفیق

عشا کی اذان دینے میں احتیاط یہ ہے کہ غروب سے سوا گھنٹہ کے بعد ہی ہو، اگر کسی معذوری سے نماز مغرب شفق احمر کے غروب ہونے سے پہلے نہ پڑھ سکا تھا تو شفق ابیض کے غروب ہونے تک پڑھ لے تو قضا نہ کہیں گے، (۲) اور شفق ابیض کی مقدار عموماً سوا گھنٹہ تک بعد غروب رہتی ہے، اس کے بعد پڑھنا قضا شمار ہوجائے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور۔۱/۸/۱۴۰۴ھ۔(منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۲۰۱)

مغرب کا انتہائی وقت صحیح:

سوال: شفق سفید تک وقت مغرب کا رہتا ہے یا نہیں؟ اکثر فقہاء حنفیہ تو فرماتے ہیں کہ شفق سفید تک مغرب کا وقت ہے۔اس کے بعد عشاء کا وقت ہے اور حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بعد شفق سرخ کے عشاء کا وقت ہوجاتا ہے قول اصح یہی ہے، اب تردد یہ ہے کہ شفق سفید مغرب میں داخل ہے یا عشاء میں اور علمائے حنفیہ کے نزدیک قول مفتی بہ کیا ہے؟

الجواب ————————

یہ مسئلہ امام صاحب اور ان کے صاحبین میں مختلف ہے۔(۳) احوط یہ ہے کہ دونوں کی رعایت رکھے، اور بعض نے فتویٰ صاحبین کے قول پر لکھا ہے، جیسا شاہ عبد العزیز صاحب نے لکھا۔شرح وقایہ میں بھی سرخ پر فتویٰ دیا ہے۔(۴)

(تالیفات رشیدیہ: ص ۲۵۷)

---

(۱) (و) یسن (فی الحضر) لإمام ومنفرد ... والناس عنه غافلون (طوال المفصل) من الحجرات إلی اٰخر البروج (فی الفجر والظهر و) منها إلیٰ اٰخر لم یکن (أوساطه فی العصر والعشاء و) باقیه (قصاره فی المغرب) أی فی کل رکعة سورة مما ذکر، الخ. (الدر المختار علیٰ صدر رد المحتار، کتاب الصلوٰة، فصل في القراء ة: ۱/۵۰۳، ظفیر)

(۲-۳) کیوں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک شفق ابیض کے غروب تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے۔

ثم الشفق هو البیاض الذی فی الأفق بعد الحمرة عند أبی حنیفة، وعندهما هو الحمرة. (الهدایة شرح بدایة المبتدی، باب المواقیت، انیس)

(۴) والمغرب منه إلی غیبة الشفق وهو الحمرة وبه یفتیٰ. (مختصر الوقایة، کتاب الصلوٰة: ۱۱، المطبوع فی الهند. انیس)

مغرب کا کل وقت کتنا ہے:

سوال: مغرب کا وقت اذانِ مغرب کے بعد کتنے گھنٹے رہتا ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

مغرب کا وقت عامۃً ہمارے اطراف میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کچھ کم رہتا ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ یکم رجب ۱۳۸۸ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۲/۷/۱۳۸۸ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۵/۵۔۳۴۶)

کیا مغرب اور فجر کا وقت برابر ہے:

سوال: نقشۂ دائمی (جو سید طاہر حسین صاحب کا تیار کردہ اور مولوی مفتی کفایت اللہ صاحب، مولوی حاجی کرامت اللہ صاحب، مفتی نور الدین صاحب کا تصدیق شدہ ہے) میں تحریر ہے کہ مغرب کا وقت بھی فجر کے برابر ہے، یعنی ایک گھنٹہ بیس منٹ ہے، مگر ایک صاحب فرماتے ہیں کہ مغرب کا وقت تارے چمکنے پر ختم ہو جاتا ہے، صرف آدھ گھنٹہ ہے۔ کونسا قول صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

فجر کا وقت اور مغرب کا وقت تقریباً برابر ہیں، محض تارے چمکنے پر مفتیٰ بہ قول کے موافق ختم نہیں ہوتا۔ (۲) فقط والله تعالىٰ أعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۱/۸/۱۳۹۰ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۴/۵)

اذانِ مغرب وعشا میں فاصلہ:

سوال: اذانِ مغرب وعشا میں کس قدر فاصلہ درکار ہے، کیا جس جگہ بحساب دھوپ گھڑی قریب سوا سات بجے شام کے اذانِ مغرب ہوتی ہو وہاں اسی گھڑی سے ۸ بجے اذانِ عشاء ہو کر فرض ادا کر سکتے ہیں اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ کم از کم ایک گھنٹہ پچیس منٹ کا فاصلہ اذانِ مغرب وعشاء میں ہونا چاہئے، اس کا کیا حکم ہے؟

(۱۔۲) وأول وقت المغرب إذا غربت الشمس و آخر وقتهما لم يغب الشفق ... ثم الشفق هو البياض الذى فى الأفق بعد الحمرة عند أبى حنيفة، وعندهما هو الحمرة ".(الهداية، كتاب الصلوة، باب المواقيت: ۸۱/۱۔۸۲، مكتبة شركة علمية، ملتان)

الجواب

غروب کے بعد عشا کا وقت عندالامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس وقت ہوتا ہے کہ شفق ابیض غائب ہو جاوے۔(۱) اس کی مقدار بعض موسموں میں ایک گھنٹہ چوبیس پچیس منٹ اور بعض موسموں میں ایک گھنٹہ ۲۷ منٹ اور بعض موسموں میں اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔(۲) پس مغرب وعشا میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کم فاصلہ نہ کرنا چاہئے، بلکہ احتیاطاً پونے دو گھنٹہ کا فاصلہ کرنا چاہئے اور جنتری طلوع وغروبِ آفتاب وصبح صادق وغیرہ سے مقدار وقت ہر زمانہ میں معلوم ہو سکتی ہے۔فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۴۲-۴۳)

مغرب وعشا کے درمیان مقدارِ فاصلہ:

سوال: مذہبِ حنفی میں غروب آفتاب یعنی مغرب کی نماز کے بعد اور اوّل وقت عشاء میں کس قدر فصل متفق علیہ احناف ہونا ضروری ہے۔ دوم یہ کہ ایام صیف وشتاء میں مابین مغرب وعشاء وقت کی ایک ہی مقدار معین ہے یا کچھ کمی وبیشی گھنٹہ اور منٹ میں ہوتی رہتی ہے؟

الجواب

عشا کا وقت غیبوبۃ شفق کے بعد سے شروع ہوتا ہے،(۳) اور شفق کے بارہ میں امام اعظمؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے۔صاحبینؒ کے نزدیک شفق احمر کی غیبوبۃ پر عشاء کا وقت ہوتا ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک شفق ابیض کی غیبوبۃ پر عشا کا وقت شروع ہوتا ہے۔(۴)

اور ظاہر ہے کہ قول امام اعظمؒ پر عمل کرنا احوط ہے۔ کمافی الشامی: وقوله أحوط.(۵)

(۱) وأول وقت المغرب إذاغربت الشمس وآخروقتها مالم يغب الشفق،الخ،ثم الشفق هوالبياض الذى فى الأفق بعد الحمرة عند أبى حنيفة وعندهما هوالحمرة.(الهداية : كتاب الصلوة،باب المواقيت: ۱/۷۷-۷۸)

(۲) غيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد،والمشاهد فى ديارنا قدرساعة وربع ساعة.(منهاج السنن شرح جامع السنن،باب مواقيت الصلاة: ۲/۱۰. انيس)

(۳) عن ابن عباس أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: أمنى جبرئيل عند البيت مرتين ... ثم صلى العشاء حين غاب الشفق ... ثم صلى العشاء الآخرة حين ذهب ثلث الليل ثم صلى الصبح حين أسفرت الأرض ثم التفت إلّى جبرئيل فقال: يا محمد! هذا وقت الأنبياء من قبلك والوقت فيما بين هذين الوقتين. (سنن الترمذى،باب ماجاء فى مواقيت الصلوة عن النبى صلى الله عليه وسلم ،أبواب الصلوة (ح:۱۴۹)/سنن أبى داؤد، باب المواقيت (ح:۳۹۳) انيس)

(۴) ثم الشفق هوالبياض الذى فى الأفق بعدالحمرة عندأبى حنيفة،وعند هما هو الحمرة.(الهداية،باب المواقيت: ۱/۷۸، ظفير)

(۵) ردالمحتار،كتاب الصلوة: ۱/۳۳۵،ظفير

اس کے بعد واضح ہو کہ شفق ابیض غروب آفتاب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد غائب ہوتا اور اس میں صیفاً وشتاءً چند منٹ کا تفاوت ہوتا ہے۔ چنانچہ جنتری طلوع وغروب آفتاب سے جس میں وقت مغرب ووقت عشا حسب مذہب امام اعظمؒ درج ہے، واضح ہوتا ہے کہ یکم اگست ۱۹۲۱ء کو غروب آفتاب ۷/بجکر ۱۷/منٹ پر ہے۔ اور وقت عشا موافق مذہب امام اعظم ۸/بجکر ۴۷/منٹ پر ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ تفاوت مابین مغرب وعشا ایک گھنٹہ تیس منٹ ہے اور ۳۱/اگست ۱۹۲۱ء کو غروب آفتاب ۶/بجکر ۴۸/منٹ پر ہے اور وقت عشا ۸/بجکر ۱۳/منٹ پر ہے ... اس وقت تفاوت مابین مغرب وعشا ایک گھنٹہ پچیس منٹ ہے۔

الغرض ہمیشہ مابین غروب آفتاب وغروب شفق میں تقریباً اسی قدر فاصلہ رہتا ہے۔ پس تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد غروب آفتاب سے عشا کا وقت ہوجاتا ہے اور صاحبینؒ کے مذہب کے موافق بارہ منٹ پہلے وقت عشا کا ہوتا ہے، کیونکہ تفاوت مابین شفق احمر وابیض بارہ منٹ کا ہے۔

كمافي الشامي: ذكره العلامة المرحوم الشيخ خليل الكاملي، الخ، إن التفاوت بين الفجرين وكذابين الشفقين الأحمر والأبيض إنماهو بثلث درج، الخ. (۱)

اور ایک ایک درجہ ۴ منٹ کا ہے۔ پس تین درجے ۱۲/منٹ کے مساوی ہوئے۔ فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۶/۲)

(۱) رد المحتار، كتاب الصلوٰة: ۳۳۲/۱، ظفير (كذافي اللباب في شرح الكتاب، كتاب الصلوٰة: ۵۶/۱. انيس)

☆ مغرب اور عشا کے درمیان وقت کی کوئی تحدید نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب سے عشاء تک کتنا وقت ہوجانا چاہئے، ہمارے ہاں علماء کرام بعض کہتے ہیں کم سے کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ پر عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ پر عشا کا وقت ہوجاتا ہے، بعض کہتے ہیں ایک گھنٹہ ۲۰ منٹ پر عشا کا وقت ہوتا ہے۔ برائے کرم مفتی بہ قول ذکر فرمائیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

مغرب اور عشا کے درمیان خط استواء کے مقام پر معتدل ایام میں کم از کم وقت ۵۷ منٹ ہے، اس وقت سفید شفق غروب ہوتی ہے۔ سرخ شفق اس سے بھی بارہ منٹ پہلے غروب ہوجاتی ہے، اس کے مطابق غروب آفتاب سے ۴۵ منٹ کے بعد وقت عشا شروع ہوجائے گا، یہ قول ارجح ہے اور قول اول احوط۔ دوسرے ایام اور دوسرے مقامات میں اس سے زیادہ وقت ہوتا ہے اور زیادتی کی کوئی تحدید نہیں، حتی کہ بلغار میں موسم گرما میں عشا کا وقت آتا ہی نہیں، اس وقت کی مقدار ہر شہر میں اور ہر موسم میں مختلف ہے، تفصیل کے لئے بندہ کی کتاب۔ صبح صادق، دیکھیں۔ (یہ رسالہ احسن الفتاویٰ: ۱۵۹/۲، مطبوعہ دار الکتاب دیوبند میں شامل ہے۔ انیس) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۲۴/ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۱۴۶/۲)

مغرب اور عشا کے درمیانی وقفے کا دارومدار مشاہدہ پر ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علما دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

(۱) نماز کے بعض نقشوں میں عشا اور مغرب کا درمیانی وقفہ تقریباً ایک گھنٹہ لکھا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ جن حضرات نے ڈیڑھ گھنٹہ یا ایک گھنٹہ بیس منٹ میں لکھا ہے، ان کو طول بلد اور عرض بلد سے پوری واقفیت نہیں ہے، لہٰذا انہوں نے تخمیناً حساب لگایا ہے، آپ صاحبان اپنی تحقیق سے نوازیں۔

(۲) ماہ ذی قعدہ کی مختلف تاریخوں میں صبح صادق کا اگر مشاہدہ کیا جائے تو وہ بھی نوٹ فرما کر ممنون فرماویں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: بدر منیر تبلیغی صاحب، افغان آٹو اسٹو، بٹ خیلہ ملاکنڈ ایجنسی...... ۴/ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ)

الجواب

ریاضی کے اصول پر یہ وقت پندرہ درجہ یعنی ۱۵×۴=۶۰ منٹ ہے، مگر غروب شمس کے بعد مکرر مشاہدہ سے سوا گھنٹہ ثابت ہے اور صبح صادق کا وقت بھی اس مقدار سے زائد نہیں ہے، ہمارے علاقہ میں صبح صادق ذوالقعدہ کے اوائل میں چار بجکر پچیس منٹ بعد نکلتی ہے۔ (۲) ھو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۱۵۲/۲-۱۵۳)

مغرب اور عشا کا درمیانی وقت تغیر موسم سے کم وبیش ہوتا رہتا ہے:

سوال: نماز مغرب کا کتنا وقت ہوتا ہے اور کس وقت تک نماز کا صحیح وقت رہتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ ڈیڑھ گھنٹہ ہے، کوئی کہتا ہے کہ جب اندھیرا چھا جائے، اس وقت تک نماز پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب

مغرب کی نماز کا وقت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سورج کے غروب ہونے سے لے کر شفق ابیض کے غائب ہونے تک رہتا ہے اور شفق کے غائب ہونے تک کا درمیانی فاصلہ موسم کے تغیر سے کم وبیش ہوتا رہتا ہے جو کہ طلوع وغروب بتانے والی جنتریوں سے معلوم ہوسکتا ہے۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ فاصلہ کسی بھی موسم میں سوا گھنٹہ سے کم نہیں ہوتا اور بعض موسموں میں ڈیڑھ گھنٹہ سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

---

(۲) قلت وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد، والمشاهد فى ديارنا قدر ساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن، باب مواقيت الصلاة: ۱۰/۲)

”(و)وقت (المغرب منه إلیٰ) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما وبه قالت الثلاثة وإليه رجع الإمام كما فى شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب،آه.(الدر المختار)

(قوله وإليه رجع الإمام):أى إلیٰ قولهما الذى هو رواية عنه أيضًا وصرح فى المجمع بأن عليها الفتوى ورده المحقق فى الفتح بأنه لايساعده رواية ولادراية،الخ.

وقال تلميذه العلامة قاسم فى تصحيح القدورى:إن رجوعه لم يثبت لما نقله الكافة من لدن الأئمة الثلاثة إلى اليوم من حكاية القولين ودعوى عمل عامة الصحابة بخلافه خلاف المنقول.

قال فى الاختيار:الشفق البياض وهومذهب الصديق ومعاذ بن جبل وعائشة رضى اللّٰه تعالیٰ عنهم قلت ورواه عبد الرزاق عن أبى هريرة وعن عمربن عبد العزيزولم يروالبيهقى الشفق الأحمرإلاعن ابن عمر رضى اللّٰه عنهما وتمامه فيه وإذا تعارضت الأخبار والاٰثارفلايخرج وقت المغرب بالشک كما فى الهداية وغيرها،قال العلامة قاسم:فثبت أن قول الإمام هو الأصح،آه.(ردالمحتار:۲۶۵/۱،مطلب فى الصلاة الوسطیٰ)(۱) فقط واللّٰه أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔۹/۸/۱۳۹۸ھ۔(خیر الفتاویٰ:۱۸۶/۲-۱۸۷)

غروب آفتاب اور غروب شفق ابیض میں تفاوت کی تحقیق:

سوال: قابل گذارش یہ ہے کہ مولوی عبدالکریم کا جواب ملا، میں نے چاہا تھا کہ ان کے ارشاد کے مطابق بتادوں،اور ببرکت آں قبلۂ دوجہاں بنالوں گا،مشکل یہ پیش آئی کہ اہل ہندسہ نے ابیض واحمر کی تفریق نہیں کی،صرف ۱۸/درجہ انعکاس سورج رکھے ہیں، میں نے اس سے پہلے بھی چار سال ہوئے کوشش کی تھی،اوراب پھر کوشش کی، مجھے خیال یہ آیا کہ اہل ہندسہ نے مشاہدات کر کے اصول بنائے ہیں، میں خود کیوں نہ تجربہ کروں ومشاہدہ کروں،اورٹھیک

(۱) ومن المشايخ من اختار الفتویٰ على رواية أسد بن عمروعن أبى حنيفة كقولهما،ولاتساعده روايةً ولادرايةً أما الأول: فلأنه خلاف الرواية الظاهرة عنه ، وأما الثانى: فلما قدمنا فى حديث ابن فضيل وأن آخروقتها حين يغيب الأفق.(فتح القدير،باب المواقيت: ۲۲۲/۱.انيس)

قلت:ما ذكر من الرجوع فشاذ لم يثبت ، لما نقله الكافة عن الكافة من لدن الأئمة الثلاثة إلى الآن من حكاية القولين ودعوى عمل عامة الصحابة خلاف المنقول.(كتاب التصحيح والترجيح على مختصر القدورى: ۱۵۵/۱،دارالكتب العلمية.انيس)

وكان أبوحنيفة يقول:لايفوت المغرب حتى يغيب الشفق الأبيض، ==

پتہ لگاؤں، چنانچہ ببرکت آں قبلہ میں نے مولوی شمشیر علی، ممتاز علی حافظ بشیر احمد صاحبان کو ساتھ لے کر روزانہ غروب سے ۸ بجے تک بیٹھنا اور مشاہدہ کرنا شروع کیا، اور نظر سے جو فرق پیدا ہوسکتا تھا اس کا حساب کیا۔

جو جو شفق کی شکلیں آسمان پر پیدا ہوتی ہیں ان کے مسودے اور چلتے ہوئے سرسری نقشے بنا کر پیش کر رہا ہوں۔

صورت یہ پیدا ہوتی ہے کہ غروب کے ساتھ ہی ساتھ کوئی سرخی نہیں رہتی، اس کے بعد تقریباً ۱۵ منٹ کے بعد نہایت تیزی کے ساتھ چوتھائی افق پر سرخی چھا جاتی ہے، پھر یہ سرخی طول میں گھٹتی جاتی ہے، اور اونچائی میں زیادہ ہوتی جاتی ہے اور اس کے اوپر خفیف سیاہ ڈورا آجاتا ہے، پھر یہ سرخی سمٹتی ہے اور ایک جگہ آجاتی ہے اور اس کے اوپر سفیدی پھیلنا شروع ہوتی ہے، اوپر سفیدی ہوتی ہے، اور نیچے سرخی کم کم، پھر یہ سرخی غائب ہوجاتی ہے، اس کے غائب ہوتے ہی دو ایک منٹ تک سناٹا ہوجاتا ہے، بعض دفعہ تو نہایت بھیانک نظر آتا ہے، اور ڈر سا لگتا ہے، اب سفیدی کا دور دورہ ہوجاتا ہے اور مقام غروب سے سورج سے شمالاً وجنوباً سفیدی پھیل جاتی ہے جو دودھ کی طرح سفید ہوتی ہے، پھر یہ سفیدی طول میں گھٹتی ہے، مگر چوڑائی میں زیادہ اور صاف ہوتی ہے اس کے بعد طول اور گھٹتا ہے، مگر اب اوپر ایک چھوٹی سی محراب پیدا ہوجاتی ہے اور بعدہ سفیدی خوب روشن ہوجاتی ہے، چوڑان میں زیادہ ہوتی ہے، اور اس جگہ جہاں سورج ڈوبا تھا محراب پیدا ہوتی ہے، اور وہ سفیدی جو طول میں مقام غروب سے شمالا وجنوبا پھیلی تھی دھیرے دھیرے غائب ہوجاتی ہے اور صرف محراب جو ایک لمبی ستون کی طرح ہوتی ہے باقی رہ جاتی ہے، یہی وہ وقت ہے جس کو ہندسہ والے غروب شفق بتاتے ہیں اور اس کے اختتام پر کل حضرات نے اپنی اپنی جنتریوں میں غروب شفق ابیض بتایا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ طولاً از شمال تا جنوب شفق نہ ابیض رہا نہ احمر، مگر یہ محرابی ستون اس ابیض کے سمٹنے سے ہی تو پیدا ہوتا ہے، اس کو کیوں چھوڑ دیا جائے، یہ اگر شفق ابیض کا حصہ نہیں تو کیا ہے، یہ حصہ بہت دیر میں تقریباً ۳۵ منٹ میں موسم اعتدال میں غائب ہوجاتا ہے، خادم نے جو مشاہدہ کیا اور بار بار دیکھا ہے اس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ ابیض کا حصہ ہے، مگر انہوں نے اس کو اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ اس کے نمودار تمام آسمان پر محیط صورت ختم ہوگئی، صرف مقام غروب آفتاب پر ایک ستون رہ گیا جس کا تمام افق پر کوئی اثر نہیں، جس طرح ریاضی میں اوسط میں کرتے ہیں یا کسرات کو چھوڑ جاتے ہیں، اگر اس ستون کو خارج کردیا جاوے تب تو ہندسی اعداد ٹھیک ہیں، اور اگر اس کو شامل کیا جائے تو ۲۵ منٹ بعد غروب ابیض ہوگا۔

اب بندگان عالی بتائیں کہ خادم اس کو اسی طرح ترک اور نظر انداز کردے جس طرح جدید انگریزی ہندسہ نے نظر انداز کیا ہے، یا شامل کیا جائے گا تو ایک انقلاب عظیم پیدا ہوگا، میری اول کی جنتریاں سب قابل ترمیم ہیں۔

== ولكنه كان يكره تأخيرها إذا غاب الشفق الأحمر، ويقول: وقتها حتى يغيب الشفق الأبيض. (الحجة على أهل المدينة، اختلاف أهل الكوفة وأهل المدينة في صلوات: ۸/۱. انیس)

الجواب

گذارش آنکہ آپ کی تحریر میں غور کیا، نیز حضرت والا سے اس باب میں مراجعت کی، بالآخر یہ طے ہوا کہ غروب آفتاب اور غروب شفق ابیض میں اتنا ہی تفاوت ہوتا ہے، جتنا کہ صبح کا ذب اور طلوع آفتاب میں ہوتا ہے، یعنی ۱۸/درجے اور جتنا تفاوت صبح کا ذب وصادق میں ہوتا ہے، اتنا ہی تفاوت شفق احمر وابیض کے غروب میں ہوتا ہے۔ یعنی: ۳/درجے، کتابوں میں بھی یہی ملا، چنانچہ جزواول شرح چغمینی (ص:۱۲۷) میں اور جزو دوم ردالمحتار میں مصرح ہے،(۱) اور مقتضائے قیاس بھی یہی ہے، پس اصل سوال کا جواب تو ہو چکا، یعنی بیاض مستطیر کے غروب پر شفق کا غروب مانا گیا ہے اور وہ سفیدی جو بشکل ستون ۱۸/درجہ کے بعد آپ نے مشاہدہ کی ہے، نظر انداز کرنے کے قابل ہے، جیسا کہ سب جنتریوں میں کی گئی۔ باقی رہا یہ سوال کہ باوجود بعد شمس عن الافق اس بیاض مستطیر کے رہنے کی کیا وجہ ہے، سو یہ علم ہیئت کی بحث سے خارج ہے، ممکن ہے کہ علم طبعیات میں اس کی کوئی وجہ مل جاوے، تلاش کی ضرورت نہیں سمجھی، کہ اس پر کوئی حکم شرعی مرتب نہیں۔ فقط

احقر عبدالکریم عفی عنہ۔ مورخہ ۲/ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ

چونکہ یہ جواب میری مشارکت اور مشاورت سے لکھا گیا ہے، اس لئے میں اس میں متفق ہوں اور اس کی مزید تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ فجر سے قبل بیاض مستطیل بالیقین عشا کا وقت ہے، اقرب الی القیاس یہ ہے کہ اسی طرح بیاض مستطیل بعد غروب بھی عشا کا وقت ہو۔ واللہ اعلم

البتہ اگر کوئی نقل صحیح اس قیاس کے معارض ہوتی ...... تو یہ قیاس مؤثر نہ ہوتا اور ایسی نقل مفقود ہے اور گو یہ دلیل قطعی نہ ہو لیکن مقنع ضرور ہے۔ **کما لا یخفی**

اشرف علی۔ ۲/ذی الحجہ ۱۳۵۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۲۸-۳۰)

غیوب شفق اور اوقات کا تعین مشاہدہ سے کرنا چاہیے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں برطانیہ میں مدت سے یہ بات مشہور ہے کہ شفق اور صبح صادق کا مشاہدہ کرنا مشکل ہے، لہٰذا کسی نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں کی، سردیوں کے موسم میں تو کسی حد تک بات صحیح ہوسکتی ہے مگر دیگر مہینوں کے لئے یقیناً ایسا نہیں ہے، بہر حال مشاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر محض محکمۂ موسمیات سے حاصل کردہ اوقات غروب شفق اور طلوع صبح صادق پر اکتفا کرتے چلے آرہے ہیں، دراصل انگلینڈ

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلوٰۃ، مطلب فی تعبدہ علیہ الصلاۃ والسلام قبل البعثۃ: ۱/۳۵۹-دار الفکر بیروت. انیس

میں بسنے والے مسلمانوں نے ابتدا میں عشا کی نماز اور صبح صادق کے لئے اپنے ہاں اپنی رصدگاہوں سے تعین اوقات کے نقشے منگوائے تھے تو رصدگاہوں نے بارہ درجہ کے مطابق وقت نکال کر بھیجا تھا، پھر آہستہ آہستہ تمام انگلینڈ میں بارہ درجہ والے ٹائم پر عمل شروع ہو چکا، پھر مفتیانِ شرع کو رجوع کیا تو انہوں نے سوا گھنٹہ بعد نماز کے متعلق کہا، اب شرعی حکم کیا ہے تاکہ ہم اس پر عمل کریں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حزب العلماء، یوکے انگلینڈ......۱۵/۱۲/۱۹۸۷ء)

الجواب

آپ سال کے ہر ماہ میں دو یا تین بار غیوب شفق احمر اور شفق ابیض کا وقت مشاہدہ سے معلوم کریں اور آئندہ کے لئے اس کو لائحہ عمل بنائیں۔(۱)

محکمۂ موسمیات اور درجات کو بالائے طاق رکھیں۔(۲)

ان کا اندازہ یہاں بھی مشاہدہ کے مخالف ہے اور واضح رہے کہ دفع حرج کے واسطے احتیاط کو ترک کرنا خلاف شرع اقدام نہیں ہے۔ **هو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۲/۱۵۱-۱۵۲)

نماز مغرب وعشا کا وقت:

سوال: مغرب کا وقت کس وقت ہوتا ہے اور عشا کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے؟ ایک صاحب کہتے ہیں کہ عشا کا وقت نو بجے ہوتا ہے اور ایک صاحب کہتے ہیں کہ ساڑھے آٹھ بجے ہو جاتا ہے۔ (سوال موسم گرما جون وجولائی سے متعلق ہے)

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: وحاصله: أنا لا نسلم لزوم وجود السبب حقيقة بل يكفى تقديره كما فى أيام الدجال ويحتمل أن المراد بالتقدير المذكور هو ماقاله الشافعية من أنه يكون وقت العشاء فى حقهم بقدرما يغيب فيه الشفق أقرب البلاد إليهم ... فتعين ما قلنا فى معنى التقدير ما لم يوجد نقل صريح بخلافه و أما مذهب الشافعية فلا يقضى على مذهبنا ... قال فى إمداد الفتاح: قلت: وكذٰلک يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكوٰة والحج والعدة و آجال البيع و السلم والإجارة و ينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من فصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص كذا فى كتب الأئمة الشافعية ونحن نقول بمثله إذ أصل التقدير مقول به إجماعاً فى الصلوات . (رد المحتار علىٰ هامش الدر المختار، مطلب فى فاقد وقت العشاء كأهل بلغار: ۱/۲۶۶-۲۶۸)

(۲) قال العلامة ابن عابدين: ووجه ما قلناه أن الشارع لم يعتمد الحساب بل ألغاه بالكلية بقوله: نحن أمة أمية لانكتب ولانحسب الشهر هكذا وهكذا وقال ابن دقيق العيد: الحساب لا يجوز الاعتماد عليه فى الصلاة، انتهىٰ. (رد المحتار علىٰ هامش الدر المختار، مطلب ما قاله السبكى من الاعتماد على قول الحساب مردود: ۲/۱۰۰)

الجواب

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب در بارہ وقت عشا کے یہ ہے کہ سفیدی کے غائب ہونے کے بعد عشا کا وقت ہوتا ہے اور سفیدی بعد سرخی کے ہوتی ہے۔ سفیدی غائب ہونا آج کل قریب نو بجے کے ہے، پس جبکہ مغرب کا وقت ساڑھے سات بجے ہو تو عشا کا وقت نو بجے کے قریب ہوگا کیونکہ آج کل فصل مابین وقت مغرب وعشا قریب ڈیڑھ گھنٹہ کے ہے، پس جو کہتے ہیں وقت عشا کا نو بجے ہوتا ہے وہ صحیح ہے۔ ساڑھے آٹھ بجے آج کل وقت عشا کا موافق مذہب صحیح امام ابوحنیفہؒ کے نہیں ہوتا۔ البتہ صاحبین جو سرخی کو شفق فرماتے ہیں؛ ان کے مذہب کے موافق ساڑھے آٹھ بجے ہوتا ہے، مگر امام صاحبؒ کے اصل مذہب کے موافق نہیں ہوتا۔ گو روایات امام صاحب سے یہ بھی ہیں جو صاحبین کا قول ہے، مگر صحیح قول یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک شفق سفیدی ہے جو بعد سرخی کے ہے اس کے موافق وقت عشا کا اس وقت ہوتا ہے کہ سفیدی غائب ہو جاوے اور وہ قریب نو بجے کے یعنی نو بجے سے چار منٹ پہلے ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مغرب اور عشا کے وقت کے درمیان کوئی دوسرا وقت نہیں ہے مگر جب کہ مغرب کا وقت سفیدی کے غائب ہونے تک رہے گا اور عشا کا وقت بعد سفیدی کے ہوتا ہے تو پھر کچھ اشکال نہیں رہا۔ (۱) (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۵۴-۵۵)

(۱) درمختار میں ہے: (و) وقت (المغرب منه إلى) غروب (الشفق وهو الحمرة) عندهما وبه قالت الثلاثة ... (و) وقت (العشاء والوتر منه إلى الصبح). (الدر المختار على هامش رد المحتار، مطلب في الصلاة الوسطى: ۱/۳۷۳)

ردالمحتار میں ہے: قال في الاختيار: الشفق البياض وهو مذهب الصديق ومعاذ بن جبل و عائشة رضي الله عنهم.

آگے لکھتے ہیں: قال العلامة قاسم: فثبت أن قول الإمام هو الأصح. (ردالمحتار: ۱/۳۷۶)

و أول وقت صلوة المغرب إذا غربت الشمس بالاجماع، أيضاً (وآخر وقتها مالم يغب الشفق) أى الجزء الكائن قبيل غيبوبة الشفق من الزمان (وهو) أى المراد بالشفق هو (البياض الذى فى الأفق) الكائن (بعد الحمرة) التى تكون فى الأفق عند أبى حنيفةؒ، (وقالا) أى أبويوسف ومحمد وهو قول الأئمة الثلاثة ورواية أسد بن عمرو عن أبى حنيفة أيضاً، المراد بـ (الشفق هو الحمرة) نفسها لا البياض الذى بعدها، الخ، ولا وقت مهمل بينهما فبخروج وقت المغرب يدخل وقت العشاء اتفاقاً. (غنية المستملى: ۲۲۶-۲۲۷، ظفير)

(وآخر وقتها مالم يغب الشفق) أى الجزء الذى يعقبه غيبوبة الشفق (وهو) أى الشفق المذكور (البياض الذى فى الأفق) الكائن (بعد الحمرة) التى تكون فى الأفق عند أبى حنيفة رحمه الله (وقالا) أى أبويوسف ومحمد رحمهما الله وهو قول الأئمة الثلاثة ورواية أسد بن عمرو عن أبى حنيفة رحمه الله أيضاً (الشفق) المذكور (هو الحمرة) نفسها لا البياض الذى بعدها والدليل فى الشرح ومن المشايخ من أفتى برواية أسد بن عمرو والموافقة لقولهما، قال ابن همام: ولا تساعده رواية ولا دراية وتمام هذا فى الشرح أيضاً. (الحلبى الصغير شرح منية المصلى: ۱۱۶-۱۱۷، المطبوع بالسنده. انيس)

مغرب کا وقت کب تک رہتا ہے:

سوال: اگر چھ بج کر پندرہ منٹ پر مغرب کی نماز ہوتی ہے، تو مغرب کی نماز کب تک پڑھ سکتے ہیں، اور عشا کی نماز کا وقت کس وقت سے شروع ہوگا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی نمبر: ۲۸۰۸، نعمت اللہ بارکپور، ۲۵/صفر ۱۳۶۵ھ)

الجواب ــــــــــــــــــــ

مغرب کا وقت غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ بیس منٹ سے ایک گھنٹہ پینتیس منٹ تک مختلف موسموں کے لحاظ سے رہتا ہے، ایک گھنٹہ بیس منٹ سے کم نہیں ہے اور ایک گھنٹہ پینتیس منٹ سے زیادہ نہیں ہے۔(۱) فقط (کفایت المفتی: ۶۸/۳)

آخر وقت مغرب کے بارے میں مفتی بہ قول:

سوال: ہمارے علاقہ میں عشا کے وقت میں علما کا اختلاف ہے، بعض علما غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ کے بعد نماز عشا پڑھتے ہیں اور دلیل ''احسن الفتاویٰ: ج ۲ ص ۱۲۹'' کی عبارت سے پیش کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ''قول مفتی بہ کے مطابق غروب شفق احمر کا وقت ختم ہو کر عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے''

اور بعض علما غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد نماز عشا پڑھتے ہیں جو کہ دلیل میں ''امداد الفتاویٰ: ج ۱ ص ۹۵'' کی عبارت پیش کرتے ہیں، اور وہ یہ ہے کہ ''غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد عشا کا وقت آجاتا ہے''

(المستفتی: عبداللہ، ضلع لورالائی بلوچستان)

الجواب ــــــــــــــــــــ

مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے، شفق کی تفسیر میں دو قول ہیں صاحبین کا مذہب اور امام صاحبؒ کی ایک روایت شفق احمر کی ہے، امام صاحب کا مذہب شفق ابیض کا ہے، اگرچہ بعض فقہا نے امام صاحبؒ کا رجوع صاحبین کے قول کی طرف نقل کیا ہے اور صاحبینؒ والے قول کو راجح اور مفتی بہ قرار دیا ہے، لیکن صاحب ہدایہ کے طرز بیان سے امام صاحبؒ کے قول کا راجح ہونا معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ امام صاحبؒ کی دلیل کو موخر کر کے صاحبین کی دلیل کا جواب دیا ہے۔ (ہدایہ: ۶۹/۱) (۲)

---

(۱) ووقت المغرب منه إلىٰ غروب الشفق وهو الحمرة عندهما وبه يفتىٰ ...(الفتاوىٰ الهندية، الفصل الأول فى الأوقات: ۵۱/۱، ط: ماجدية، كوئٹه)

عموماً یہ وقت ایک گھنٹہ سے زائد ہوتا ہے۔

(۲) ثم الشفق هو البياض الذى فى الأفق بعد الحمرة عند أبى حنيفة وقالا: هو الحمرة ==

علامہ ابن ہمامؒ نے ان حضرات کی تردید کی ہے جنہوں نے صاحبین کے قول کو مفتی بہ قرار دیا تھا۔

”ورده المحقق فی الفتح بأنه لایساعده روایة ولادرایة “.(ردالمحتار: ۱/ ۲٤۱)

علامہ قاسم بن قطلو بغاؒ نے رجوع کے دعوی کو غلط اور غیر ثابت قرار دیا ہے۔

إن رجوعه لم یثبت لما نقله الکافة من لدن الأئمة الثلاثة إلی الیوم من حکایة القولین،الخ، قال العلامة قاسم فثبت أن قول الإمام هو الأصح ومشی علیه فی البحر .(ردالمحتار: ۱/ ۲٤۱)(۱)

الحاصل: شفق ابیض کے غروب ہونے سے قبل عشا کی نماز نہ پڑھی جائے۔(۲) فقط واللہ اعلم

بندہ محمد عبداللہ عفا اللہ عنہ، نائب مفتی جامعہ خیر المدارس ملتان۔

الجواب صحیح: بندہ عبدالستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/ ۱۸۸-۱۸۹)

== وهوروایة عن أبی حنیفة وهوقول الشافعی،لقوله علیه السلام:الشفق الحمرة،ولأبی حنیفة قوله علیه السلام:وآخروقت المغرب إذااسودالأفق،ومارواه موقوف علی ابن عمر،ذکره مالک فی الموطأ،وفیه اختلاف الصحابة.(الهدایة شرح بدایة المبتدی،باب المواقیت.انیس)

(۱) ردالمحتار،کتاب الصلاة،مطلب فی تعبده علیه الصلاۃوالسلام قبل البعثة: ۱/ ۳۵۹،دارالفکربیروت

قال المحقق ابن الهمام:

”ومن المشایخ من اختارالفتویٰ علی روایة أسدبن عمروعن أبی حنیفة رحمه اللّٰه،کقولهماولاتساعده روایةً ولادرایةً ، أماالأول: فلأنه خلاف الروایة الظاهرة عنه ، وأماالثانی: فلما قدمنا فی حدیث ابن فضیل وأن آخر وقتها حین یغیب الأفق.(فتح القدیر،باب المواقیت: ۱/ ۲۲۲.انیس)

قال القاسم بن قطلوبغا:

قلت:ماذکرمن الرجوع فشاذلم یثبت لمانقله الکافة من لدن الأئمة الثلاثة وإلی الآن من حکایة القولین ودعوی حمل عامة الصحابة خلاف المنقول.(کتاب التصحیح والترجیح علی مختصرالقدوری،أول کتاب الصلاة: ۱/ ۱۵۵،دارالکتب العلمیة.انیس)

(۲) (والمغرب به)أی یدخل المغرب بغروب الشمس اتفاقاً،ویمتدعندنا(إلی غیبوبةالشفق ،وهوالبیاض)الذی یعقب الحمرة عندأبی حنیفة (وقالا:الحمرة وهی روایة)عن أبی حنیفة(وعلیهاالفتویٰ)قیل:قول أبی حنیفة أحوط وقولهماأوسع.(مجمع البحرین وملتقی النیرین مع شرح ابن الملک،أول کتاب الصلاة: ۱/ ۱۰۷،دارالکتب العلمیة.انیس)

وفی التجنیس:قول الإمام أوسع،وقولهماأحوط.(النهرالفائق شرح کنزالدقائق،کتاب الصلاة،وقت المغرب: ۱/ ۱٦۰.انیس)

وفی السراج:قولهماأوسع،وقوله أحوط.(ردالمحتار،کتاب الصلاة،مطلب فی الصلوٰةالوسطی: ۱/ ۳٦۱، دارالفکربیروت/ کذافی الجوهرةالنیرة شرح القدروی،کتاب الصلاة: ۱/ ٤۲.انیس)

عشا کا وقت غروب آفتاب کے کتنی دیر بعد ہوتا ہے:

سوال: عشا کا وقت کتنی دیر کے بعد ہوتا ہے اور فقہ کی کونسی کتاب میں اس کا تخمین وقت حنفیوں کے موافق لکھا ہوا ہے کہ مثلاً ڈیڑھ گھنٹہ میں آتا ہے، بعض لوگ اتنی تاخیر کا انکار کرتے ہیں؟

الجواب

کتب فقہ میں اسی قدر لکھتے ہیں شفق ابیض کے غائب ہونے پر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک عشا کا وقت ہوتا ہے۔(۱)

(۱) وأول وقت العشاء إذاغاب الشفق وآخروقتها مالم يطلع الفجر الثاني،الخ،ثم الشفق هو البياض الذى فى الأفق بعد الحمرة عندأبى حنيفة،وعندهماهو الحمرة.(الهداية،باب المواقيت: ۷۸/۱،ظفير)

عشا کا وقت:

عشاء کا وقت شفق غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور صبح صادق ہونے سے پہلے تک رہتا ہے۔

شفق کا مطلب یہ ہے کہ آفتاب غروب ہونے کے بعد آسمان کے پچھم کنارہ میں مسلسل تین حالتیں پیدا ہوتی ہیں (۱) سرخی (۲) سفیدی (۳) (سیاہی)، جب سفیدی چھپ جائے عشاء کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔(الفقہ علی المذاہب الأربعۃ:۱۸۴/۱)

عشا اور وتر دونوں کا وقت ایک ہے لیکن عشا کی نماز سے پہلے وتر صحیح نہیں ہے۔(درمختار برشامی:۲۴۱/۱) یعنی عشا پڑھ کر وتر پڑھے۔

لیکن کوئی بھول کر عشاء پڑھنے سے پہلے وتر پڑھ لے تو وتر کی نماز ہوجائے گی۔(عالمگیری:۵۱/۱)

عشا کی نماز پڑھنے کے بعد وتر کی نماز پڑھی پھر معلوم ہوا کہ عشا کی نماز نہ ہوئی تو صرف عشا لوٹائے وتر نہیں (عالمگیری:۵۱/۱)

جہاں عشا اور فجر کا وقت نہ آئے جیسے یورپ کے بہت سے ممالک میں ایسا ہوتا ہے، وہاں بھی یہ دونوں نمازیں پڑھی جائیں گی اور ان دونوں وقتوں کو اندازہ سے متعین کیا جائے گا۔(درمختار برشامی:۲۴۲/۱)

عشا کی نماز ایک تہائی رات تک تاخیر کرنا مستحب ہے۔(عالمگیری:۵۲/۱)

بلکہ آدھی رات تک تاخیر کرکے پڑھنا مستحب ہے جب کہ جماعت میں نمازیوں کے کم ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔(شامی:۲۴۲/۱)

عشا تنہا پڑھنے والے کو نصف رات تک تاخیر کرکے پڑھنا مستحب ہے۔(شامی:۳۶۸/۱، بیروت)

جس کو جماعت فوت ہونے کا خوف ہو، اس کو عشا سے پہلے سونا مکروہ ہے اور جس کو یہ خطرہ نہ ہو، اس کو مکروہ نہیں ہے۔(شامی:۲۴۶/۱)

عشا کی نماز کے بعد بات کرنا یا قصہ وغیرہ کہنا اس کے لئے مکروہ ہے، جو اس کی وجہ سے لغو اور بیکار چیزوں میں پڑ جائے یا جس کی صبح کی نماز فوت ہوجائے، یا جس کو تہجد وغیرہ رات میں پڑھنے کی عادت ہو اور وہ چھوٹ جائے۔(شامی:۲۴۶/۱)

جس کو عشا کی نماز کے بعد بات کرنا ضروری ہو اس کے لئے بات چیت جائز ہے گرچہ صبح کی نماز چھوٹنے کا اندیشہ ہو، لیکن غالب گمان چھوٹنے کا ہو تو اس کو بھی ایسی باتوں میں مشغول رہنا جائز نہیں ہے۔(شامی:۲۴۶/۱)

عشا کے بعد قرآن کریم کی تلاوت، ذکر، تسبیح، نیک لوگوں کی حکایتیں، فقہ اور مہمان کے ساتھ بات کرنا جائز ہے۔(شامی:۲۴۶/۱)

عشا کی نماز نصف رات سے زیادہ تاخیر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔(شامی وفتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۷/۲) ==

گھنٹہ اور گھڑی کا حساب کتب فقہ میں نہیں ہے، یہ امر مشاہدہ کے متعلق ہے کہ غروب آفتاب کے بعد کتنی دیر کے بعد سپیدی شفق کی غائب ہوتی ہے سو اس کی مقدار اہل تجربہ کے لکھنے کے موافق اس ماہ دسمبر و جنوری و فروری میں قریب ڈیڑھ گھنٹہ کے ہے۔ گرمیوں میں بعض اوقات ڈیڑھ گھنٹہ سے دو چار منٹ زائد ہو جاتے ہیں اور بعض موسم میں کم ہو جاتے ہیں۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۲/۶۳-۶۴)

عشا کا وقت سفیدی غائب ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے:

سوال: بہشتی زیور میں ہے کہ جب سورج ڈوب گیا تو مغرب کا وقت آ گیا۔ پھر جب تک پچھم کی طرف آسمان کے کنارے پر سرخی باقی رہے تب تک مغرب کا وقت رہتا ہے لیکن مغرب کی نماز میں اتنی دیر نہ کرے کہ تارے خوب چٹک جائیں کہ اتنی دیر کرنا مکروہ ہے۔ پھر جب وہ سرخی جاتی رہے تو عشاء کا وقت شروع ہو گیا اور صبح ہونے تک باقی رہتا ہے۔ لیکن آدھی رات کے بعد عشا کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔ اور ثواب کم ملتا ہے اس لئے اتنی دیر کر کے نماز نہ پڑھے۔ اور بہتر یہ ہے کہ تہائی رات جانے سے پہلے ہی پڑھ لیوے۔ تو کیا یہ درست ہے؟

الجواب

احتیاط یہ ہے کہ جب سرخی کے بعد والی سفیدی سی بھی جاتی رہے تب عشا کی نماز ادا کی جائے اور مساجد میں مؤذن بھی اس سفیدی کے غروب پر ہی اذان کہیں۔ حاصل یہ ہے کہ احتیاط امام ابوحنیفہؒ کے قول میں ہے۔

قال العلامة قاسم: فثبت أن قول الإمام هو الأصح، آه، وقوله أحوط، آه، كذا في الشامية مختصرًا.(۱) فقط و الله أعلم

احقر محمد انور عفا اللہ عنہ مرتب خیر الفتاویٰ، خیر المدارس، ملتان / بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ۔ (خیر الفتاویٰ: ۲/۱۹۰-۱۹۱)

==

بادل کے دنوں میں عشا کو جلدی پڑھنا مستحب ہے۔ (درمختار بر شامی: ۱/۲۴۷)

وتر کی نماز اس کو رات کے اخیر حصہ میں پڑھنا مستحب ہے، جس کو بیدار ہونے کا یقین اور اعتماد ہو اور جس کو نہ ہو اس کو سونے سے پہلے پڑھنا مستحب ہے۔ (درمختار بر شامی: ۱/۲۴۷)

سونے سے پہلے وتر پڑھ لی پھر اخیر رات میں بیدار ہوا اور نفلیں پڑھیں تو وتر کی افضلیت ختم ہوگئی۔ (درمختار بر شامی: ۱/۲۴۷)

اوقات نماز میں شرعی طور پر بہت وسعت (اور گنجائش) ہے، اس لئے گھنٹہ اور گھڑی سے کوئی خاص وقت مقرر کرنا ضروری نہیں ہے (یعنی جماعت کے لیے) اور نہ کوئی خاص وقت مقرر ہے کہ اس قدر گھنٹہ اور منٹ ہونے پر فلاں نماز پڑھی جائے، شرعاً یہ حکم ہے کہ اس قدر تاخیر نہ ہو کہ مکروہ وقت آ جائے اور وقت مستحب کا خیال رکھا جائے۔ (طہارت اور نماز کے تفصیلی مسائل: ۱۷۷-۱۷۹، انیس)

(۱) (و) وقت (المغرب منه إلى) غروب (الشفق وهو الحمرة) عند هما وبه قالت الثلاثة وإليه رجع الإمام كما في شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب، آه. (الدر المختار)

==

غروب آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد عشا پڑھنے کا حکم:

سوال: حضور اقدس نے امداد الفتاویٰ جلد اول میں وقت عشا غروب آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد تحریر فرمایا ہے، بادی النظر میں شبہ سا ہوتا ہے، خوب سمجھ میں نہیں آتا، اس فرمان واجب الاذعان کے موافق اگر کوئی شخص غروب آفتاب سے گھنٹہ یا سوا گھنٹہ کے بعد مغرب پڑھے تو درست ہونا چاہئے، مگر مشاہدہ نہیں مانتا، براہ کرم ذرا مکرر تفصیل فرمادی جاوے، غروب آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ کی مدت بہت زیادہ سی معلوم ہوتی ہے۔

الجواب

اس کا مطلب یہ نہیں جو آپ نے سمجھا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ عشا کی نماز غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ گذرنے پر پڑھنا چاہئے، عشا اس سے پہلے نہ پڑھے، یہ مطلب نہیں کہ مغرب کی نماز اتنی دیر تک درست ہے، چنانچہ عبارت سوال کو دیکھ کر (کہ سائل نماز عشا پڑھنے کے لئے وقت عشا دریافت کررہا ہے۔ص:۶۴) یہ مطلب ظاہر ہے جو ہم نے بیان کیا۔

(امداد الاحکام: ۲/۲۱)

غروب کے بعد سوا گھنٹہ گزرنے سے قبل اذان عشا نہیں دینا چاہئے:

سوال: ہمارے گاؤں میں چھ مساجد ہیں، ہر مسجد میں ساڑھے آٹھ بجے اذان ہوتی ہے اور ایک مسجد میں آٹھ بجے، اور ساڑھے آٹھ بجے تراویح شروع ہوجاتی ہے، تو ان اوقات میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ امام اعظمؒ کے مسلک کے مطابق تراویح اور نماز کا صحیح وقت کیا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: حکیم مولوی عبدالغفور، غفوری دواخانہ، ڈھیری کلپانی مردان......۲۶/۷/۱۴۰۱ھ)

== (قوله: وإليه رجع الإمام): أی إلیٰ قولهما الذی هو رواية عنه أيضًا وصرح فی المجمع بأن عليها الفتویٰ ورده المحقق فی الفتح بأنه لايساعده رواية ولادراية، الخ، وقال تلميذه العلامة قاسم فی تصحيح القدوری: إن رجوعه لم يثبت لما نقله الكافة من لدن الأئمة الثلاثة إلی اليوم من حكاية القولين ودعوی عمل عامة الصحابة بخلافه خلاف المنقول، قال فی الاختيار: الشفق البياض، وهو مذهب الصديق ومعاذ وعائشة رضی الله عنهم قلت: ورواه عبد الرزاق عن أبی هريرة وعن عمر بن عبد العزيز ولم يرو البيهقی الشفق الأحمر إلا عن ابن عمر رضی الله عنهما وتمامه فيه، وإذا تعارضت الأخبار والآثار فلا يخرج وقت المغرب بالشک كما فی الهداية وغيرها. قال العلامة قاسم: فثبت أن قول الإمام هو الأصح، ومشی عليه فی البحر مؤيدًا له بما قدمناه عنه من أنه لايعدل عن قول الإمام إلا لضرورة من ضعف دليل أو تعامل بخلافه كالمزارعة لكن تعامل الناس اليوم فی عامة البلاد علیٰ قولهما وقد أيده فی النهر تبعاً للنقاية والوقاية والدرر والإصلاح ودرر البحار والإمداد والمواهب وشرحه البرهان وغيرهم مصرحين بأن عليه الفتویٰ وفی السراج: قولهما أوسع وقوله أحوط، والله أعلم. (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة الوسطیٰ: ۱/۲۶۵)

الجواب

تجربہ اور مشاہدہ سے ثابت ہے کہ غروب کے سوا گھنٹہ گزرنے کے بعد عشا کا وقت داخل ہوتا ہے اور سفیدی غائب ہوجاتی ہے۔

پس ائمہ مسجد حضرات پر ضروری ہے کہ سوا گھنٹہ گزرنے سے قبل اذانیں نہ دیویں۔(۱)**وھو الموفق**

(فتاویٰ فریدیہ:۲/۲۰۵)

عشا کی نماز مغرب کے ایک آدھ گھنٹے بعد نہیں ہوتی:

سوال: عشا کی نماز بحالت مجبوری اگر کوئی کام ہوتو مغرب کے ایک یا آدھ گھنٹے بعد ادا کی جاسکتی ہے؟ کوئی حرج تو نہیں؟

الجواب

مغرب کے ایک گھنٹہ یا آدھ گھنٹہ بعد عشا کا وقت نہیں ہوتا، اور وقت سے پہلے نماز جائز نہیں، یعنی نماز ادا نہ ہوگی۔ غروب کے بعد مغرب کی جانب جب تک سرخی باقی ہو تب تک مغرب کا وقت ہے، اس میں عشا کی نماز صحیح نہیں ہوگی اور جب سرخی ختم ہوجائے، لیکن اُفق مغرب میں سفیدی باقی ہوتو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس وقت بھی عشا کی نماز صحیح نہیں، بلکہ سفیدی کے غائب ہونے کا انتظار ضروری ہے، اور صاحبین (امام ابویوسف اور امام محمدؒ) کے نزدیک اُفق کی سرخی ختم ہوجانے کے بعد عشا کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔

اس لیے احتیاط کی بات تو یہ ہے کہ عشا کی نماز سفیدی ختم ہونے کے بعد پڑھی جائے، تاہم سرخی ختم ہونے کے بعد بھی صاحبین کے قول پر گنجائش ہے۔(۲)(آپ کے مسائل اور ان کا حل:۳/۲۱۱-۲۱۲)

---

(۱) وفی المنهاج:قلت و صرح به المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد والمشاهد فی ديارنا قدر ساعة وربع ساعة .(منهاج السنن شرح جامع السنن،باب مواقيت الصلاة:۲/۱۰)

(۲) ووقت المغرب منه (أی من غروب الشمس) إلىٰ غيبوبة الشفق وهوالحمرة عندهما وبه يفتیٰ، هٰكذا فی شرح الوقاية،وعند أبی حنيفة الشفق هوا لبياض الذی يلی الحمرة، هٰكذا فی القدوری،وقولهما أوسع للناس،وقول أبی حنيفة رحمه اللّٰه أحوط،لأن الأصل فی باب الصلاة أن لا يثبت فيها ركن ولا شرط إلاّ بما فيه يقين ،كذا فی النهاية ناقلاً عن الأسرارومبسوط شيخ الإسلام.(الفتاویٰ الهندية: ۱/۵۱،كتاب الصلاة،الباب الأوّل فی المواقيت وما يتصل بها)

كذا فی ردالمحتار،كتاب الصلاة،مطلب فی الصلوٰةالوسطیٰ: ۱/۳۶۱، دارالفكربيروت/ الجوهرةالنيرة شرح القدروی،كتاب الصلاة: ۱/۴۲ .انيس

شفق ابیض غائب ہونے کے بعد عشا پڑھنا بہتر ہے:

سوال: آپ تعلیم الاسلام میں شفق ابیض کے غائب ہوجانے سے مغرب کا اخیر وقت بتلاتے ہیں حالانکہ شامی وغیرہ کتابوں میں شفق احمر کے غائب ہوجانے سے اخیر وقت بتاتے ہیں (بنابر مذہب مفتی بہ) اس میں محقق قول کیا ہے؟

(المستفتی: نمبر ۱۱۸۷، پروفیسر محمد طاہر صاحب ایم اے (ضلع میمن سنگھ) ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۳۵۵ھ/۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء)

الجواب

شفق ابیض غائب ہونے کے بعد عشا پڑھنا احوط ہے، اس احتیاط کے پیش نظر یہ قول اختیار کیا گیا ہے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی۔ (کفایت المفتی: ۳/۶۵)

غروب آفتاب کے کتنی دیر بعد عشا کا وقت شروع ہوتا ہے:

سوال: غروب آفتاب کے بعد کتنی دیر تک شفق باقی رہتی ہے، یعنی کب غائب ہوکر عشا کا وقت شروع ہوجاتا ہے؟

الجواب

یہ وقفہ ہمیشہ یکساں نہیں رہتا، ماہ بماہ یعنی تھوڑے تھوڑے دن میں اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے، مگر یہ وقفہ ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ سے کبھی زائد نہیں ہوتا، اور ایک گھنٹہ اکیس منٹ سے کبھی کم نہیں ہوتا، جون کے مہینے میں وہ سب سے زائد یعنی ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ کا ہوتا ہے اور ستمبر میں سب سے کم یعنی ایک گھنٹہ اکیس منٹ کا ہوتا ہے۔ (۲) عام طور پر یہ وقت ایک گھنٹہ بیس منٹ رہتا ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ۔ (کفایت المفتی: ۳/۷۲)

عشا کی نماز کا ٹائم ٹیبل بنانے میں احتیاط والے قول کی رعایت:

سوال: جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی! مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات شریعت محمدی کی روشنی میں فقہ حنفی کے مطابق جوابات دے کر ہماری رہنمائی فرمائیں؟ ہم کو ممنون و مشکور فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۱-۲) ووقت المغرب منه إلى غيبوبة الشفق وهو الحمرة عند هما به يفتى. وعند أبي حنيفة الشفق هو البياض الذي يلي الحمرة. قول أبي حنيفة أحوط، لأن الأصل في باب الصلاة أن لايثبت فيها ركن ولاشرط إلا بما فيه يقين. (الفتاوىٰ الهندية، الفصل الأول في أوقات الصلاة: ۱/۵۱، ماجد يه، كوئٹه)

"قوله: وهو البياض أى الشفق هو البياض عند الإمام وهومذهب أبى بكر الصديق وعمر ومعاذ وعائشة رضى الله عنهم و عندهما وهورواية عنه هو الحمرة وهوقول ابن عباس وابن عمر... وفى فتح القدير ... فثبت أن قول الإمام هو الأصح ....وفى السراج الوهاج: فقولهما أوسع للناس وقول أبى حنيفة أحوط. (البحر الرائق: ۱/۴۲۷)

(الف) ہمارے یہاں عشا کا وقت علماء یو کے کے فتویٰ کے مطابق مئی، جون، جولائی، ان تین مہینوں میں غروب کے ایک گھنٹہ بعد شروع ہوجاتا ہے۔

(ب) اگست، ستمبر، اکتوبر، نومبر، دسمبر، جنوری، فروری، مارچ، اپریل کے مہینوں میں رات کے ساتویں حصہ کے بعد شروع عشا کا وقت شمار کریں تو کیا یہ صحیح وقت شمار ہوگا؟

ساتواں حصہ رات کا غروب شمس سے طلوع آفتاب کا جتنا وقت ہے، اس میں سے ساتواں حصہ اور اس کے مطابق پورے سال کا ٹائم ٹیبل بنایا جائے تو صحیح ہوگا؟ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب ———————— حامداً و مصلیاً و مسلماً

عشا کا وقت مغرب کے بعد شروع ہوتا ہے اور مغرب کا وقت غروب شفق تک رہتا ہے۔(۱)

شفق کی تفسیر میں دو قول ہیں:

اول یہ کہ اس سے مراد سرخی ہے۔ اسی کو نور الایضاح: ص ۵۸، اور شرح وقایہ: ۱/۱۳۰، اور در مختار (علیٰ ھامش الشامی): ۱/۲۴۱، میں مفتی بہ قرار دیا گیا ہے، یہی صاحبین ؒ کا قول ہے۔

دوم یہ ہے کہ اس سے مراد سفیدی ہے جو سرخی کے بعد ہوتی ہے اور یہ امام صاحبؒ کا قول ہے اور علامہ ابن ہمامؒ نے اسی کو قوی بتلایا ہے۔ (فتح القدیر: ۱/ ۲۲۲-۲۲۳)

علامہ ابن نجیمؒ نے البحر الرائق: ۱/۲۵۹، میں بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔(۲)

احتیاط اسی میں ہے کہ دونوں کی رعایت کی جائے، جیسا کہ حضرت گنگوہیؒ نے فتاویٰ رشیدیہ: ۱/۳۸، میں تحریر فرمایا ہے:

غروب شفق کا یہ وقت اختلافات زمان ومکان کی وجہ سے بدلتا رہتا ہے، آپ اسی اصول کو پیش نظر رکھ کر ٹائم ٹیبل تیار فرما سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری۔ ۱۰ر صفر المظفر ۱۴۰۷ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۱/۴۰۲-۴۰۳)

---

(۱) عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن للصلاة أولاً وآخرًا . . . و إن أول وقت المغرب حين تغرب الشمس وإن آخر وقتها حين يغيب الأفق". (سنن الترمذي، أبواب الصلاة، باب ماجاء في مواقيت الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب منه (ح: ۱۵۱) انيس)

(۲) قوله: (يغيب الأفق) ظاهره يؤيد مذهب أبي حنيفة فإن غيبوبة الأفق بغيبوبة الشفق الأبيض. (العرف الشذي شرح جامع الترمذي، أبواب الصلاة، باب منه، باب ماجاء في مواقيت الصلاة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم (ح: ۱۵۱) ج: ۱/ص: ۱۷۲، دار إحياء التراث الإسلامي بيروت. انيس)

نمازِ عشا کا وقت:

سوال: آج کل رمضان مبارک میں اکثر لوگ نماز عشا میں بہت جلدی کرتے ہیں، عام طور سے ساڑھے آٹھ بجے ریلوے گھڑی سے کہ شفق سرخ غائب نہیں ہوتی اذان کہہ کر ۹ بجے سے قبل نماز پڑھ لیتے ہیں۔ دریافت طلب یہ امور ہیں کہ کیا عشا کی اذان قبل از وقت جائز ہے؟ مغرب وعشا کی اذان کے درمیان کم از کم انتہائی مع احتیاط ضروری کتنا فاصلہ ہونا چاہئے مذہب حنفیہ میں؟ جس گھڑی میں مغرب کی اذان ساڑھے سات بجے ہوتی ہو عشا کی اذان کس وقت ہونی چاہئے؟

الجواب

۱۹ ر و ۲۰ ر جون کو مثلاً غروب آفتاب ۷ بجکر ۲۷ منٹ پر ہے اور وقت عشا موافق قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ۹ ر بجکر ۴ منٹ پر ہے۔ پس تفاوت مابین غروب آفتاب وغروب شفق ابیض یعنی وقت عشا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ایک گھنٹہ ۳۷ منٹ کا ہے۔ تاریخہائے مذکورہ پر ۹ بجے سے قبل اذان ونماز موافق قول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ درست نہیں ہے، البتہ صاحبین کے قول کے موافق صحیح ہے اور یہ ایک قول امام صاحب کا بھی لکھا ہے، مگر شامی میں کہا کہ احتیاط یہ ہے کہ امام صاحب کے قول پر عمل کیا جاوے اور شفق ابیض کے غروب سے پہلے عشا کی نماز نہ پڑھی جائے، (۱) اور عشا کی اذان کسی کے نزدیک قبل از وقت صحیح نہیں ہے، (۲) انتہائی وقت تاریخہائے مذکورہ میں تقریباً پونے نو بجے ریلوے ٹائم سے ہے۔ فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۹/۲-۴۰)

بیانِ وقت عشا:

سوال: کس قدر حصّہ رات کا گزرنے سے وقت نماز عشا شروع ہوتا ہے؟

الجواب

غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد عشا کا وقت آجاتا ہے۔ (۳) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۷ ذیقعدہ ۱۳۲۲ھ (امداد: ۶۴/۱)۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱۴۹/۱)

---

(۱) فثبت أن قول الإمام هو الأصح ومشى عليه في البحر. (ردالمحتار: كتاب الصلوٰة: ۳۳۵/۱، ظفير)

(۲) فيعاد أذان وقع قبله كالاقامة خلافاً للثاني في الفجر. (الدر المختار على هامش رد المحتار، باب الأذان: ۳۵۸/۱، ظفير)

(۳) اس فتویٰ میں غیبوبت شفق ابیض کا اعتبار کیا گیا ہے اور بہشتی زیور میں غروب شفق احمر کا، پس وجہ تطبیق یہ ہے کہ بہشتی زیور میں حکم تحقیق کا بیان ہے اور یہاں حکم احتیاطی کا، لیکن اس میں شبہ یہ ہے کہ اس سے عشا میں تو احتیاط ہوگئی لیکن مغرب میں احتیاط نہ رہی۔ ==

وقتِ عشا اور تراویح:

سوال: نقشۂ سحر وافطار کے حساب سے ۲۰/رمضان المبارک کو افطار ریواڑی کا ۶/بجکر ۲۹/منٹ پر تھا، شبینہ کی وجہ سے عشا کی اذان ۷/بجکر ۳۰/منٹ پر دی گئی اور ۵/منٹ بعد یعنی ۳۵/پر جماعت کردی گئی۔ لہٰذا اذان و جماعت ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو فرض ادا ہوا یا نہیں اور تراویح ہوئیں یا نہیں اور اس میں جو قرآن شریف پڑھا گیا اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

عشا کا وقت مغرب کے وقت کے بعد شروع ہوتا ہے اور مغرب کا وقت غروبِ شفق تک رہتا ہے۔ شفق کی تفسیر میں دو قول ہیں: اول یہ کہ اس سے مراد حُمرۃ ہے، اسی کو مراقی الفلاح، ص: ۵۹ میں مفتیٰ بہ کہا گیا ہے، (۱) یہی صاحبین کا قول ہے۔ (۲)

دوم یہ کہ اس سے مراد بیاض ہے جو کہ حمرۃ کے بعد ہوتی ہے اور یہ امام صاحب کا قول ہے اور شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تقویت کی ہے۔ بحر میں بھی اسی کو ترجیح دی ہے۔ (۳)

لہٰذا اگر اس روز ۷/بجکر ۳۰/منٹ پر شفقِ احمر غائب ہوچکی تھی، مگر شفقِ ابیض غائب نہیں ہوئی تھی، تو قولِ اول پر نماز واذان درست ہوگی، اور قول ثانی پر نہیں درست ہوئی، احتیاطاً فرضِ عشا کا اعادہ کرلیا جائے اور بس۔ (۴)

== اس لئے عبارت میں یوں تغیر ہونی چاہئے: ''عشا کا اتفاقی وقت ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ہوتا ہے، اس لئے عشا کی نماز واذان ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد مناسب ہے''۔ یہ مضمون تصحیح الاغلاط، صفحہ: ۹، سے لکھا گیا) (تمام سال کے لئے یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے، بلکہ موسم کے اختلاف سے کم وبیش ہوتا ہے، اس سلسلہ میں بعنوان ''طریق معرفت وقت مغرب'' سوال کا جواب بھی ملاحظہ فرمالیا جائے۔ (سعید پالنپوری)

(۱) و المغرب منه إلى غيبة الشفق و هو الحمرة وبه يفتى. (مختصر الوقاية متن شرح الوقاية، كتاب الصلوٰة: ۱۱، المطبوع بالهند. انيس)

(۲) "وأول وقت المغرب منه: أى غروب الشمس إلى قبيل غروب الشفق الأحمر على المفتىٰ به، وهو رواية عن الإمام، و عليها الفتوىٰ، وبها قالا، لقول ابن عمر: " الشفق الحمرة". وهو مروى عن أكابر الصحابة، وعليه إطباق أهل اللسان، ونقل رجوع الإمام إليه" (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، كتاب الصلوٰة: ۱۷۷-۱۷۸، قديمى)

(۳) "قوله: وهو البياض): أى الشفق هو البياض عند الإمام وهو مذهب أبى بكر الصديق، وعمر ومعاذ وعائشة رضى الله تعالى عنهم ... وقال فى آخره: فثبت أن قول الإمام هو الأصح الخ، و بهذا ظهر أنه لايفتىٰ ويعمل إلا بقول الإمام الأعظم". (البحر الرائق، كتاب الصلوٰة: ۴۲۷/۱، رشيديه)

(۴) "وأول وقت العشاء حين يغيب الشفق، واختلفوا فى تفسير الشفق: فعند أبى حنيفة: هو البياض، وهو قول أبى بكر الصديق، وعمر ومعاذ وعائشة (رضى الله تعالى عنهم) وعند أبى يوسف ومحمد وزفر والشافعى رحمهم الله تعالى: هو الحمرة، وهو قول عبدالله بن عباس وعبد الله بن عمر (رضى الله تعالى عنهم)" (بدائع الصنائع، كتاب الصلوٰة، فصل فى بيان شرائط الأركان: ۵۶۹/۱، دار الكتب العلمية، بيروت)

اور اگر شفقِ ابیض بھی غائب ہو چکی تھی تو دونوں قول پر نماز صحیح ہوگئی۔ اگر شفقِ احمر بھی غائب نہیں ہوئی تھی تو کسی کے قول پر بھی صحیح نہیں ہوئی، فرض نماز کا اعادہ ضروری ہے۔(۱)

سنن وتراویح کا اعادہ نہیں، نماز وتر تو بعد تراویح جب پڑھی تب تو وقت میں کوئی تردد نہیں رہا ہوگا۔(۲) اس کا بھی اعادہ نہیں۔(۳)

تنبیہ: غروبِ شفق کا وقت اختلافاتِ زمان ومکان سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔(۴) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۶/۵-۳۴۸)

عشا کا مستحب وقت:

سوال: عشا کی نماز کا بہتر وقت کونسا ہے جس میں عوام کو تکلیف نہ ہو؟

الجواب

عشا کی نماز ایک ثلث شب ہونے پر مستحب ہے اور اگر بضرورت کچھ پہلے پڑھ لیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔(۵)

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۴۱/۲)

(۱) " قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿إِنَّ الصَّلٰوۃَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَاباً مَّوْقُوتاً﴾. (سورۃ النساء: ۱۰۳)

أی فرضاً مؤقتاً، حتی لایجوز أداء الفرض قبل وقتہ إلا صلاۃ العصر یوم عرفۃ علیٰ مایذکر". (بدائع الصنائع، کتاب الصلوٰۃ، فصل فی بیان شرائط الأرکان: ۵۵۸/۱، دارالکتب العلمیۃ، بیروت)

"ومن الشرط الوقت للفرائض الخمس بالکتاب والسنۃ والإجماع علی اشتراط فی عدۃ من المعتمدات ... و یشترط اعتقاد دخولہ لتکون عبادۃ بینۃ جازمۃ، لأن الشک لیس بجازم، حتی لوصلی وعندہ أن الوقت لم یدخل فظهر أنہ کان قد دخل، لاتجزیہ، لأنہ لما حکم بفساد صلاتہ بناہ علیٰ دلیل شرعی وهوتحریہ لاینقلب جائزاً إذا ظہر خلافہ، ویخاف علیہ فی دینہ". (حاشیۃ الطحطاوی علیٰ مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب شروط الصلوٰۃ وأرکانہا: ۲۱۵/۱، قدیمی)

(۲) "ووقت العشاء والوتر منہ إلی الصبح، ولکن لایصح أن یقدم علیہا الوتر إلا ناسیاً لوجوب الترتیب". (الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ: ۳۶۱/۱، سعید)

(۳) "وقضاء الفرض والواجب والسنۃ فرض وواجب وسنۃ (لف ونشر مرتب) آہ". (الدرالمختار، کتاب الصلوٰۃ، باب الوتر والنوافل: ۶۶/۲، سعید)

(۴) " تنبیہ: قال فی الفیض: "ومن کان علیٰ مکان مرتفع کمنارۃ إسکندریۃ، لایفطر ما لم تغرب الشمس عندہ، ولأهل البلدۃ الفطر إن غربت عندهم قبلہ، وکذا العبرۃ فی الطلوع فی حق صلاۃ الفجر أو السحور" (ردالمحتار، کتاب الصوم، باب ما یفسد الصوم ومالایفسدہ: ۴۲۰/۲، سعید)

(۵) عن أبی هریرۃ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: لو لا أن أشق علی أمتی لأمرتهم أن یؤخروا العشاء إلی ثلث اللیل أو نصفہ. (سنن الترمذی، أبواب الصلاۃ، باب ماجاء فی تاخیر العشاء الآخرۃ (ح: ۱۶۷) ==

عشا کا مسنون وقت:

سوال: حنفیہ کے نزدیک عشا کا مسنون وقت کیا ہے اور اس کو کس وقت پڑھنا افضل ہے، کیا مسنون وقت تیسری رات کے چاند ڈوبتے وقت ہے؟ جیسا کہ حضرت نعمان بن بشیر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے:

عن النعمان بن بشير قال: أنا أعلم بوقت هذه الصلوة صلوة العشاء الآخرة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصليها لسقوط القمر لثالثةٍ، رواه أبو داؤد و الدارمى. (مشكوة المصابيح: ۶۱/۱)(۱)

کیا اس روایت سے ثلث کی تعیین ہوتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــ و بالله التوفيق

حنفیہ کے نزدیک عشا کا مسنون وقت رات کا ثلث اول ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر بادل نہ ہو اور سردی کا زمانہ ہو تو عشا کی نماز ثلث اول کے آخر میں اس وقت پڑھنا مستحب ہے کہ ثلث اول کے ختم سے ذرا پہلے نماز سے فارغ ہو جائے، اگر بادل ہو یا گرمی کا زمانہ ہو تو جلدی کرنا مستحب ہے۔

(و) يستحب (تأخير العشاء إلى ما قبل ثلث الليل) الأول، فى غير وقت الغيم، فيندب تعجيله فيه. (اللباب فى شرح الكتاب: ۵۸/۱)(۲)

"الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح" میں ہے:

(ويستحب تأخير صلوة العشاء إلى ثلث الليل) قيده فى الخانية والتحفة والمحيط الرضوى والبدائع بالشتاء أما فى الصيف فيستحب التعجيل، نهر، لئلاّ تقلّ الجماعة لقصر الليل فيه ... (قوله قال صلى الله عليه وسلم، الخ) ورد فى التأخير أخبار كثيرة صحاح وهو مذهب أكثر أهل

== /الاوسط فى السنن والإجماع والاختلاف لابن المنذر: ۳۴۴/۲ (ح: ۹۷۵)/ صحيح ابن حبان: ۳۹۹/۴ (ح: ۱۵۳۱)/ مسند الإمام أحمد (ح: ۷۴۰۶)/ مصنف ابن أبى شيبة (ح: ۳۳۴۵)/ مصنف عبدالرزاق (ح: ۲۱۰۶)/ سنن أبو داؤد، باب فى وقت العشاء الآخرة (ح: ۴۲۲) انيس)

وتأخير عشاء إلى ثلث الليل قيده فى الخانية وغيرها بالشتاء أما الصيف فيندب تعجيلها. (الدر المختار)

(قيده فى الخانية) وفى الهداية: وقيل فى الصيف يعجل كيلا تتقلل الجماعة. (رد المحتار: كتاب الصلوٰة: ۳۴۱/۱)

ويستحب تعجيل المغرب فى كل زمان كذا فى الكافى وكذا تأخير العشاء إلى ثلث الليل الخ وفى يوم الغيم ينور الفجر الخ ويعجل العشاء كيلا يمنع مطر أو ثلج عن الجماعة هكذا فى محيط السرخسى هذا فى الأزمنة كلها. (الفتاوىٰ الهندية، ط: مصر، الباب الأول فى المواقيت، الفصل الثانى: ۴۸/۱، ظفير)

(۱) سنن أبى داؤد، باب فى وقت العشاء الآخرة (ح: ۴۱۹)/ سنن الدارمى، باب مايستحب من تأخير العشاء (ح: ۱۳۴۵)/ مسند أبى داؤد الطيالسى، النعمان بن بشير (ح: ۸۳۴) انيس

(۲) اللباب فى شرح الكتاب، باب مواقيت الصلاة، قبيل باب الأذان. انيس

العلم من الصحابة والتابعين وفى تأخيرها قطع السمر المنهى عنه على ما رواه الإمام أحمد والجماعة من حديث أبى بردة أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم كان يستحب أن يؤخّر العشاء وكان يكره النوم قبلها والحديث بعدها. (الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۹۹)

کبیری میں ہے:

(وتأخير) صلوة (العشاء الى ما قبل ثلث الليل مستحب) لما فى البخارى من حديث عائشة رضى اللّٰه عنها كانوا يصلّون العتمة فيما بين أن يغيب الشفق إلى ثلث الليل الأول.

وروى الترمذى(۱) عن أبى هريرة قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: لو لا أن أشقّ على أمتى لأمرتهم أن يؤخّروا العشاء إلى ثلث الليل أو نصفه وقال حسن صحيح. (الكبيرى: ۲۳٤)

عشا کی نماز کو تہائی رات سے پہلے تک مؤخر کرنا مستحب ہے، اس لئے کہ بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عشا کی نماز شفق ڈوبنے کے بعد رات کے ثلث اول تک پڑھتے تھے اور ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر امت پر مشقت کا خوف نہ ہوتا تو عشا کی نماز کو رات کے ثلث اول تک یا نصف تک مؤخر کرنے کا (وجوبی) حکم دے دیتا اور اگر ''أونصفه'' راوی کا شک ہے تو ترجمہ یہ ہوگا کہ عشا کی نماز کو رات کے ثلث اول تک مؤخر کرنے کا حکم دیتا یا فرمایا نصف تک مؤخر کرنے کا حکم دیتا، اور شک راوی اور تنویع دونوں کا احتمال رکھتا ہے، ظاہر یہی ہے کہ تنویع کا ہو۔

مرقات میں ہے:

(لأمرتهم) أى وجوبًا (أن يؤخروا العشاء إلى ثلث الليل) أى فى الصيف (أو نصفه) أى فى الشتاء، قال ميرك: أويحتمل التنويع وهو الأظهر ويحتمل الشك من الراوى''. (مرقاة المفاتيح، باب تعجيل الصلوة، الفصل الثانى: ۱/۴۰٦)

(ولنا): ماروى أن النبى صلى اللّٰه عليه وسلم أخّر العشاء إلى ثلث الليل ثم خرج فوجد أصحابه فى المسجد ينتظرونه فقال أما أنه لا ينتظر هذه الصلاة فى هذا الوقت أحد غيركم ولولا سقم السقيم وضعف الضعيف لأخّرت العشاء إلى هذا الوقت وفى حديث آخر: لولا أن أشقّ على أمتى لأخّرت العشاء إلى ثلث الليل (وكتب) عمر رضى اللّٰه تعالى عنه إلى أبى موسى الأشعرى رضى اللّٰه تعالى عنه أن صلّ العشاء حين يذهب ثلث الليل فإن أبيت فإلى نصف الليل فإن نمت فلا نامت عيناك وفى رواية فلا تكن من الغافلين''. (المبسوط للسرخسى: ۱/۱٤۸)(۲)

(۱) سنن الترمذى، باب ماجاء فى تأخير العشاء الآخرة (ح: ١٦٧) انيس

(۲) المبسوط للسرخسى، باب مواقيت الصلاة: ١/١٤٨. انيس

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی وہ روایت جو سوال میں مذکور ہے، اس سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا وقت تیسری رات کے چاند ڈوبتے وقت تھا، اس کے سوا اس وقت نماز پڑھنے کی فضیلت نہیں معلوم ہوتی ہے، جب کہ اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں مروی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز عشا کو ثلث اول کے آخر تک مؤخر کرنا ہے جیسا کہ مبسوط سرخسی اور کبیری کے حوالہ میں حدیث کا ذکر آچکا ہے، اس کے سوا اور بہت سی احادیث ہیں جو حدیث کی کتابوں میں مذکور ہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک نماز عشا کا وقت ثلث اول ہے، اس کے بعد ان کے یہاں عشا کی نماز قضا ہوگی ادا نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ”کتاب ا لأم“ میں ہے:

”وقت العشاء: وأوّل وقتها حين يغيب الشفق والشفق الحمرة التي في المغرب ... وآخر وقتها إلى أن يمضي ثلث الليل فإذا مضى ثلث الليل الأول فلا أراها إلا فائتةً لأنه آخر وقتها، الخ“. (كتاب الأم، وقت العشاء: ۷٤/۱)

اور تمام نمازوں کی طرح ان کے یہاں عشا کی نماز بھی جلدی پڑھ لینا افضل ہے۔ حضرت نعمان بن بشیرؓ کی اس روایت سے انہوں نے تعجیل عشا پر استدلال کیا ہے جو بہر صورت ثلث کے اندر رہوگا، ثلث نہ ہوگا۔

ملا علی قاری نے مرقات شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر مکی شافعی کی یہ عبارت نقل کی ہے:

”قال ابن حجر: والقمر غالبًا يسقط في تلك الليلة قرب غيبوبة الشفق الأحمر وفيه أصرح دليل لمذهب الشافعي أن الأفضل تعجيل الصلوة لأول وقتها حتى العشاء، اهـ“. (مرقاة المفاتيح، باب تعجيل الصلوة، الفصل الثاني: ٤٠٦/۱)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث تعیین ثلث کے لئے نہیں ہے، اگر اس سے تعیین ثلث ہوتی تو حنفیہ اس سے استدلال کرتے، چونکہ ان کا مذہب یہ ہے کہ عشا کی نماز ثلث اول کے آخر میں پڑھنا افضل ہے، اس حدیث کو مخالف سمجھ کر جواب نہ دیتے۔

بدائع میں ہے:

(وأما) العشاء فالمستحب فيها التأخير إلى ثلث الليل في الشتاء ... وعند الشافعي المستحب تعجيلها بعد غيبوبة الشفق لما ذكر، وعن النعمان بن بشير أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يصلّي العشاء حين يسقط القمر في الليلة الثالثة وذلك عند غيبوبة الشفق يكون ولنا ما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم أخّر العشاء إلى ثلث الليل ثم خرج فوجد أصحابه في المسجد ينتظرونه فقال أما أنه لا ينتظر هذه الصلوة في هذا الوقت أحد غيركم ولولا سقم

السقيم وضعف الضعيف لأخّرت العشاء إلى هذا الوقت وفى حديث أخر قال: لو لا أن أشقّ على أمتى لأخّرت العشاء إلى ثلث الليل (إلى أن قال) والحديث محمول على زمان الصيف أوعلى حال العذر. (بدائع الصنائع: ۱/۳۵۸-۳۵۹)(۱)

اس عبارت سے یہ بات صاف ہوگئی کہ یہ حدیث حنفیہ کے مسلک کے خلاف ہے، اگر یہ حدیث مستحب وقت کی تعیین کرتی جو حنفیہ کے یہاں ثلث اول ہے تو پھر اس کو مخالف سمجھ کر جواب کیوں دیا جاتا۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس حدیث سے تعیین ثلث نہیں ہوتی ہے، اگر کوئی ثلث اول کی تعیین پر اس سے استدلال کرتا ہے تو علاوہ اس کے یہ استدلال ثلث کے لفظ کے خلاف ہوگا، خود احناف وشوافع بھی اس کے ساتھ اس استدلال میں نہ ہوں گے۔

اس تفصیلی جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک عشا کا مسنون وقت ثلث اول ہے، اور ثلث اول کے بعد نصف تک مباح بغیر کراہت ہے، اور نصف کے بعد آخر شب تک مکروہ تحریمی ہے، (۲) اور جاڑے کے زمانہ میں جب راتیں لمبی ہوتی ہیں ثلث اول کے آخر میں پڑھنا افضل ہے، تاکہ اس کے بعد آدمی سوجائے اور سمر (قصہ گوئی) منہی عنہ (۳) کے ارتکاب سے بچے اور گرمی کے زمانہ میں ثلث اول کے اندر جلدی نماز پڑھنا چاہئے تاکہ تاخیر سے جماعت کم نہ ہوجائے اور لوگ سو نہ جائیں، پھر تاخیر سے نماز فجر کے چھوٹنے کا بھی خطرہ ہے، اس لئے کہ گرمی کی راتیں چھوٹی ہوتی ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد یحییٰ قاسمی۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/۳۶۰-۳۶۴)

---

(۱) عن أبى سعيد رضى الله عنه قال: انتظرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ليلة لصلوٰة العشاء حتى ذهب نحو من شطر الليل، قال فجاء فصلى بنا، ثم قال: خذوا مقاعدكم، فإن الناس قد أخذوا مضاجعهم، وإنكم لم تزالوا فى صلاة منذ انتظرتموها، ولو لا ضعف الضعيف وسقم السقيم وحاجة ذى الحاجة لأخرت هذه الصلوٰة إلى شطر الليل. (صحيح ابن خزيمة، باب استحباب تأخير العشاء إذا لم يخف: ۱/۱۷۷ (ح: ۳۴۵)/مسند الإمام أحمد، مسند أبى سعيد الخدرى (ح: ۱۱۰۲۸)/سنن أبى داؤد، باب فى وقت العشاء الآخرة (ح: ۴۲۲) سنن النسائى كتاب المواقيت (ح: ۶۹۳) انيس)

(۲) ثم تأخير العشاء إلى ثلث الليل مندوب وإلى نصفه جائز بلا كراهة وإلى النصف الأخير مكروه لأنه خلاف السنة. (رسائل الأركان، فصل فى المواقيت، ص: ۵۹، المطبع اليوسفى لكناؤ. انيس)

(۳) عن أبى برزة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يكره النوم قبل العشاء و الحديث بعدها. (الصحيح للبخارى، باب ما يكره من النوم قبل العشاء (ح: ۵۶۸)/ سنن الترمذى، باب ما جاء فى كراهية النوم قبل العشاء و السمر بعدها (ح: ۱۶۸)/سنن الدارمى، باب النهى عن النوم قبل العشاء (ح: ۱۵۷۱) انيس)

وقت عشا وفجر کے بارے میں:

سوال: آیا جناب کے علم میں گھڑی کے حساب سے کچھ وقت مقرر ہے کہ آجکل رمضان میں غروب شمس سے کتنی دیر کے بعد وقت عشا کا شروع ہوجاتا ہے اور مختلف فیہ کب سے اور متفق علیہ کب سے اور ایسے ہی صبح صادق سے طلوع شمس تک کتنا وقت ہے؟

الجواب

ہر موسم میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے، مابین غروب ووقت عشا اور مابین فجر وطلوع بھی اور ہر زمانہ میں جو قدرے تفاوت ہوتا ہے، وہ مظاہر حق سے یا اسلامی جنتری سے جو سہارنپور میں ملتی ہے، معلوم کریں۔

کتبہ: احقر عبدالکریم۔۱۵؍رمضان ۱۳۴۸ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۲۳-۲۴)

نمازِ عشا اخیر رات میں نیند کے بعد درست ہے یا نہیں:

سوال: عشا کی نماز ایک شخص صبح کو دو یا تین بجے نیند کر کے ادا کرتا ہے، یہ شرعاً کیسا ہے؟

الجواب

حدیث شریف میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز سے پہلے سونے کو مکروہ سمجھتے تھے، (۱) اور کتب فقہ میں تصریح ہے کہ نصف شب کے بعد عشا کی نماز پڑھنی مکروہ ہے۔ پس یہ طریق اس شخص کا اچھا نہیں ہے، بلکہ اس کی عادت کر لینا مکروہ وممنوع ہے اور سونے سے بہتر یہ ہے کہ نمازِ عشا سونے سے پہلے ادا کر لیوے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/۵۱)

---

(۱) عن سعید بن المسیب کان یقول: یکره النوم قبل العشاء والحدیث بعدها. (موطأ الإمام مالک، ماجاء فی صلاة اللیل (ح: ۳۹۰) انیس)

(۲) ویستحب تعجیل المغرب الخ وتأخیر العشاء إلیٰ ما قبل ثلث اللیل، الخ، والتأخیر إلیٰ نصف اللیل مباح لأن دلیل الکراهة وهو تقلیل الجماعة عارضه دلیل الندب وهو قطع السمر بواحد فیثبت الإباحة إلی النصف وإلی النصف الأخیر مکروه. (الهدایة، باب المواقیت: ۱/۷۹)

وتأخیرها إلیٰ مابعده أی بعد نصف اللیل إلی طلوع الفجر مکروه إذا کان بغیر عذر، الخ، أما إذا کان بعذر فالضرورات تبیح المحظورات. (غنیة المستملی: ۲۳۳، ظفیر)

ذکر الطحاوی بأن تأخیر العشاء إلی ثلث اللیل مستحب وبعده إلی نصف اللیل مباح غیر مکروه، قال الطحاوی: وبعد نصف إلی طلوع الفجر مکروه إذا کان بغیر عذر. (المحیط البرهانی، الفصل الثانی فی بیان فضیلة الأوقات: ۱/۲۷۵. انیس)

نماز عشا سونے کے بعد ادا کرنا:

سوال: میری امی صبح بہت جلدی اٹھتی ہیں، اس وجہ سے رات جلدی آنکھ لگ جاتی ہے، اور اکثر وہ عشا کی نماز ایک نیند پوری کر کے دس گیارہ بجے تک پڑھتی ہیں، جب کہ سنا ہے کہ اگر عشا کی نماز سے پہلے نیند آجائے اور پھر سو کر اٹھ کر نماز پڑھی جائے تو نماز قبول نہیں ہوتی؟

الجواب ــــــــــــــــ

عشا کی نماز پڑھے بغیر سو جانا مکروہ ہے اور حدیث میں اس پر بددعا آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"**فمن نام فلا نامت عينه، فمن نام فلا نامت عينه، فمن نام فلا نامت عينه**". (مشکوٰۃ: ۶۰)(۱)

ترجمہ: پس جو عشا کی نماز پڑھے بغیر سو جائے اللہ کرے اس کی آنکھیں سو نہ سکیں (تین بار یہ بددعا فرمائی)۔

تاہم اگر آدمی سو جائے اور اٹھ کر نماز پڑھ لے، تب بھی نماز ہو جائے گی۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۲۱۲/۳-۲۱۳)

عشا کی نماز کا وقت:

سوال: بارہ بجے شب کے بعد عشا کی نماز بہ نیت قضا پڑھنی چاہئے یا بلا نیت قضا، کیا نماز ہو جائے گی؟ رات کے وقت زوال ہوتا ہے کہ نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

عشا کی نماز ایک تہائی رات تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور آدھی رات تک ادا کر لینا بلا کراہت جائز ہے، آدھی رات کے بعد ادا کرنا مکروہ ہے۔ لیکن نماز ادا ہوگی، قضا نہیں۔ اس لئے کہ اصلاً عشا کا وقت طلوع صبح صادق تک ہے۔(۲) رات میں زوال کا وقت نہیں ہوتا۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی۔ ۱۳۷۵/۵/۳۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۱۱۰/۲)

---

(۱) موطا الإمام مالک، کتاب وقوت الصلاة (ح: ۶) انیس

وکان ابن عمر یسب من ینام قبله. (أوجز المسالک إلى موطا الإمام مالک: ۲۸۵/۱، دار القلم، دمشق. انیس)

(۲) (و) وقت (العشاء والوتر منه إلى الصبح. (الدر المختار)

(قوله منه) أی من غروب الشفق. (ردالمحتار: ۱۸/۲)

(والمستحب للرجل (الإبتداء فی الفجر (بإسفار والختم به)... (و) تأخير (عشاء إلى ثلث الليل)... فإن أخرها أی ما زاد على النصف كره لتقليل الجماعة. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، کتاب الصلاة: ۲۴/۲-۲۶)

(۳) کیوں کہ رات میں سورج طلوع ہی نہیں ہوتا ہے۔ انیس

عشا میں جلدی کا حکم:

سوال: عشا کی اذان اور نماز میں اکثر مسجدوں میں اتنی جلدی کرتے ہیں کہ مغرب کی اذان سے عشا کی جماعت تک ڈیڑھ گھنٹہ بھی ٹھیک سے نہیں ہوتا تو کیا ایسی صورت میں اذان اور نماز ہو جاتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

ہر موسم میں مغرب اور عشا کے درمیان فاصلہ الگ ہوتا ہے، اس کام کیلئے نقشے چھپے ہوئے ہیں، حافظ فرید الدین صاحب وکٹوریہ روڈ والے اوقات نماز کا جو نقشہ چھاپتے ہیں، اس کے مطابق عمل کریں۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ ۹/۲۰/ ۱۳۹۷ھ۔ (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۹۳)

نصف شب کے بعد عشا کی نماز ادا کرنے کا حکم:

سوال: مجموع الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ نصف شب کے بعد اگر کوئی عشاء کی نماز پڑھے تو اس کا اعادہ صبح کو واجب ہے۔ اور حضرت والا بہشتی زیور میں تحریر فرماتے ہیں کہ مغرب کے بعد سرخی مٹ جانے کے بعد سے صبح صادق تک عشا کا وقت باقی رہتا ہے۔

یہ سمجھ میں نہیں آتی۔ اگر اتفاقاً کبھی نصف شب کے بعد عشا پڑھی جائے تو صبح کو پھر اعادہ کرنا ضروری ہوگا یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

بعد نصف شب کے عشا کی نماز درست تو ہے اور وہ ادا صحیح ہو جاتی ہے، مگر بلا عذر اتنی تاخیر کرنا مکروہ ہے، (۱) باقی اعادہ کا واجب ہونا یہ غلط ہے، کیونکہ اعادہ اس جگہ واجب ہوتا ہے، جہاں صلوٰۃ معادۃ صلوٰۃ اولیٰ سے اکمل ہو سکتی ہو اور یہاں صلوٰۃ معادۃ بعد الفجر صلوٰۃ اولیٰ سے انقص ہوگی، کیونکہ اولیٰ ادا ہے اور ثانیہ قضا، وشتان بینهما، اس تاخیر سے استغفار کرنا چاہئے، اگر بلا عذر ہو، اور عذر سے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم (امداد الاحکام: ۲/۲۰-۲۱)

---

(۱) ثم تأخير العشاء إلى ثلث الليل مندوب وإلى نصفه جائز بلا كراهة وإلى النصف الأخير مكروه لأنه خلاف السنة. (رسائل الأركان، فصل في المواقيت، ص: ۵۹، المطبع اليوسفي لكهنؤ. انيس)

فأما صلاة العشاء فالمستحب عندنا تأخيرها إلى ثلث الليل ويجوز التأخير بعد ذلك إلى نصف الليل ويكره التأخير بعد ذلك. (المبسوط للسرخسي، باب مواقيت الصلاة: ۱/۱۴۷. انيس)

تأخير العشاء إلى ما زاد على نصف الليل والعصر إلى وقت اصفرار الشمس والمغرب إلى اشتباك النجوم يكره كراهة تحريم. (قنية المنية لتتميم الغنية، باب مواقيت الصلاة: ۱۲، مخطوطة. انيس)

بارہ بجے کے بعد نمازِ عشا:

سوال: کیابارہ بجے کے بعد عشا کی نماز مکروہ ہوجاتی ہے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

نصف شب کے بعد تک نمازِ عشا کومؤخر کرنا مکروہ ہے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔ (فتاویٰ محمودیہ:۳۴۹/۵)

عشا کی نماز رات تین بجے:

سوال: عشا کی نماز اگر ایک یا دو یا تین بجے رات میں پڑھی جائے تو یہ ادا ہوگی یا قضا؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اس وقت پڑھنے سے بھی نماز ادا ہی ہوگی، قضا نہیں ہوگی، (۲) مگر اتنی دیر تک مؤخر نہ کریں، جماعت کے ساتھ وقت مقررہ پر ادا کریں۔(۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیو بند۔۱۵/۹/۱۳۹۳ھ۔

الجواب صحیح: بندہ نظام الدین عفی عنہ، دارالعلوم دیو بند۔۱۵/۹/۱۳۹۳ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ:۳۴۸/۵)

(۱) عن عبدالله بن عمر قال: مكثنا ذات ليلة ننتظر رسول الله صلى الله عليه وسلم لصلاة العشاء الآخرة فخرج إلينا حين ذهب ثلث الليل أو بعده فلا ندرى أشىء شغله فى أهله أو غير ذلك فقال حين خرج: إنكم لتنتظرون صلاة ما ينتظرها أهل دين غيركم ولولا أن يثقل على أمتى لصليت بهم هذه الساعة ثم أمر المؤذن فأقام الصلاة وصلى. (الصحيح لمسلم، كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب وقت العشاء وتأخيرها (ح: ١٤٤٤)/الصحيح للبخارى كتاب مواقيت الصلاة، باب النوم قبل العشاء لمن غلب (ح: ٥٧٠)/سنن النسائى، كتاب المواقيت، باب آخر وقت العشاء (ح: ٥٣٨)/سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب فى وقت العشاء الآخرة (ح: ٤٢٠) انيس)

"(فإن أخرها إلٰى ما زاد على النصف)، كره لتقليل الجماعة، أما إليه فمباح". (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، قبيل مطلب يشترط العلم بدخول الوقت: ٣٦٨/١، سعيد)

(۲) سألوا أنسا عن خاتم رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: أخر رسول الله صلى الله عليه وسلم العشاء ذات ليلة إلى شطر الليل أو كاد يذهب شطر الليل ثم جاء فقال: إن الناس قد صلوا وناموا وإنكم لم تزلوا فى صلاة ماانتظرتم الصلاة، قال أنس: كأنى انظر إلى وبيص خاتمه ورفع إصبعه اليسرىٰ بالخنصر. (الصحيح لمسلم كتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب وقت العشاء وتأخيرها (ح: ١٤٤٦) انيس)

(۳) وتأخير العشاء إلٰى ثلث الليل، قيده فى الخانية بالشتاء، أما الصيف فيندب تعجيلها، فإن أخرها إلٰى ما زاد على النصف، كره لتقليل الجماعة، أما إليه فمباح. (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، قبيل مطلب يشترط العلم...: ٣٦٨/١، سعيد)

عشا، سحری، تہجد وغیرہ کے اوقات:

سوال: کیا نماز عشا اور نمازِ تہجد اور سحری کھانے کے وقت کی انتہا ایک ہے، یعنی صبح صادق کے اندر تک ان تینوں کی انتہا ہے اور تہجد کا وقت کب سے شروع ہوتا ہے اور اس کی انتہا کیا ہے؟

الجواب ـــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

ان سب کا انتہائی وقت ایک ہے۔طلوعِ صبحِ صادق سے کچھ دیر پہلے سحری کھانا افضل ہے، سحری میں دیر چاہئے، مگر نہ اس قدر کہ صبح صادق ہوجانے کا شک ہوجائے، بلکہ اس سے پہلے پہلے ختم ہونی چاہئے۔(۱)

اور تہجد کا وقت بھی عشا کے بعد تمام رات ہے، لیکن سوکر اٹھ کر پڑھنا زیادہ موجب ثواب ہے اور سب سے آخر میں پڑھنا افضل ہے۔(۲) فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔۱۲/۷/۱۳۵۷ھ۔

صحیح: عبداللطیف۔جواب صحیح ہے: سعید احمد غفرلہ۔(فتاویٰ محمودیہ: ۳۴۹/۵۔۳۵۰)

---

(۱) "وأول وقت العشاء إذا غاب الشفق على القولين،وآخره ما لم يطلع الفجر:أى الجزء الذى قبيل طلوع الفجرمن الزمان". (الحلبى الكبير،كتاب الصلوٰة،بحث:فروع فى شرح الطحاوى،ص:۲۲۹،سهيل اكيڈمى، لاهور)

"التسحرمستحب،ووقته آخرالليل،قال الفقيه أبو الليث:وهوالسدس الأخير،هكذا فى السراج الوهاج،ثم تأخيرالسحور مستحب،كذا فى النهاية،ويكره تأخيرالسحورإلىٰ وقت يقع فيه الشك،هكذا فى السراج الوهاج". (الفتاوىٰ الهندية،كتاب الصوم،الباب الثالث فيما يكره للصائم وما لا يكره: ۲۰۰/۱، رشيدية)

(۲) "و صلاة الليل و أقلها (علىٰ ما فى الجوهرة) ثمان، و لو جعله أثلاثاً ، فالأوسط أفضل ، و لو أنصافاً فالأخيرأفضل". (الدر المختار)

"وقد ذكرالقاضى حسين من الشافعية أنه فى الاصطلاح التطوع بعد النوم،وأيد بما فى معجم الطبرانى من حديث الحجاج بن عمرو رضى اللّٰه تعالىٰ عنه قال:" يحسب أحدكم إذا قام من الليل يصلى حتى يصبح أنه قد تهجد،إنما التهجد:المرأ يصلى الصلاة بعد رقدة "غيرأنه فى سنده ابن لهيعة،وفيه مقال ... أقول:الظاهرأن حديث الطبرانى الأول بيان لكون وقت بعد صلوٰة العشاء،حتى لونام،ثم تطوع قبلها،لايحصل السنة،فيكون حديث الطبرانى الثانى مفسراً للأول،وهوأولىٰ من إثبات التعارض والترجيح".الخ" ولو أراد أن يقوم نصفه وينام نصفه،فقيام نصفه الأخيرأفضل لقلة المعاصى فيه غالباً،و للحديث الصحيح:"ينزل ربنا إلى السماء الدنيا فى كل ليلة حين يبقى ثلث الليل الأخير، فيقول: "من يدعونى فأستجيب له ؟ومن يسألنى فأعطيه؟من يستغفرنى فأغفرله". (رد المحتار،كتاب الصلوٰة،باب الوتروالنوافل: ۲۴/۲۔۲۵،سعيد)

الحديث الأول فى المعجم الكبيرللطبرانى،حجاج بن عمروبن غزيةالأنصارى (ح:۳۲۱۶)انيس
والحديث الثانى فى سنن الدارمى،باب ماينزل اللّٰه إلى السماء الدنيا (ح:۱۶۲۳)انيس

رمضان میں عشا اور صبح صادق کا وقت:

سوال: رمضان المبارک میں عشا کی نماز کا ابتدائی وقت (یعنی اذان کا وقت) کتنے بجے شروع ہوتا ہے؟ اور صبح صادق کا وقت کب تک رہتا ہے؟ اس مسئلہ کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ کئی مساجد میں اوقات نماز کے دو مختلف نقشے آویزاں ہیں ان میں تقریباً اوقات صبح صادق اور وقت عشا میں ۲۰/۲۵ منٹ کا فرق ہے اور نقشے کے نیچے یہ درج ہے کہ اس میں اوقات صبح صادق وعشا کی تصحیح کی گئی ہے، اس میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کا بھی نام ہے جبکہ عمل عملا اس کے خلاف ہے، اب ہم کس نقشے کے مطابق اذانوں کا وقت متعین کریں، اور سحری کا وقت کس نقشے کے مطابق ہو؟ مفتی صاحب کا جس نقشہ میں نام ہے اس میں اختتام سحری ۴ بجکر انسٹھ منٹ لکھا ہے دوسرے نقشہ میں وقت سحری چار بجکر بیالیس منٹ لکھا ہے؟

الجواب

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کو شروع میں اوقات فجر وعشا کے بارے میں کچھ تردد ہوگیا تھا، لیکن آخر میں ان کا فتویٰ یہی تھا کہ قدیم نقشے درست ہیں، چنانچہ گزشتہ رمضان میں خود انہوں نے جو نقشہ شائع کروایا، وہ قدیم نقشوں کے مطابق تھا۔ اب آپ کو دیکھنا ہو تو دارالعلوم نانک واڑہ سے نقشہ حاصل کرلیجئے۔ واللہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ ۱۲/۹/۱۳۹۷ھ (فتویٰ نمبر: ۹۴۳/۲۸۔ج) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۹۴)

عشا کو کب تک مؤخر کرسکتے ہیں:

سوال: مسجد کے باہر کوئی پچاس فٹ پر وعظ ہو رہا تھا، اتنے میں نماز عشاء کے لئے اذان ہوئی جس کو لوگوں نے بخوبی سنا، یہاں کی مسجد میں اذان ہوا کرتی ہے جس کی آواز عام طور سے دوڈھائی سو گز کے فاصلے سے سنی جاتی ہے، کیا بعد اذان وعظ یا کسی دنیاوی اغراض کے لئے نماز میں تاخیر کی جاسکتی ہے۔

(المستفتی نمبر: ۱۱۳۱۔ نصیر الدین صاحب (ضلع رنگپور) ۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۵ھ۔ ۱۵/ اگست ۱۹۳۶ء)

الجواب

اذان سننے کے بعد جماعت میں شرکت بہتر تھی۔ لیکن اگر اہل جلسہ اس مسجد کے نمازی نہ تھے اور جلسہ بھی کسی صحیح شرعی غرض کے لئے تھا اور انہوں نے ختم جلسہ کے بعد کسی دوسری مسجد یا دوسری جگہ میں جماعت سے نماز پڑھنے کا ارادہ کرلیا تھا تو وقت مستحب تک نماز کی تاخیر کا مضائقہ نہ تھا۔(۱) فقط (کفایت المفتی: ۳/۶۴)

(۱) إلٰی ثلث اللیل. (الفتاویٰ الهندیة، الفصل الثانی فی بیان فضیلة الأوقات: ۱/۵۲، ماجدیة، کوئٹه)

قطب شمالی وجنوبی میں اوقات نماز کی پابندی کا طریقہ:

سوال: اوقاتِ نماز کی پابندی ممالک قطب شمالی اور قطب جنوبی میں کس طرح ہوسکتی ہے، ان ممالک میں تین تین مہینہ تک آفتاب طلوع نہیں ہوتا علیٰ ہذا تین ماہ تک غروب نہیں ہوتا۔ ایسے مقامات میں نماز کس طرح ادا کی جاوے؟

الجواب

ایسے مواقع کا حکم بھی فقہا نے لکھ دیا ہے کہ وہاں اندازہ کرکے نمازیں ادا کریں۔(۱)

جیسا کہ حدیث میں ہے کہ دجّال کے ظہور کے وقت ایک دن سال بھر کا ہوگا، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بجواب صحابہ نمازوں کے بارہ میں یہ ارشاد فرمایا کہ اندازہ کرکے نمازیں ادا کرو۔(۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں پڑھو، اسی قدر فصل سے جیسے عام بلاد میں نمازوں کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے۔ پس یہی حکم عند المحققین ان مواقع کا ہے، جہاں چھ چھ مہینہ یا کم وبیش دن اور رات رہتے ہیں۔(۳)

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۰/۲-۳۱) ☆

---

(۱) (وفاقد وقتهما) كبلغار فان فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق فى أربعينية الشتاء (مكلف بهما) فيقدر لهما ولا ينوى القضاء، الخ. (الدر المختار)

انتفاء الدليل على الشىء لا يستلزم انتفاء ه لجواز دليل آخر وقد وجد وهو ماتواطئت عليه أخبار الإسراء من فرض اللّٰه تعالٰى الصلوات خمساً بعد ما أمر أولاً بخمسين ثم استقر الأمر على الخمس شرعاً عاماً لأهل الأفاق لا تفصيل بين قطر وقطر. وماروى روى أنه صلى اللّٰه عليه وسلم ذكر الدجال ... قلنا: مالبثه فى الأرض؟ قال: أربعون يوماً، يوم كسنة و يوم كشهر ويوم كجمعة وسائر أيامه كأيامكم"، قلنا: فذلك اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم، قال: لا، اقدروا له قدره. رواه مسلم. (رد المحتار، كتاب الصلوٰة، مطلب فى فاقد وقت العشاء: ۳۳۵/۱-۳۳۷)

(۲) عن النواس بن سمعان الكلابى قال: ذكر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الدجال فقال: إن يخرج وأنا فيكم، فأنا حجيجه دونكم، وإن يخرج ولست فيكم فامرؤ حجيج نفسه واللّٰه خليفتى علىٰ كل مسلم، فمن أدركه منكم فليقرأ عليه فواتح سورة الكهف فإنها جواركم من فتنته، قلنا، ومالبثه فى الأرض؟ قال: أربعون يوما، يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر أيامه كأيامكم، فقلنا: يارسول اللّٰه! هذا اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم وليلة؟ قال: لا، اقدروا له قدره. (سنن أبى داؤد، كتاب الملاحم باب خروج الدجال (ح: ۴۳۲۱)/ الصحيح لمسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذكر الدجال وصفته ومامعه (ح: ۲۹۳۷)/ سنن ابن ماجة، كتاب الفتن (ح: ۴۰۷۵) انيس)

(۳) قال الرملى فى شرح المنهاج: ويجرى ذلك فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة، آه، ح، قال فى إمداد الفتاح: قلت: وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكوٰة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والإجارة وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب مايكون كل يوم من الزيادة والنقص كذا فى كتب الأئمة الشافعية ونحن نقول بمثله اذ أصل التقدير مقول به إجماعاً فى الصلوات. (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة: ۳۳۸/۱)

واعلم أن محل كونها خمساً فى اليوم والليلة فى غير أيام الدجال، أمافيها فقدورد أن أولها كسنة وثانيها كشهر ==

لاپ لینڈ میں نماز وروزہ کیسے ادا کیا جائے:

سوال: جزیرہ لاپ لینڈ جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے رات رہتی ہے، وہاں نماز پنجوقتہ کس طرح پڑھے؟ اور رمضان شریف میں روزے کس طرح رکھے؟ وہاں روزے رکھنے میں رمضان شریف کے مہینے کی شرط ہے یا نہیں؟ اگر شرط ہے تو رمضان شریف کا مہینہ کس طرح معلوم کیا جاوے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

نمازوں کے اوقات کا اندازہ کر کے ادا کی جاویں۔ مثلاً چوبیس گھنٹے کے دن رات ہوتے ہیں؛ اس میں پانچ

==

وثالثها كجمعة، والأمر في اليوم الأول بالتقدير ويقاس به الأخيران، بأن يحرر قدر أوقات الصلوات وتصلي، وكذا الصوم وسائر العبادات الزمانية وغير العبادات كحلول الآجال ويجري ذلك فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة. (نهاية المحتاج في شرح المنهاج، كتاب الصلاة: ۳٦٢/۱/تحفة المحتاج في شرح المنهاج، كتاب الصلاة: ٤٢٨/۱. انيس)

☆ قطب جنوبی وشمالی میں نماز وروزہ کس طرح ہے:

سوال: قطب شمالی وجنوبی کے مسلمان جہاں چھ مہینہ رات اور چھ مہینہ دن رہتا ہے، وہاں کے لوگ روزہ، نماز کس طرح پورا کرتے ہیں؟ گھڑی گھنٹہ کے اعتبار سے یا دن رات کے اعتبار سے؟

الجواب ــــــــــــــــ حامدا و مصلیاً

قطب شمالی اور قطب جنوبی میں کیا ہوتا ہے، وہ لوگ کس طرح روزہ نماز ادا کرتے ہیں، اس کا جواب ان سے ہی حاصل کیجئے، پھر میرے پاس بھی بھیج دیجئے، اس کے بعد دیکھ لیا جائے گا کہ ان کا عمل موافق شرع ہے یا نہیں۔ (ایسے مقامات میں نمازیں اندازہ سے ادا کی جائیں گی۔

"روى مسلم عن النواس بن سمعان رضى الله تعالىٰ عنه قال: ذكر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الدجال .... قلنا يارسول الله! وما لبثه في الأرض؟ قال: أربعون يوماً، يوم كسنة، ويوم كشهر، ويوم كجمعة، وسائر أيامه كأيامكم، قلنا: فذلك اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم؟ قال: "لا، اقدروا له قدره" آه. (الصحيح لمسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذكر الدجال وصفته ومامعه (ح: ۲۹۳۷)/سنن أبي داؤد، كتاب الملاحم باب خروج الدجال (ح: ٤٣٢١)/سنن ابن ماجة، كتاب الفتن (ح: ٤٠٧٥) انيس)

قال الإسنوى: ويقاس عليه اليومان التاليان، والشهر الكمال وجوب القضاء استدلالاً بحديث الدجال، وتبعه ابن الشحنة فصحح في ألغازه، وذكر في المنح أنه المذهب، ولا ينوى القضاء لفقد وقت الأداء". (حاشية الطحطاوى علىٰ مراقى الفلاح، كتاب الصلوٰة، ص: ۱۷۸، قديمى) (كذا في أسنى المطالب في شرح روض الطالب، أول وقت الفجر: ۱۱۷/۱. وكذا في تحفة المحتاج، كتاب الصلاة: ٤٢٨/۱. انيس)

(وفاقد وقتهما) كبلغار، فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق في أربعينية الشتاء (مكلف بهما، فيقدر لهما) ولا ينوى القضاء لفقد وقت الأداء. (الدر المختار، كتاب الصلوٰة، مطلب في فاقد وقت العشاء: ۳٦٢/۱، سعيد) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دار العلوم دیوبند، ۱۶/۷/۱۳۹۵ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۵۳/۵-۳۵۴)

نمازیں بفصل معہود پوری کرلیوے اور روزے میں اقرب بلاد کا لحاظ کرلیوے اور اسی سے روزے کا مہینہ بھی معلوم ہوجاوے گا۔(۱) واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۲/۶۷۔۶۸)

طویل النہار مقامات پر اوقات نماز و روزہ:

سوال: یوروپ کے بعض مقامات پر سال میں چھ مہینے تک صرف نصف گھنٹے کا دن اور ۲۳۔۱/۲ گھنٹے کی رات ہوتی ہے اور باقی چھ مہینوں میں اس کے برعکس، ایسے مقامات پر صبح صادق، نصف النہار، روزہ اور نمازوں کے اوقات کا تعین کس طرح ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملھم الصواب

دن چھوٹا (۲) ہونے سے نماز، روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا، دن بڑا ہونے کی صورت میں اگر چوبیس گھنٹے کے اندر غروب کے بعد بقدر ضرورت کچھ کھانے پینے کا وقت مل جاتا ہو تو غروب تک روزہ رکھنا فرض ہے، البتہ اس کا تحمل نہ ہو تو چھوٹے دنوں میں قضا رکھے اور اگر غروب کے بعد بقدر ضرورت کھانے کا وقت نہ ہو یا چوبیس گھنٹے کے اندر غروب ہی نہ ہوتا ہو تو اس میں مختلف اقوال ہیں۔ ان میں سے ہر ایک پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

(۱) قول شافعی رحمہ اللہ کے مطابق قریب تر علاقہ میں جہاں غروب آفتاب کے بعد بقدر ضرورت کھانے پینے کا وقت مل جاتا ہو اس کے مطابق عمل کیا جائے۔

(۲) ہر چوبیس گھنٹے پورے ہونے سے قبل صرف اتنے وقت کے لئے روزہ چھوڑا جائے، جس میں بقدر ضرورت کچھ کھایا جاسکے۔ نتیجۃً ان دونوں اقوال میں کوئی فرق نہیں۔

(۳) دوسرے معمولی ایام میں روزے قضا رکھے۔

(۴) جو بیس گھنٹے کے اندر غروب والے ایام میں سب سے آخری دن میں ابتداء وقت عصر سے جتنی دیر بعد غروب ہوا تھا۔ عصر سے اتنی دیر کے بعد افطار کرے۔ یہ قول موافق استصحاب حال و حدیث دجال و اقرب الی قول الشافعی ہونے کے علاوہ اسہل بھی ہے۔

---

(۱) (وفاقد وقتهما كبلغار)الخ (مكلف بهما فيقدر لهما)الخ.(الدر المختار)

قال الرملی فی شرح المنهاج:ويجری ذلک فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة ،آه،قال فی إمداد الفتاح: قلت:وكذلک يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكوٰة و الحج و العدة ، الخ، وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة و النقص ، كذا فی كتب الأئمة الشافعية ونحن نقول بمثله إذ أصل التقدير مقول به إجماعاً فی الصلوات،آه.(ردالمحتار، كتاب الصلوٰة،مطلب فی فاقد وقت العشاء: ۱/۳۳۵۔۳۳۸،ظفير)

(۲) بہت زیادہ چھوٹے دن میں نماز ظہر و عصر کا حکم آئندہ سوال کے جواب میں ہے۔

قطبین کے قریب سال بھر میں کبھی بھی عام معمول کے مطابق چوبیس گھنٹے میں شب و روز پورے نہیں ہوتے، اس مقام میں آخری دو اقوال پر عمل نہیں ہوسکتا، لہٰذا وہاں قول اول یا ثانی ہی عمل کے لئے متعین ہوگا، اگر اس کا تحمل نہ ہوتو بمقتضائے قول شافعی اقرب البلاد کے چھوٹے دنوں میں ان کی مقدار کے مطابق روزے رکھے۔

نمازوں کا حکم یہ ہے کہ جہاں شفق ابیض مستطیر غروب نہ ہوتی ہو؛ یعنی آفتاب ۱۵ زیر افق نہ جاتا ہو وہاں شفق احمر غروب ہونے پر عشا کی نماز پڑھ لی جائے، اس وقت آفتاب ۱۲ زیر افق ہوتا ہے اور جہاں شفق احمر بھی غروب نہ ہو، وہاں عشا کی نماز عند البعض معاف ہے اور بعض کے نزدیک فرض ہے، قول ثانی ارجح واحوط ہے۔

قال ابن عابدین رحمه اللّٰه تعالیٰ بعد بحث طویل من الجانبین: والحاصل أنهما قولا ن مصححان ویتأید القول بالوجوب بأنه قال به إمام مجتهد وهو الإمام الشافعی رحمه اللّٰه تعالیٰ کما نقله فی الحلیة عن المتولی عنه. (رد المحتار، کتاب الصلاۃ، قبیل مطلب فی طلوع الشمس من مغربها: ۳۳۸/۱)

ان حضرات نے یہ تصریح نہیں فرمائی کہ عشا کی نماز کس وقت پڑھے، اصولاً یہ امر ظاہر ہے کہ نصف شب سے قبل کی شفق مغرب میں داخل ہے اور اس سے بعد کی فجر میں، اس اصول اور حدیث دجال کے پیش نظر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس علاقہ میں جن ایام میں شفق احمر غائب ہوتی تھی، ان میں سے سب سے آخری دن میں غروب آفتاب کے جتنی دیر بعد عشا کا وقت شروع ہوا تھا، اب بھی اتنی ہی دیر کے بعد وقت عشا کی ابتدا فرض کی جائے گی اور اس کی انتہا نصف شب پر ہوگی۔

منتہائے سحر اور ابتداء فجر سے متعلق یہ اصول سمجھ لیا جائے کہ جس علاقہ میں شفق ابیض معترض (۱۵ رزیر افق) غروب ہوکر شفق ابیض مستطیل پیدا ہوتی ہو اگرچہ یہ مستطیل بیاض غروب نہ ہوتی ہو وہاں دوبارہ بیاض معترض ظاہر ہونے کے وقت سحر کی انتہا اور فجر کی ابتدا ہوگی اور جہاں بیاض معترض غروب نہ ہوتی ہو وہاں غروب آفتاب سے لیکر طلوع آفتاب تک کے پورے وقت کی تنصیف کی جائے گی۔ نصف اول لیل میں داخل ہوگا اور نصف ثانی صبح صادق میں، جہاں شفق احمر غروب نہ ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

اگر چوبیس گھنٹے کے اندر آفتاب غروب نہ ہوتو عند البعض شب و روز خواہ کتنے طویل ہوں حتی کہ چھ ماہ دن اور چھ ماہ رات ہوتو بھی پورے سال میں صرف پانچ ہی نمازیں ان کے اصل اوقات میں فرض ہیں۔ مگر ارجح واحوط قول یہ ہے کہ ہر چوبیس گھنٹے میں اندازے سے پانچ نمازیں ادا کرے۔ تنویر الابصار میں اس کو تقدیر وقت سے تعبیر کیا ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کے دو مطلب بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ قول شوافع کے مطابق اس علاقہ کے اوقات کی تقدیر یعنی تعیین ایسے قریب ترین علاقہ کے اوقات سے کی جائے جہاں چوبیس گھنٹے میں اوقات خمسہ پائے

جاتے ہوں، علامہ شامی نے اس مطلب کو بچند وجوہ غیر صحیح قرار دیکر دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ یہاں تقدیر بمعنی فرض ہے یعنی نماز کا وقت اگر چہ حقیقۃ موجود نہیں مگر اس کو حکماً موجود فرض کر لیا جاتا ہے، پھر اس کی بھی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ معتدل ایام فرض کر کے ان کے حساب سے اوقات خمسہ متعین کئے جائیں، یعنی معتدل ایام میں اوقات نماز کے درمیان جتنا وقت ہے وہ ملحوظ رکھا جائے اور دوسری صورت یہ کہ اس علاقہ میں جن ایام میں اوقات خمسہ پائے جاتے ہیں ان میں سے سب سے آخری دن کو معیار بنایا جائے اور اس کے مطابق اوقات متعین کئے جائیں، عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں یہ تصریح نہیں ملی کہ ان دونوں صورتوں میں سے کونسی صورت معتبر ہے، البتہ عبارات سے بظاہر دوسری صورت مفہوم ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ صورت قول شافعی، استصحاب حال اور حدیث دجال سے بھی مؤید ہے۔ اس لئے کہ ایام دجال میں بظاہر انہی ایام سے تقدیر کا حکم ہے جو یوم طویل سے قبل تھے، نہ کہ معتدل ایام سے تقدیر۔

جہاں کبھی بھی چوبیس گھنٹے میں شب و روز پیدا نہیں ہوتے وہاں قول شافعی کے مطابق اقرب البلاد کا حساب ہی متعین ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲/ ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ۔ (احسن الفتاوی: ۲/ ۱۱۳-۱۱۵)

غیر معتدل الایام ممالک میں نماز روزہ اور عید منانے کا حکم:

سوال: طویل الایام ممالک میں یا تو شفق غروب نہیں ہوتا ہے یا وقت ہی نہیں ملتا تو نماز، روزہ اور عید کا کیا حکم ہے؟

الجواب

غیر معتدل ایام ممالک تین قسم پر ہیں:

(۱) دن رات تو چوبیس گھنٹوں میں پورے ہوتے ہیں، لیکن دن کے بعض اجزا مفقود ہوتے ہیں، (مثلاً شفق غروب نہیں ہوتا تو رات نہیں ہوتی یا شفق تو ظاہر ہوتا ہے لیکن سورج طلوع نہیں ہوتا) اس صورت میں حکم یہ ہے کہ اوقات کا اندازہ لگا کر نماز پڑھیں گے، اور اندازہ لگانے کی تین صورتیں ہیں:

۱۔ سال بھر میں معتدل ایام کے آخری دن کا حساب غیر معتدل ایام کی پوری مدت پر لگا کر نماز وغیرہ ادا کریں گے (لیکن یہ بہت مشکل ہے، مثلاً آخری دن جب شفق غروب ہوا اور پھر صبح طلوع ہوئی اس میں ۸/ منٹ کا فاصلہ تھا تو ۸/ منٹ کے انتظار میں بیٹھنا اور نماز ادا کرنا بہت مشکل ہے)

۲۔ قریب ترین علاقے کا اعتبار کیا جائے جہاں باقاعدے شفق غروب ہوتا ہے۔

۳۔　شفق جب غروب کی طرف مائل ہوتو وہ مغرب وعشا کا وقت ہوگا، اس طور پر کہ نصف اول مغرب کے لئے اور نصف ثانی عشا کے لئے۔ اور جب شفق طلوع شمس کی طرف مائل ہوتو وہ فجر کا وقت ہوگا۔

(ان تینوں میں سے جو بھی آسان ہو اس پر عمل کر سکتے ہیں)

(۲)　دن رات چوبیس گھنٹوں میں پورے ہوتے ہیں اور تمام اوقات بھی پائے جاتے ہیں لیکن بعض اوقات بہت ہی مختصر ہوتے ہیں، ایسے علاقوں میں نماز اپنے معروف اوقات ہی میں ادا کی جائے گی، اگر چہ وقت بہت کم ہو، ہاں سنن اور نوافل کا موقع نہ ملے تو صرف فرض پر اکتفا کر لے پھر دوسرے وقت میں چھوٹی ہوئی سنتوں کے بقدر نوافل پڑھ لے، لیکن وقت اتنا مختصر ہے کہ چار رکعات فرض بھی ادا نہیں کر سکتے ہیں تو دو احتمال ہیں:

۱۔　اسی وقت میں نماز پڑھے اگر چہ وقت نکل جانے کے بعد پوری ہو۔

۲۔　اندازہ لگا کر نماز پڑھے۔

(۳)　دن رات چوبیس گھنٹوں میں پورے نہیں ہوتے بلکہ کبھی رات چھ مہینے کی ہوتی ہے اور کبھی دن چھ مہینے کا ہوتا ہے، ایسے ممالک میں قریب ترین علاقوں کا اعتبار کیا جائے گا۔

حکم الصوم:

جہاں دن رات چوبیس گھنٹوں میں پورے ہوتے ہیں، لیکن رات بہت ہی مختصر ہوتی ہے تو اگر روزہ قابل تحمل ہے تو پورے دن کا روزہ رکھنا ضروری ہے۔

اور اگر قابل تحمل نہیں ہے، مثلا! کھانے پینے کے لئے وقت کافی نہیں ہے یا چوبیس گھنٹوں میں ایک بار کھانا کافی نہیں ہے تو اس صورت میں قریب ترین علاقوں کا اعتبار کیا جائے۔

نیز جہاں چھ مہینے کی رات اور چھ مہینے کا دن ہوتا ہے وہاں بھی قریبی ممالک کا اعتبار کرتے ہوئے اندازہ لگا کر روزہ رکھے اور افطار کرے۔

عیدمنانے کا طریقہ:

رمضان اور عید منانے کا طریقہ چاند ہی سے معلوم ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

”**صوموا لرؤيته و أفطروا لرؤيته**“.(سنن الترمذی،باب ماجاء لاتتقدموا الشهربصوم: ۱/۱۴۷)(۱)

اور اگر چاند نظر نہیں آتا تو تیس دن کا مہینہ شمار کریں گے۔

---

(۱)　عن ابن عباس قال:قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:لاتصوموا قبل رمضان صوموا لرؤيته وأفطروا لرؤيته فإن حالت دونه غيابة فأكملوا العدة ثلاثين يوماً.(سنن الترمذی،باب ماجاء أن الصوم لرؤية الهلال (ح:۶۸۸)انیس)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”فإن حالت دونه غيابة فأكملوا ثلثين يوماً“. (سنن الترمذی،باب ماجاء أن الصوم لرؤية الهلال والإفطارله:۱/۱۴۸)

یہ حکم پہلی دو قسموں کے لئے ہے جہاں دن رات چوبیس گھنٹوں میں پورے ہوتے ہیں۔

رہی آخری قسمیں جہاں مسلسل رات یا مسلسل دن ہوتا ہے وہاں اندازہ لگائیں گے اور اندازہ لگانے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) چوبیس گھنٹوں کو ایک دن شمار کریں اور مہینہ تیس دن کا شمار کریں۔

(۲) قریب ملک کی پیروی کریں جہاں دن رات معتدل ہوتے ہیں۔

اس مسئلہ کی دلیل حدیث دجال ہے، ملاحظہ ہو مشکوۃ شریف میں ہے۔

”عن النواس بن سمعان قال:ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم الدجال...فقال:”إن يخرج وأنا فيكم فأنا حجيجه دونكم“(إلٰى قوله)قلنا:يارسول اللّٰه! ومالبثه فى الأرض؟ قال: ”أربعون يومًا يوم كسنة ويوم كشهرويوم كجمعة وسائر أيامه كأيامكم“،قلنا:فذلك اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم؟ قال:لا،اقدروا له قدره“. (مشكوة المصابيح،باب العلامات بين يدى الساعة وذكرالدجال:۲/۴۷۳)(۱)

طحطاوی علی الدر المختار میں ہے:

((وفاقد وقتهما)كبلغار،فإن فيها يطلع الفجرقبل غروب الشفق فى أربعينة الشتاء(مكلف بهما فيقدرلهما):اعلم أن التقديرله معنيان،أحدهما:ماسيأتى تقريره فى مسئلة الدجال،والثانى :فيه طريقتان:الأولٰى:أن يعتبربأقرب البلاد إليهم كما ذكره الشافعية......والثانية:أن ينظرإلٰى وقت العشاء فى القريبة منها ماذا يكون من ليلهم فبقدرهذه النسبة يفعل فى هؤلاء،فإن كان السدس جعلنا لهؤلاء سدسه وقت المغرب وبقيته وقت العشاء وإن قصرجدًا،وكذا يقدرون فى الصوم ليلهم بأقرب بلديهم......(قوله واختاره الكمال)حيث قال:ومن لم يوجد عندهم وقت العشاء أفتى البقال بعدم الوجوب عليهم لعدم السبب كما يسقط غسل اليدين من الوضوء عن مقطوعهما من المرفقين ولايرتاب متأمل فى ثبوت الفرق بين عدم محل الفرض وبين سببه الجعلى الذى جعل علامة على الوجوب الخفى الثابت فى نفس الأمرلجوازتعدد المعرفات

(۱) الصحيح لمسلم،كتاب الفتن وأشراط الساعة،باب ذكرالدجال وصفته ومامعه (ح:۲۹۳۷)/سنن أبى داؤد،كتاب الملاحم باب خروج الدجال (ح:۴۳۲۱)/سنن ابن ماجة ،كتاب الفتن (ح:۴۰۷۵)انيس

للشيء فانتفاء الوقت انتفاء المعرف وانتفاء الدليل على الشيء لايستلزم انتفائه لجواز دليل آخر.

وقد وجد وهو ماتواطئت عليه أخبار الإسراء من فرض الله تعالىٰ الصلوات خمسًا بعد أمر الله تعالىٰ أولاً بخمسين ثم استقر الأمر على الخمس شرعًا عامًا لأهل الآفاق لا تفصيل فيه بين قطر وقطر.

وما روى أنه صلى الله عليه وسلم ذكر الدجال ... قلنا: يارسول الله! ومالبثه في الأرض قال: أربعون يومًا يوم كسنة ويوم كشهر ... فقد أوجب أكثر من ثلثمأة عصر قبل صيرورة الظل مثلاً أومثلين، وقس عليه، فاستفدنا أن الواجب في نفس الأمر خمس على العموم غير أن توزيعها على تلك الأوقات عند وجودها ولايسقط بعدمها الوجوب ولذا قال صلى الله عليه وسلم خمس صلوات كتبهن الله على العباد، آه. (الطحطاوي على الدر المختار: ۱۷۵/۱، ۱۷۶/ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں! تكملة فتح الملهم: ۳۷۳/٦، ۳۸۲) والله سبحانه وتعالىٰ أعلم (فتاویٰ دارالعلوم زکریا: ۴۷/۲-۵۰)

غیر معتدل ممالک میں نماز، روزہ کے مسائل:

جناب پروفیسر عبد اللطیف صاحب صدر شعبۂ جغرافیہ، گورنمنٹ کالج، ناظم آباد، کراچی نے صبح صادق اور صبح کاذب کی پہچان کے سلسلے میں ایک رسالہ شائع کرنے کے بعد ساری دنیا کی اوقات نماز کے لئے چارٹ مرتب کئے ہیں، موصوف نے علمی جنتری کے علاوہ الحمد للہ اب مختلف ممالک کے لئے بھی کمپیوٹر کے ذریعہ نماز کی جنتریاں مرتب کرلی ہیں، اسی سلسلہ کے پیش نظر موصوف نے غیر معتدل ایام اور غیر متعدل ممالک کے مسائل کے بارہ میں ایک تفصیلی استفتا مرتب کیا، جس پر دوسرے علمی مراکز کے علاوہ ''مظاہر علوم سہارنپور''، انڈیا، سے بھی ایک فتویٰ حاصل کیا گیا ہے، جو اپنی اہمیت وجامعیت کے پیش نظر نذر ناظرین ہے۔ (ادارہ)

مخدوم ومحترم جناب حضرت مفتی صاحب مدفیوضکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خداوند کریم سے امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے!

ایک بہت اہم مسئلہ کے حل کے لئے یہ سطور تحریر خدمت ہیں۔ ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد شمالی اور جنوبی کے درمیانی حصہ میں تمام سال مکمل رات اور دن وقت کی کمی بیشی کے ساتھ جاری رہتے ہیں، لیکن اس سے اوپر کے درجات میں سال کے بعض ایام میں مکمل رات نہیں ہوتی، یعنی شفق غائب نہیں ہوتی۔ اس صورت میں نماز مغرب وعشا اور سحور میں الجھن پیدا ہوتی ہے۔

اسلامی ممالک چونکہ ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد شمالی اور جنوبی کے درمیان واقع ہیں۔ اس لئے پہلے عام

مسلمانوں کو اس سلسلے میں کسی عملی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا، عملی طور پر یا بعض شاذ صورتوں میں عمل کے لئے فقہائے کرام نے رہبری فرمائی تھی۔ لیکن امت کو عمومی طور پر اس کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اس وقت صورت حال کافی مختلف ہے۔ مغربی ممالک میں بعض شہروں ہی میں لاکھوں کی تعداد میں مسلمان آباد ہیں، قصبات میں ان کی تعداد ہزاروں کو پہنچتی ہے۔ اور مجموعی طور سے ایسے علاقوں میں جا کر آباد ہونے والے مسلمانوں کی تعداد بلا مبالغہ کروڑوں میں ہے، اب جبکہ رمضان المبارک جولائی کے مہینہ میں آرہا ہے اور الحمد للہ عام مسلمانوں میں رمضان المبارک میں دینی اعمال سے شغف بڑھ جاتا ہے، ان علاقوں میں بہت مشکل پیش آرہی ہے جہاں رات ایسی ہوتی ہے کہ اس میں شفق غروب ہی نہیں ہوتی۔ عشا اور فجر کے وقت کے تعین میں بہت زیادہ اختلافات ہیں، ایک ہی شہر کی مختلف مساجد میں بہت مختلف اوقات پر عمل ہوتا ہے۔ جو سہولت پسند اور دین سے فرار کا بہانہ ڈھونڈھنے والی طبائع کے لئے سہل عذر بن جاتا ہے، اس سلسلے میں جو مختلف شکلیں سامنے آتی ہیں، وہ تفصیلاً درج ذیل ہیں۔ آپ کے علم میں ان کے علاوہ اور بھی شکلیں ہوسکتی ہیں، درخواست ہے کہ ایسے بنیادی اصولوں کی طرف رہبری فرمائی جائے جو شرعی اعتبار سے صحیح ہوں اور جن پر اکثر طبقات امت کا اتفاق ہو۔ فقط والسلام (عبد اللطیف عفی عنہ، ۳۰ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ)

چند اہم مسائل:

جن مقامات پر شفق غروب ہی نہیں ہوتی، یا جن مقامات پر مسلسل رات ہی رات یا دن ہی دن رہتا ہے، اور کئی کئی ماہ تک یا تو سورج طلوع ہی نہیں ہوتا، یا غروب ہی نہیں ہوتا، ایسے مقامات پر بسنے والے مسلمانوں کے لئے اوقات نماز اور سحر کا تعین کرنا ایک اہم مسئلہ ہے، ایسے علاقوں میں اب لاکھوں کی تعداد میں مسلمان آباد ہیں، وہ یا تو مقامی مسلم ہیں، یا ایسے افراد ہیں جو دیگر ممالک سے آکر ان خطوں میں مقیم ہوگئے ہیں، ان علاقوں میں نماز روزہ کے مسائل میں مختلف مسائل کا مسلمانوں کو سامنا کرنا پڑتا ہے، جس کی اجمالی تصویر حسب ذیل ہے۔

(۱) جن راتوں میں شفق سرے سے غروب ہی نہیں ہوتی:

ساڑھے اڑتالیس درجہ شمالی عرض البلد سے قطب شمالی تک اور ساڑھے اڑتالیس درجہ جنوبی عرض البلد سے قطب جنوبی تک وہ علاقے ہیں جہاں موسم گرما میں بعد غروب آفتاب، شفق سرے سے غائب نہیں ہوتی اور ساری رات آسمان پر سرخی وسفیدی نمایاں طور پر نظر آتی رہتی ہے۔ جن ایام میں اور جن مقامات پر شفق غروب ہی نہیں ہوتی، ان کی نشان دہی جدول نمبر ایک پر کی گئی ہے۔ ان مقامات پر سوال یہ ہے کہ!

الف: عشا کی نماز کا وقت کس طرح مقرر کیا جائے گا؟

ب:　صبح صادق، وقت ختم سحور یا ابتداء وقت صلاۃ الفجر کس طرح متعین کیا جائے گا؟

(۲) وہ ایام جن میں سورج غروب ہی نہیں ہوتا: (دن ہی دن رہتا ہے):

شمالی نصف کرہ میں ۶۶ /درجہ پر ۱۲/ جون کو سورج طلوع ہونے کے بعد ۱۹/ دن کی طویل مدت تک غروب ہی نہیں ہوتا، گویا مسلسل دن ہی رہتا ہے، ۶۶ /درجہ سے اوپر دن کی مدت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ۷۵/ درجہ پر سورج ۲۸/ اپریل کو طلوع ہو کر ۱۵/ اگست کو تین ماہ ۱۹/ دن کی طویل مدت کے بعد غروب ہوتا ہے (جدول نمبر ۲) اس کے اوپر کے درجات پر شمالی نصف کرہ میں قطب شمالی تک اور جنوبی نصف کرہ میں موسم گرما میں قطب جنوبی تک چھ چھ ماہ کا دن ہوتا ہے، جس کی تفصیل جدول نمبر ۴/ پر موجود ہے۔ ان مقامات پر سوال یہ ہے کہ!

سوال نمبر ۲:　(الف)　پانچوں نمازوں کے اوقات کس طرح متعین کئے جائیں گے؟

(ب)　سحر و افطار کے اوقات کا کس طرح اندازہ کیا جائے گا؟

(۳) وہ ایام جن میں سورج طلوع ہی نہیں ہوتا: (رات ہی رات رہتی ہے):

۶۸ /درجہ شمالی عرض البلد پر ۸/ دسمبر کو جب دن کے بارہ بجکر پندرہ (۱۲/۱۵) منٹ پر سورج غروب ہوتا ہے، تو ۳/ جنوری کو دن کے گیارہ بجکر پچپن منٹ (۱۱/۵۵) پر پچیس دن کی طویل مدت کے بعد طلوع ہوتا ہے، گویا اس دوران رات ہی رات رہتی ہے، رات کی مدت ۶۸ /درجہ سے اوپر اور بھی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے، ۷۵/ درجہ پر شمالی قطب نصف کرہ میں ۶/ نومبر سے ۵/ فروری تک تین ماہ کی طویل رات ہوتی ہے اور آگے قطب شمالی اور قطب جنوبی کی جانب موسم سرما میں تو چھ چھ ماہ تک رات ہوتی ہے (تفصیلات جدول نمبر ۳/ پر ملاحظہ فرمائیں) ان مقامات پر سوال یہ ہے کہ!

سوال نمبر ۳:　(الف)　پانچوں نمازوں کے اوقات کس طرح متعین کئے جائیں گے؟

(ب)　روزہ کے لئے سحر و افطار کے اوقات کا کس طرح اندازہ کیا جائے گا؟

(۴) قطبین کے قریب طویل شب میں شفق کا ظہور:

جن ایام میں رات ہی رات ہوتی ہے، قطبین کے قریب سورج کی انعکاسی، شفق کی روشنی، افق پر کئی کئی گھنٹے تک ہر روز نظر آتی ہے۔ یہ شفق کی روشنی افق پر اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کہ سورج افق سے ۱۸/ درجہ نیچے ہوتا ہے۔ یہ شفق کی روشنی ہر آن ہر گھڑی دم بہ دم بڑھتی ہی رہتی ہے، ظاہر ہو کر یہ شفق کی روشنی نہ نگاہوں سے اوجھل ہوتی ہے اور نہ غائب ہوتی ہے۔ یہ عرضاً پھیلاؤ کے ساتھ شمالاً و جنوباً کئی گھنٹے تک نظر آتی ہے اور ان ایام میں طویل شب میں مسلسل کئی کئی گھنٹے تک نظر آتی ہے، جن کی تفصیل جدول نمبر ۳، ۴/ صفحہ نمبر پر موجود ہے۔ ۱۸/ درجہ سے ۷۵/ درجہ شمالی عرض البلد پر جتنے گھنٹے تک شفق آتی ہے۔ اس کی تفصیل جدول نمبر ۵/ پر ملاحظہ فرمائے ہیں۔ ان مقامات پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ!

سوال نمبر۴: (الف) کیا اس شفق کی روشنی ہی کے ظاہر ہونے کو ابتداء فجر اور سحر کا وقت ختم تصور کیا جائے گا؟

(ب) سورج تو ان ایام میں طلوع وغروب ہوتا ہی نہیں۔ اس شفق کے طلوع وغروب کے زمانہ کو کیا تصور کیا جائے گا؟ آیا یہ وقت یہ زمانہ رات کا حصہ ہے، یا دن کا حصہ شمار کیا جائے گا؟

(ج) ان ایام میں نمازوں کے اوقات کس طرح متعین ہوں گے؟

(۵) مختصر ترین دن......اور اس دن کی طویل ترین رات:

موسم سرما میں خصوصاً ۱۲/دسمبر کو ۶۰/درجہ شمالی عرض البلد سے ۶۷/درجہ شمالی عرض البلد تک دن مختصر سے مختصر ہوتا چلا جاتا ہے، گویا ۶۶/درجہ پر دن اگر صرف پونے تین گھنٹہ کا تھا، تو اگلے درجہ یعنی ۶۷/درجہ پر دن صرف ڈیڑھ گھنٹہ کا رہ جاتا ہے اور رات طویل ترین یعنی ساڑھے بائیس گھنٹے کی ہوتی ہے، خیال فرمائیے! ڈیڑھ گھنٹہ کے اس مختصر ترین دن میں ۶۷/درجہ شمالی عرض البلد پر

طلوع آفتاب کا وقت ــــــــــــــــ دن کے ۱۱/بج کر ۱۳/منٹ۔

(نصف النہار) وقت زوال ــــــــــــــــ دن کے ۱۱/بج کر ۵۸/منٹ۔

غروب آفتاب کا وقت ــــــــــــــــ دن کے ۱۲/بج کر ۴۳/منٹ۔

وقت صبح صادق وختم سحر ــــــــــــــــ ۶/بج کر ۳۴/منٹ

ابتدائے وقت عشا ــــــــــــــــ شام کے پانچ بج کر ۲۲/منٹ۔

سوال یہ ہے کہ اس مختصر ترین ڈیڑھ گھنٹہ کے دن میں!

سوال نمبر۵: (الف) طلوع آفتاب کے ۴۵/منٹ یعنی پون گھنٹہ کے بعد زوال (نصف النہار) کا وقت ہوتا ہے۔ تو کیا زوال کے فوراً بعد نماز ظہر ادا کی جائے گی؟ اور چونکہ

(ب) زوال کے بعد غروب آفتاب تک کا کل وقت ۴۵/منٹ یعنی پون گھنٹہ کا ہے، تو کیا اس عرصہ میں عصر کی نماز بھی ادا کی جائے گی؟

(ج) طلوع آفتاب اور غروب میں چونکہ صرف ڈیڑھ گھنٹہ کا فصل ہے، تو کیا ڈیڑھ گھنٹہ کے اختتام پر بعد غروب آفتاب نماز مغرب بھی ادا کی جائے گی۔

(د) دریافت طلب امر یہ ہے کہ......حالاں کہ وقت مختصر ترین ہاتھ آیا ہے، کیا اوقات نماز جس ترتیب سے اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ اسی طرح سے ان اوقات میں نمازیں ادا کی جائیں گی۔ یا اس مختصر ترین دن کے لئے بھی اندازہ لگانا ہوگا۔ جیسا کہ ان علاقوں میں اور ایام کے لئے لگایا جائے گا۔ جہاں وقت ہاتھ ہی نہیں آتا؟

(۶) طویل ترین دن ...... اور اس دن کی مختصر ترین رات:

موسم سرما میں ۲۱/دسمبر کو شمالی نصف کرہ میں مختصر ترین دن تھا۔ اس کے مقابلہ میں موسم گرما میں ۲۱/جون کو شمالی نصف کرہ میں طویل ترین دن ہوتا ہے۔ اس طویل ترین دن کی مدت ۲۱/جون کو ۶۰/درجہ عرض البلد شمالی پر تقریباً ۱۹/گھنٹہ کی ہوتی ہے، شمالی علاقوں کی طرف اس دن کی مدت بڑھتی رہتی ہے، اور بڑھتے بڑھتے اسی تاریخ کو یہ دن ۶۵/درجہ عرض البلد تقریباً بائیس گھنٹہ ہوتا ہے، اور اس دن کی شب بمشکل دو گھنٹے کی رہ جاتی ہے، اگلے درجہ یعنی ۶۶/درجہ اور اس کے اوپر کے درجات پر اس تاریخ کو اور اس کے بعد کے ایام میں تو سورج غروب ہی نہیں ہوتا، اور مسلسل دن ہی دن رہتا ہے، اس عرض البلد یعنی ۶۶/درجہ پر شفق بھی مسلسل پانچ ماہ ایک دن تک سورج غروب نہیں ہوتا، خیال فرمایئے! اس طویل ترین دن کی مختصر ترین دو گھنٹے کی رات کو ۶۵/درجہ عرض البلد شمالی پر ۲۱/جون کو

غروب آفتاب کا وقت ________ رات کو ۱۱/بج کر ۳ منٹ۔

طلوع آفتاب کا وقت ________ رات کو ایک بجے۔

صبح صادق کا وقت ________ شفق ساری رات غروب نہیں ہوتی۔

(نصف النہار) وقت زوال ________ دن کے بارہ ۱۲/بج کر ۲/منٹ۔

وقت عشا ________ شفق ساری رات غروب نہیں ہوتی۔

گویا اس عرض البلد پر رہنے بسنے والے مسلمانوں کو بعد غروب آفتاب صرف ۲/گھنٹے کی رات ملی، اور اس مختصر ترین رات میں شفق بھی غروب نہیں ہوئی اور ان دونوں گھنٹوں کی مختصر ترین رات میں بعد غروب آفتاب:

(الف) روزہ بھی افطار کرنا ہے۔

(ب) مغرب کی نماز ادا کرنی ہے۔

(ج) رمضان شریف کا اگر مبارک مہینہ ہے تو تراویح بھی پڑھنی ہے۔

(د) سحری کا بھی اہتمام کرنا ہے۔

(ہ) صبح صادق کے وقت سحری ختم کر کے طلوع آفتاب سے پہلے پہلے فجر کی نماز بھی ادا کرنی ہے، خیال رہے کہ اس طویل ترین دن کی مختصر شب میں جو وقت ہاتھ آیا ہے، اس کی مدت صرف دو گھنٹہ ہے، سوال یہ ہے:

سوال نمبر ۶: (الف) اس مختصر ترین شب میں وقت ہاتھ آجانے سے اوقات کی تقسیم اسی طرح سے ہوگی جو تقسیم کا عام قاعدہ کلیہ ہے؟

یا(ب) یہاں کے لئے بھی کوئی ایسا قاعدہ کلیہ ترتیب دیا جائے گا۔جیسا کہ ان علاقوں کے بارے میں کیا جاتا ہے جہاں سورج قطعی طلوع یا غروب ہی نہیں ہوتا۔

(ج) اوقات نماز فجر وغیرہ اور ختم سحور کا اندازہ کس طرح مقرر کیا جائے گا؟

(۷) لندن سے شائع ہونے والی اوقات نماز کی جنتری:

لندن کا شہر ساڑھے اکاون درجہ عرض البلد شمالی پر واقع ہے، جہاں سے صفر درجہ گرین وچ گزرتا ہے، اس شہر میں لاکھوں مسلمان مختلف ممالک کے آباد ہیں، اس شہر کے محل وقوع یعنی عرض البلد شمالی کی وجہ سے یہ شہر ایسے علاقہ میں آباد ہے، جہاں ۲۳/مئی سے ۱۹/جولائی تک گویا ایک ماہ اٹھائیس دن یعنی تقریباً ۲/ماہ تک شفق غروب ہی نہیں ہوتی، اس ہی عرض البلد پر برسٹل کارڈف، کینیڈا کے مشہور شہر کنڈر سلے ...... سیکچوان کے دیگر علاقے، نیدرلینڈ کے اینڈ وہو دین، دال کیل، نورڈ ھنڈر، گلزے ریجن وغیرہ، جرمنی کے ایسن، ویرل، گوٹن جن، لار برش وغیرہ، پولینڈ کے پل آوے، ڈبلن، ارینا، ریڈم، دلاڈ وراوغیرہ اور بہت سے چھوٹے اور بڑے شہر آباد ہیں، جہاں ان ایام میں لندن کی طرح ۲/ماہ تک شفق غروب نہیں ہوتی۔لندن شہر سے شائع ہونے والی اوقات نماز کی ایک جنتری میں ۲۳/مئی سے ۱۵/جولائی تک عشا کا وقت ہر روز مغرب کے پورے ایک گھنٹہ کے بعد لکھا ہوا ہے اور فجر کے اوقات ۲۳/مئی سے ۱۵/جولائی تک کم وبیش ہر روز طلوع آفتاب سے دو گھنٹے پہلے درج کئے ہوئے ہیں۔

دریافت طلب امر یہ ہے کہ!

سوال نمبر ۷: (الف) جن مقامات پر شفق غروب ہی نہیں ہوتی، کیا وہاں اسی طرح سے مغرب کے ایک گھنٹہ کے بعد عشا کی نماز پڑھنا درست ہے؟

(ب) جن علاقوں میں شفق غروب ہی نہیں ہوتی، ان علاقوں میں مذکورہ ایام میں کیا طلوع آفتاب سے دو گھنٹہ پہلے فجر کی نماز درست ہے؟

(ج) کیا ایسے علاقوں میں سحری کا اختتام بھی آفتاب سے دو گھنٹے پہلے کرنا درست ہے؟

(د) یا یہ کہ لندن سے شائع ہونے والی یہ جنتری غلط ہے؟

(ہ) ایسے ایام کے لئے اوقات نماز واوقات سحر وافطار کس طرح متعین کئے جائیں گے؟

ذیل میں ترتیب وار جدول پیش کی جارہی ہیں:

وہ مقامات جہاں موسم گرما میں شفق غروب ہی نہیں ہوتی:

شمالی عرض البلد	وہ ایام جن میں شفق غروب ہی نہیں ہوتی ہے	مدت ایسی راتوں کی تعداد جن میں شفق غروب ہی نہیں ہوتی	جب شفق غروب ہی نہیں ہوتی دن اور رات کی مدت مختصر رات۔طول دن		مشہور ممالک، شہر اور جزائر جہاں ان ایام میں شفق غروب نہیں ہوتی
۴۹°	۱۱؍جون تا یکم جولائی	۲۱؍دن	۷:۴۷	۱۶:۱۳	پیرس (فرانس)، مغربی جرمنی، لکسم برگ، زیکوسلا ویکیا، برونو، مزن، برگ، ڈیرلیگ برنسٹن، ونکور برٹش، کولمبیا، کینڈا، روس
۵۰°	یکم جون تا ۱۱؍جولائی	ایک ماہ گیارہ دن	۷:۳۷	۱۶:۲۳	پلائی ماؤتھ، برطانیہ، منگولیا، شیلو، آرام آسٹرانک، میڈلن، ویمی پیک، کینڈا (اوکاسا) سون اسٹونز، یوکے، فرینک فرٹ بلجیم، جرمنی، براہایوکوپن
۵۱°	۲۵؍مئی تا ۱۷؍جولائی	ایک ماہ ۲۳؍دن	۷:۲۷	۱۶:۳۳	گورین، روس، بل ہار بر، کینڈا ریڈ لیگ، ارنٹاریو، مینی ٹوبا، برسیلز، لندن، کارڈن، برسٹل، اینڈ وہووین، ہالینڈ، نیدرلینڈ، برلن۔
۵۲°	۲۱؍مئی تا ۲۱؍جولائی	دو ماہ ایک دن	۷:۱۶	۱۶:۴۴	ریڈ ڈیرکا رونیش، بیٹل،، ہاربر، پورناف، وارسا، پولینڈ پوزان

۵۳°	۱۵/مئی تا ۲۷/جولائی	۲/ماہ ۱۳/دن	۷:۰۴	۱۶:۵۶	وابش لیگ، ہڈسن بے، پرنس البرٹ (فورا، روس) اینگا، بیچا روس، مڈل اسن برف لی منگ، فیلم برف ہسیڈ
۵۴°	۱۱/مئی تا ۳۱/جولائی	۲/ماہ ۲۱/دن	۶:۵۱	۱۷:۵۹	لنگارا، برنس ریو برٹ، برٹش کولمبیا، ٹاف کلف (یوکے) ہمبرگ
۵۵°	۹/مئی تا ۳/اگست	۲/ماہ ۲۶/دن	۶:۳۷	۱۷:۳۳	اسنی فیل یوکے، نیو کیسل، کیوبک، نیوفاؤنڈ لینڈ، منی، ٹویا کینڈا
۵۶°	۵/مئی تا ۷/اگست	۳/ماہ ۳/دن	۶:۲۲	۱۷:۳۸	ایڈنبرگ، گلاسکو، ڈنمارک، ماسکو، ولاڈی بیر، کازان، ڈنڈی، کلن،
۵۷°	یکم مئی تا ۱۱/اگست	۳/ماہ ۱۱/دن	۶:۰۶	۱۷:۵۴	ایروئن، ای دانو، اگلیگ، کیلے نین، سبھا (روس)
۵۸°	۲۷/اپریل تا ۱۳/اگست	۳/ماہ ۱۸/دن	۵:۴۹	۱۸:۱۱	رائے نیک، کوٹل نیک، بج سکنجا (روس)
۵۹°	۲۵/اپریل تا ۱۷/اگست	۳/ماہ ۲۴/دن	۵:۲۹	۱۸:۳۱	اوہونے، مسولی گیلک، کریپوویک، بابا ائے وہ، ٹوٹما (روس)
۶۰°	۲۱/اپریل تا ۱۹/اگست	۴/ماہ	۵:۰۷	۱۸:۵۳	لینن گریڈ بل سکنی، اوسٹو، یارکٹو، برگن (الاسکا یو ایس اے) گرین لینڈ، بےفن جزائر، فریڈک فن

۶۱°	۱۹/اپریل تا ۲۵/ اگست	۴/ماہ ۹/دن	۴:۱۵	۱۹:۴۵	ناروے، سوئڈن، فن لینڈ، روس، الاسکا یوایس اے کینڈا، یوکان
۶۲°	۱۷/اپریل تا ۲۵/اگست	۴/ماہ ۹/دن	۴:۱۵	۱۹:۴۵	ایضاً
۶۳°	۱۳/اپریل تا ۲۹/اگست	۴/ماہ ۱۷/دن	۳:۴۱	۲۰:۱۹	ایضاً
۶۴°	۱۱/اپریل تا یکم ستمبر	۴/ماہ ۲۲/دن	۲:۵۸	۲۱:۰۳	ناروے، سوئڈن، فن لینڈ، اونیگا، اومیا، آئس لینڈ، سنازس (یوکان کا علاقہ)
۶۵°	۷/اپریل تا ۳/ستمبر	۴، ماہ ۲۸/دن	۱:۵۷	۲۲:۰۳	ارکنجل (شمالی روس) آئیس لینڈ، ناروے، سوئڈن، فن لینڈ، یوکان
۶۶°	۵/اپریل تا ۵/ستمبر	۵/ماہ ایک دن	سورج غروب ہی نہیں ہوتا		آئس لینڈ، ناروے، سوئڈن، شمالی روس، جزائر فن لینڈ، یوکان
۶۷°	۳/اپریل تا ۹/ستمبر	۵/ماہ ۷/دن	ایضاً		گرین لینڈ بے فن جزائر، وکٹوریہ، کینڈا، ناروے، سوئڈن، فن لینڈ
۶۸°	۳۱/مارچ تا ۱۱/ ستمبر	۵/ماہ ۱۲/دن	ایضاً		شمالی ناروے، سوئڈن، گرین لینڈ
۶۹°	۲۹/مارچ تا ۱۳/ستمبر	۵/ماہ ۱۶/دن	ایضاً		ایضاً
۷۰°	۲۵/مارچ تا ۱۷/ستمبر	۵/ماہ ۲۴/دن	ایضاً		اسٹاپورٹ، بیٹس، بیلجیم، نیدرلینڈ،

۷۱°	۲۳/مارچ تا۱۹/ستمبر	۵/ماہ۲۸/دن	ایضاً		شمالی روس، گرین لینڈ، جزائر کوین الزبتھ جزائر سائبرس سی، کینڈا
۷۲°	۲۱/مارچ تا ۲۱/ستمبر	۶/ماہ ایک دن	ایضاً		ایضاً
۷۳°	۱۹/مارچ تا۲۳/ستمبر	۶/ماہ۵/دن	ایضاً		ایضاً
۷۴°	۱۵/مارچ تا۲۷ ستمبر	۶/ماہ۱۳/دن	ایضاً		ایضاً
۷۵°	۱۳/مارچ ۲۹/ستمبر	۶/ماہ۱۷/دن	ایضاً		ایضاً

وہ ایام جن میں سورج غروب ہی نہیں ہوتا مسلسل دن ہی دن رہتا ہے:

شمالی عرض البلد	جن ایام میں سورج غروب ہی نہیں ہوتا مسلسل دن ہی دن رہتا ہے	مسلسل دن کی مدت	مشہور شہر، ممالک، جزائر
۶۶°	۲۲/جون تا۳۰/جون	۱۹/دن	ناروے، سوئڈن، فن لینڈ، روس
۶۷°	۳/جون تا۱۱/جولائی	ایک ماہ دس دن	ایضاً
۶۸°	۲۶/مئی تا۱۷/جولائی	ایک ماہ۲۲/دن	ایضاً
۶۹°	۲۱/مئی تا۲۳/جولائی	۲/ماہ۳/دن	ایضاً
۷۰°	۱۶/مئی تا۲۷/جولائی	۲/ماہ۱۲/دن	الاسکا (یوایس اے) شمالی روس، گرین لینڈ، جزائر کوین الزبتھ

۷۱°	۱۲/مئی تا۳۱/جولاء	۲/ماہ۲۰/ دن	(یوایس اے) شمالی روس، گرین لینڈ، جزائر کوین الزبتھ
۷۲°	۸/مئی تا۴/اگست	۲/ماہ۲۸/دن	(یوایس اے) شمالی روس، گرین لینڈ، جزائر کوین الزبتھ
۷۳°	۵/مئی تا۸/اگست	۳/ماہ۴/دن	(یوایس اے) شمالی روس، گرین لینڈ، جزائر کوین الزبتھ
۷۴°	یکم مئی تا۱۱/اگست	۳/ماہ۱۱/دن	(یوایس اے) شمالی روس، گرین لینڈ، جزائر کوین الزبتھ
۷۵°	۲/اپریل تا۱۵/اگست	۳/ماہ۱۹/دن	(یوایس اے) شمالی روس، گرین لینڈ، جزائر کوین الزبتھ

وہ ایام جن میں سورج طلوع ہی نہیں ہوتا مسلسل رات ہی رات رہتی ہے:

شمالی عرض البلد	جن ایام میں سورج طلوع ہی نہیں ہوتا مسلسل رات ہی رات رہتی ہے	مدت (تقریباً)	شفق کتنے گھنٹے تک نظر آتی رہتی ہے؟ مختلف ایام میں اوقات مختلف ہیں	
	سورج غروب ہونے کے بعد کب طلوع ہوتا ہے	مسلسل رات کتنے عرصہ رہتی ہے	کم سے کم کتنے گھنٹے تک نظر آتی ہے	زیادہ سے زیادہ کتنے گھنٹے تک نظر آتی ہے
۶۸°	۸/دسمبر تا۳/جنوری	۲۶/دن	۵:۲۰	۵:۲۶
۶۹°	یکم دسمبر تا۱۱/جنوری	ایک ماہ۱۱/دن	۵:۱۶	۵:۲۰

۷۰°	۲۶/نومبر تا۱۷/جنوری	ایک ماہ ۲۳/دن	۵:۱۳	۵:۳۸
۷۱°	۲۱/نومبر تا۲۲/جنوری	۲/ماہ ۲/دن	۵:۰۸	۵:۵۱
۷۲°	۱۷/نومبر تا۲۲/جنوری	۲/ماہ ۱۰/دن	۵:۰۳	۶:۰۱
۷۳°	۱۴/نومبر تا۳۰/جنوری	۲/ماہ ۱۸/دن	۴:۵۸	۶:۱۲
۷۴°	۹/نومبر تا۲/فروری	۲/ماہ ۲۵/دن	۴:۵۳	۶:۲۵
۷۵°	۶/نومبر تا۶/فروری	۳/ماہ ایک دن	۴:۴۶	۶:۴۲

چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات طویل شب کی تاریکی میں شفق کا ظہور:

شمالی عرض البلد	وہ ایام جن میں شفق کی روشنی مسلسل رہتی ہے یا مسلسل سورج کی روشنی یا اجالا رہتا ہے	وہ ایام جن میں مسلسل رات ہی رات رہتی ہے مگر ان ایام میں شفق کی روشنی ہر روز طلوع وغروب ہوتی ہے	جن ایام میں رات ہی رات رہتی ہے، شفق کی روشنی (فلکی فلق) کتنی دیر تک ہر روز نظر آتی ہے
۷۶°	۸/مارچ تا۲/اکتوبر	۳/اکتوبر تا۸/۱۰/مارچ	۷۶/سے۷۸/تک چھ گھنٹے تک شفق غروب نہیں ہوتی (ماہ جنوری)
۷۷°	۷/مارچ تا۴/اکتوبر	۵/اکتوبر تا۶، ۸/مارچ	ہر روز ۷۶ سے ۸۰° درجات تک ۴/سے ۵/گھنٹے تک شفق غروب نہیں ہوتی (ماہ جنوری)
۷۸°	۴/مارچ تا۸/اکتوبر	۸/اکتوبر تا۳، ۵، مارچ	ایضاً
۷۹°	۲/مارچ تا۹/اکتوبر	۱۰/اکتوبر تا۱، ۳/مارچ	
۸۰°	یکم مارچ تا۱۵/اکتوبر	۱۶/اکتوبر تا۲۸/فروری	۸۰°/درجہ یکم مارچ سے دن نکلنا شروع ہوتا ہے
۸۱°	۲۵/فروری تا۱۵/اکتوبر	۱۶/اکتوبر تا۲۴/فروری	۷۶ درجہ یکم اکتوبر سے رات نکلنی شروع ہوتی ہے۔
۸۲°	۲۳/فروری تا۱۸/اکتوبر	۱۹/اکتوبر تا۲۲/فروری	۷۶°/تا۸۱، ۱۶/اکتوبر کو ۵/سے ۹/گھنٹے تک شفق غروب نہیں ہوتی

۸۳°	۲۰؍فروری تا ۲۰؍اکتوبر	۲۱؍اکتوبر تا ۱۰؍فروری	۱۶؍نومبر سے ۷۵° سے ۸۵؍درجات ہر جگہ
۸۴°	۱۶؍فروری تا ۲۴؍اکتوبر	۲۵؍اکتوبر تا ۱۷؍فروری	۶؍گھنٹے تک شفق غروب نہیں ہوتی
۸۵°	۱۴؍فروری تا ۲۶؍اکتوبر	۲۷؍اکتوبر تا ۱۲؍فروری	۱۰؍جنوری ۷۵ سے ۸۰° درجات تک
۸۶°	۱۰؍فروری تا ۲۹؍اکتوبر	۳۰؍اکتوبر تا ۹؍فروری	۴؍گھنٹے تک شفق غروب نہیں ہوتی
۸۷° تا ۹۰	ان ایام میں دن اور بھی طویل ہوجاتا ہے	ان ایام میں رات اور بھی طویل ہوتی ہے	

جن ایام میں رات ہی رات رہتی ہے، شفق کئی گھنٹے تک نظر آتی ہے:

تاریخ وماہ	۶۸°	۶۹°	۷۰°	۷۱°	۷۲°	۷۳°	۷۴°	۷۵°
۷؍نومبر								۶:۳۴
۹؍نومبر							۶:۲۵	۶:۲۵
۱۳؍نومبر						۶:۱۰	۶:۱۰	۶:۰۹
۱۷؍نومبر					۵:۵۹	۵:۵۷	۵:۵۶	۵:۵۴
۲۱؍نومبر				۵:۴۹	۵:۴۷	۵:۴۵	۵:۴۲	۵:۴۰
۲۷؍نومبر			۵:۳۸	۵:۳۵	۵:۳۲	۵:۲۹	۵:۲۶	۵:۲۲
یکم دسمبر			۵:۳۱	۵:۲۷	۵:۲۴	۵:۲۰	۵:۱۶	۵:۱۲
۲؍دسمبر		۵:۲۸	۵:۲۷	۵:۲۴	۵:۲۰	۵:۱۶	۵:۱۲	۵:۰۷
۹؍دسمبر	۵:۲۶	۵:۲۳	۵:۱۹	۵:۱۵	۵:۱۱	۵:۰۷	۵:۰۲	۴:۵۶
۱۵؍دسمبر	۵:۲۲	۵:۱۸	۵:۱۴	۵:۱۰	۵:۰۵	۵:۰۱	۴:۵۵	۴:۴۹
۲۳؍دسمبر	۵:۲۰	۵:۱۶	۵:۱۳	۵:۰۸	۵:۰۴	۴:۵۸	۴:۵۳	۴:۴۶

یکم جنوری	۵:۲۵	۵:۲۱	۵:۱۸	۵:۱۴	۵:۱۰	۵:۰۵	۴:۵۹	۴:۵۴
۷/جنوری		۵:۲۸	۵:۲۵	۵:۲۲	۵:۱۸	۵:۱۴	۵:۰۹	۵:۰۴
۹/جنوری		۵:۳۱	۵:۲۸	۵:۲۵	۵:۲۱	۵:۱۷	۵:۱۳	۵:۰۸
۱۵/جنوری			۵:۳۹	۵:۳۷	۵:۳۴	۵:۳۱	۵:۲۷	۵:۲۴
۲۱/جنوری				۵:۵۱	۵:۴۹	۵:۴۷	۵:۴۵	۵:۴۲
۲۵/جنوری					۶:۰۱	۶:۰۰	۵:۵۸	۵:۵۷
۲۹/جنوری						۶:۱۳	۶:۱۳	۶:۱۳
یکم فروری							۶:۲۴	۶:۲۵
۵/فروی								۶:۴۲

الجواب ـــــــــــــــــــ باسمہ تعالیٰ

(۱) ساری رات شفق کے غروب نہ ہونے کی صورت میں عشا کی نماز مغرب کی نماز کے ایک گھنٹہ بعد پڑھ سکتے ہیں۔

"**وفی شرح المنية: أنه لو كان إمام محلته يصلی العشاء قبل غياب الشفق الأبيض فالأفضل أن يصلی وحده بعد الغياب" الخ**. (شرح المنية – لم نطلع علیٰ طبع جديد)(۱)

اس کا کھلا ہوا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی شخص شفق ابیض کے غروب سے قبل ہی اس جماعت میں شریک ہو کر پڑھ لے تو بلا کراہت نماز ادا ہو جائے گی اور محل طعن و تشنیع نہ بنے گا، پس جب بغیر کسی مجبوری و عارض کے اس کی گنجائش ہے، اور محل طعن نہیں ہے، تو مذکورہ عوارض و مجبوری کی صورت میں بدرجۂ اولیٰ مورد طعن و مستوجب کراہت نہ ہوگا، بلکہ ائمۂ مساجد کو خود اس کا لحاظ کرنا انسب ہوگا۔

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ صبح صادق سے طلوع شمس تک جتنا فصل ہوتا ہے، اتنا غروب شمس سے عشا تک ہو، اگر پہلا فصل معلوم ہو جائے، تو اتنا ہی دوسرا بھی سمجھا جائے گا۔

صبح صادق کی شناخت یہ ہے کہ ایک روشنی مشرق میں لمبی شروع ہوتی ہے، یعنی طلوع آفتاب کی جگہ ایک اونچا ستون سا ہوتا ہے، یہ صبح کاذب ہے، بعد ازاں یہ روشنی تقریباً غائب ہو کر دوبارہ ایک روشنی عرض آسمان میں یعنی شمالاً

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاة: ۳۵۹/۱، دار الفکر بیروت. انیس

وجنوباً پھیلتی ہے۔اس کی ابتدا سے قبل سحری موقوف کر دینا لازم ہے اور اس کے پھیل جانے پر فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے،اور اس مذکورہ روشنی کے پھیلنے سے پیشتر اسی طرح ایسی سفید روشنی جب تک غروب کے بعد رہے، وہ شفق ابیض ہے،اس وقت تک عشا کی نماز نہ پڑھی جائے، جب یہ روشنی غائب ہو جائے، تو عشا کی نماز پڑھ لی جائے، صبح صادق اور شفق ابیض کا معلوم ہونا کوئی مشکل نہیں ہے، کیونکہ اس کی خاص پہچان ہے، یعنی رات تاریکی تو ممتاز چیز ہے۔تو جو روشنی مشرق یا مغرب میں اس کے خلاف ہوگی، وہ بھی ممتاز ہے۔سو یہ روشنی جب تک مغرب کی جانب ہے، وہ مغرب کا وقت ہے،اور جب یہ غائب ہو جائے وہ عشا کا وقت ہے اور ایسی ہی روشنی جب تک مشرق میں نمودار نہ ہو وہ رات ہے۔اور جب مشرق میں نمودار ہو جائے، وہ صبح صادق ہوگی، صبح صادق اور طلوع شمس کے مابین وقت فجر ہے، لہٰذا نماز فجر اس میں ادا کریں صبح صادق سے قبل سحری سے فارغ ہو جائیں، صبح صادق کے بعد سحری نہ کریں اور اگر مذکورہ بالا صورت دشوار ہو تو طلوع شمس سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل نماز فجر ادا کریں اور دو گھنٹہ قبل سحری سے فارغ ہو جائیں اور نماز مغرب کے ایک گھنٹہ بعد ادا کریں۔

(۲)　جن مقامات میں شمس کا غروب وطلوع روزانہ نہ ہوتا ہو، بلکہ کئی کئی دن یا کئی کئی ماہ مسلسل آفتاب طلوع یا غروب رہتا ہو، جیسے ارض تسعین اور اس کے قرب وجوار کے مقامات میں، تو وہاں پر بھی چونکہ آفتاب ہر چوبیس گھنٹہ میں اپنا چکر پورا کر لیتا ہے، یعنی جس وقت جس نقطہ سے چلتا ہے، پورے چوبیس گھنٹہ میں اسی نقطہ پر تقریباً پہنچ جاتا ہے اور یہ پورا ایک چکر شمار ہوتا ہے، جو لیل ونہار کا مجموعہ اور ایک دن رات کے برابر کہا جا سکتا ہے، پس اس پر ایک دن رات میں (جو چوبیس گھنٹے کی مقدار کے برابر ہوگا) پانچوں نمازوں کے وقت کا تعین اور اندازہ کر کے برابر ان کو ادا کریں گے،اور اس لیل ونہار کے مجموعہ کی ابتدا اس قریبی مقام کے غروب شمس کے وقت سے کر لیا کریں، جہاں پر آفتاب غروب ہوتے ہی طلوع ہو جاتا ہے،اس طرح غروب شمس سے غروب شمس تک کا وقت لیل ونہار کا ایک مجموعہ شمار کر کے نصف اول (غروب شمس سے بارہ گھنٹے تک) رات کا حصہ شمار کیا جائے اور رات کا حصہ شروع ہوتے ہی نماز مغرب پڑھ لی جائے، پھر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد عشا کا وقت شمار کیا جائے،اور جہاں تک جلد ہو سکے نماز عشا کی ادائیگی کر لی جایا کرے، پھر نصف اول (جو رات کا حصہ شمار ہے) ختم ہونے سے آدھ گھنٹہ قبل نماز فجر سے فارغ ہو جائیں، پھر نصف ثانی (جو دن کا حصہ شمار ہے) کا نصف اول گزرتے ہی یعنی لیل ونہار کے پورے مجموعہ (۲۴ر گھنٹے) کا ربع ثالث شروع ہونے کے بعد سے نماز ظہر کا وقت قرار دیا جائے اور جہاں تک جلد ہو سکے، نماز ظہر سے فراغت کر لی جائے، پھر اس مجموعہ لیل ونہار مکمل ہونے یعنی غروب شمس ہونے سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ قبل نماز عصر کا وقت شمار کر لیا جائے، پھر غروب شمس سے دوسرا مجموعہ لیل ونہار شمار کر کے دوسرے دن کی مغرب، شمس کے غروب ہوتے ہی پڑھ لی

جائے، پھر عشا و فجر ساری نمازیں لیل ونہار کے اول مجموعہ کے حساب سے ادا کر لی جائیں، پھر اس طرح ہر روز کی نمازوں کا معمول رکھا جائے، اور اگر یہ صورت دشوار ہو تو ایسا کرنا بہر حال آسان ہے کہ جس دن آفتاب طلوع ہو کر غروب نہ ہونا شروع ہو جائے، اور مسلسل طلوع رہے، اس دن کے طلوع سے ۲۴ر گھنٹے کی مقدار پورے ایک دن رات کی مقدار شمار کر کے اس میں حسب تصریح تفصیل مذکورہ پانچوں نمازیں ادا کرتے جائیں، اور پھر اس ۲۴ر گھنٹے کے ختم ہونے پر دوسرا ۲۴ر گھنٹہ، اسی طرح دن ورات کی نمازیں ادا کریں۔

جن مقامات میں شمس کی عام گردش یومیہ کے اعتبار سے روزانہ طلوع غروب نہ پایا جاتا ہو، بلکہ کئی دن یا کئی ماہ تک مسلسل آفتاب طلوع ہی رہتا ہو، یا غروب ہو کر زمین کی اوٹ میں غائب ہی رہتا ہو، جیسا کہ ارض تسعین اور اس کے اطراف میں تو ان مقامات میں آفتاب کا ایک پورا دورہ (۲۴ر گھنٹہ کا) جو ایک لیل ونہار کا مجموعہ شمار ہوتا ہے، اور اس کے نصف آخر کو دن کا حصہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس میں روزہ رکھیں، اور اس نصف کے شروع ہونے سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل ہی سحری کھانا بند کر کے روزہ کی نیت کر کے روزہ رکھ لیا کریں، اور نصف اول جو رات کا حصہ شمار ہوتا ہے، اس میں مغرب وعشا وتر اوتراویح وفجر سب نمازیں پڑھ لیا کریں۔ اور پھر جب یہ مجموعہ لیل ونہار پورا ہو کر دوسرے روز کا آغاز ہو، فوراً نماز مغرب پڑھنے کی طرح افطار بھی کر لیا کریں اور پھر اس دوسرے روز کے نصف اول میں جو رات کا حصہ شمار ہوتا ہے۔ اس میں کھانا پینا وغیرہ اور رات کی سب فرض نمازوں سے فراغت کر لیا کریں، اور نصف ثانی میں جو دن کا حصہ شمار ہوتا ہے، اس کے شروع سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل سحری کھا لیا کریں، اور روزہ کی نیت کر لیا کریں۔ پھر اس طرح ہمیشہ کیا کریں، تا آنکہ یہ طلوع چوبیس گھنٹہ کا نہ ہونے لگے۔

(۳)　　جب روزانہ طلوع آفتاب نہ ہو، کئی کئی ماہ مسلسل آفتاب طلوع نہ ہوتا ہو، بلکہ غروب ہی رہتا ہو، جیسا کہ ارض تسعین اور اس کے مضافات میں ہوسکتا ہے، تو اس زمانہ کا ہر چوبیس گھنٹہ لیل ونہار کا مجموعہ ایک دن اور ایک رات کے برابر قرار دیا جائے گا، اور نصف اول کو رات کا حصہ شمار کیا جائے گا، اور نصف آخر کو دن کا حصہ شمار کیا جائے گا، بشرطیکہ جس دن آفتاب غروب ہو کر طلوع نہ ہونا شروع ہو جائے، اور مسلسل غروب رہے، تو اس صورت میں پانچوں نمازیں مسئلہ نمبر ۲ر کی طرح ادا کریں گے، یا اس لیل ونہار کے مجموعہ کی ابتدا اس قریبی مقام کے طلوع شمس کے وقت سے کر لیا کریں جہاں پر آفتاب طلوع ہوتے ہی غروب ہو جاتا ہے، تو اس صورت میں نصف اول کو دن کا حصہ شمار کیا جائے گا، اور نصف ثانی کو رات کا حصہ شمار کیا جائے گا، مذکورہ بالا صورتوں میں مسئلہ نمبر ۲ر کی طرح عمل کیا جائے گا، یہاں تک کہ غروب مسلسل کا یہ دور ختم نہ ہو جائے، روزہ کا مسئلہ صورت اولیٰ میں جس طرح رہا، صورتِ ثانیہ میں بھی ہوگا۔

(۴)　　مسلسل رات ہونے کی وجہ سے اس زمانہ کا ہر چوبیس گھنٹہ لیل ونہار کا مجموعہ ایک دن ورات کے برابر

قرار دیا جائے گا، نصف اول کو رات کا حصہ شمار کیا جائے گا، اور نصف ثانی کو دن کا حصہ شمار کیا جائے گا۔ شفق کی روشنی میں جو کچھ نمودار ہوتی ہے، اس کو دیکھیں گے، کہ کون سی سمت نمودار ہوتی ہے، اگر وہ مغرب کی جانب نمودار ہو تو اس کو شفق احمر یا ابیض کے ساتھ تعبیر کریں گے، اور اگر یہ روشنی مشرق میں لمبی شروع ہوتی ہے، یعنی طلوع آفتاب کی جگہ ایک اونچا ستون سا ہوتا ہے، صبح کاذب ہے، بعد ازاں یہ روشنی تقریباً غائب ہو کر دوبارہ ایک روشنی عرض آسمان میں یعنی شمالاً وجنوباً پھیلتی ہے، اور اس کے پھیل جانے پر فجر کی نماز کا وقت شروع ہوتا ہے، اس کو صبح صادق سے تعبیر کرتے ہیں، اگر مذکورہ بالا باتیں اس شفق میں معلوم ہوئیں، تو اس شفق کو مذکورہ بالا شرائط کے مطابق یا تو اس کو شفق احمر یا ابیض یا صبح صادق سے تعبیر کریں گے، ورنہ پھر ہر چوبیس گھنٹہ کا مجموعہ ایک دن ورات کے برابر قرار دے کر پانچوں وقت کی نمازیں مسئلہ نمبر ۳ کی طرح ادا کریں گے۔

(۵)　جب دن چھوٹا ہونے لگے، کہ مثل اور مثلین کا تعین وتمیز نہ ہو سکے، تو زوال شمس کے بعد جہاں تک جلد ہو سکے، نماز ظہر پڑھ لی جائے اور اصفرار شفق سے کچھ قبل نماز عصر پڑھ لیں، جب دن اتنا چھوٹا ہونے لگے کہ زوال شمس بھی متمیز ومتحقق نہ ہو سکے، تو اندازہ سے دن کی نصف مقدار گزارنے کے بعد نماز ظہر پڑھ لی جائے کہ دونوں نمازوں کے درمیان فصل بہت تھوڑا رہے، یا بالکل نہ رہے، اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(۶)　جب تک رات چھوٹی ہو، اور دن بڑا ہو اور آفتاب روزانہ طلوع وغروب ہوتا ہو، اس وقت تک زوال شمس اور وقت ظہر وعصر الگ الگ متحقق ومتمیز ہوں گے، اور ہر وقت کی نماز اس کے اصل وقت میں پڑھنی ضروری ہوگی۔ البتہ عصر کی نماز اصفرار شمس سے قبل ادا کر لینا ضروری ہے، ورنہ نماز مکروہ ہوگی، رات صرف دو گھنٹے کی ہو تو سورج کے غروب ہونے کے بعد مغرب کی نماز پڑھیں گے، آدھ گھنٹہ کے بعد عشا کی نماز پڑھیں گے، سورج کے طلوع سے آدھ گھنٹہ قبل فجر کی نماز پڑھیں گے، مابین وقت عشا وفجر ایک گھنٹہ باقی رہتا ہے، اس میں تراویح اور سحری آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں، جن مقامات میں طلوع وغروب شمس تو روزانہ پورے سال پایا جاتا ہو، لیکن غروب شمس کے بعد سے فجر صادق طلوع ہونے کے قبل تک اتنا موقع نہ ملتا ہو کہ (بایماء آیت کریمہ ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (۱) کھایا پیا جا سکے، پھر اس کے بعد غروب تک روزہ پورا کیا جا سکے، تو ان مقامات میں روزہ کی مقدار ساعات سے متعین نہیں کریں گے، بلکہ اس ماہ کے بعینہ یہی دن روزوں کے لئے متعین رہیں گے، لیکن چونکہ اس طرح بغیر آسودگی سے کھائے پئے پورے ماہ صوم پر عادۃً عموماً قدرت نہیں ہو سکتی، اس لئے ناغہ دے کر حسب قدر واستطاعت روزہ رکھا کریں گے اور

(۱)　سورة البقرة: ۱۸۷. انیس

جن دنوں میں افطار کریں گے ان دنوں میں صوم کے عوض میں دوسرے ماہ کے دنوں میں حسب قدرت ناغہ دے دے کر ادا کرتے رہیں گے، لیکن اگر جسمانی کمزری کی وجہ سے اس پر قدرت نہ ہو، تو ان لوگوں کا فدیہ فی صوم ایک صدقہ کے برابر ہمیشہ ادا کرتے رہیں گے، اور اگر بوجہ غربت فدیہ نہ دے سکتے ہوں، تو استغفار کرتے رہیں گے، مگر وہاں سے جلد از جلد ترک سکونت کر لینے کی کوشش کریں گے:

"وكذا لو نذر صوم الأبد فضعف عن الصوم لاشتغاله بالمعيشة، له أن يفطر ويطعم؛ لأنه استيقن أن لا يقدر علىٰ قضائه فإن لم يقدر على الإطعام لعسرته يستغفر اللّٰه ويستقيله وإن لم يقدر لشدة الحر كان له أن يفطر ويقضيه في الشتاء إذا لم يكن نذروا لأبد. (فتح القدير-فصل ومن كا ن مريضاً في رمضان فخاف إن صام ازداد-۸۳/۲-ط:مكتبة بولاق مصر)

جن مقامات میں طلوع وغروب شمس روزانہ پایا جاتا ہو، اور غروب کے بعد سے فجر صادق سے طلوع ہونے کے پیشتر پورے سال اتنا وقت ملتا ہے، جس میں صلاۃ ہائے مفروضہ واجبہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ اطمینان سے کھانے پینے اور کچھ آرام سکون لینے کا وقت مل جاتا ہو، تو ان مقامات کے لوگوں پر ماہ رمضان میں ہی ہمیشہ ادائیگی صوم واجب و ضروری ہوگی اور فجر صادق طلوع ہونے سے بھی روزہ شروع کر دینا لازم ہوگا، اور وقت فجر کی مقدار طویل ہونے کی وجہ سے صوم کی مقدار اگرچہ طویل ہو جائے، لیکن سرد ملک ہونے کی وجہ سے قدرت علی الصوم رہے گی، اور وجوب صوم متوجہ رہے گا، ساقط نہیں ہوگا۔

(۷)　صورتِ مسئولہ میں عشا کی نماز مغرب کی نماز کے ایک گھنٹہ بعد پڑھنا درست ہے، نیز طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل نماز فجر ادا کریں، سحری وغیرہ احتیاطاً طلوع شمس سے دو گھنٹے پہلے ختم کر دیں، بقیہ نمازیں وقت مقررہ پر ادا کریں۔ان دنوں میں اگر رمضان کا مہینہ آجائے، تو روزہ رکھنا فرض ہوگا۔فرضیت ساقط نہیں ہوگی، کیونکہ ان دنوں میں ۱۶، ۱۷ گھنٹے کا دن ہوتا ہے۔ان دنوں میں روزہ رکھنا تحمل سے باہر نہیں ہے۔

نوٹ:

مذکورہ سوالات کے جوابات ظاہر ہیں کہ کتب فقہ میں تفصیل کے ساتھ مذکور نہیں ہیں، جو کچھ علما نے اپنے فتاویٰ، جیسے منتخبات نظام الفتاویٰ اور احسن الفتاویٰ اور امداد الفتاویٰ وغیرہ میں تحریر فرمایا ہے، وہ لکھ دیا ہے، ممکن ہے کوئی متبحر عالم اختلاف کرے۔اس لئے دوسرے علما کو دکھا لیا جائے، ہم نے حضرت مفتی محمود گنگوہی دام مجدہم کو سنا کر نقل کرایا ہے۔

کتبہ: العبد یحیٰ غفرلہ (نقلاً فتاویٰ الاکابر) مظاہر العلوم سہارنپور، بینات-جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۰۷ھ۔(فتاویٰ بینات: ۲/۲۱۲-۲۳۰)

(۱)　كذا في غمز عيون البصائر في شرح الأشباه والنظائر، كتاب الصوم: ۶۵/۲ . انيس

برطانیہ میں طلوع شمس وغروب شمس کا مسئلہ:

سوال: یہاں برطانیہ میں مدت سے یہ بات مشہور ہے کہ شفق اور صبح صادق کا مشاہدہ کرنا مشکل ہے، لہذا کسی نے اس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی اور اب بھی یہی حال ہے، سردیوں کے موسم میں یعنی نومبر، دسمبر اور جنوری میں تو کسی حد تک یہ بات صحیح ہوسکتی ہے، مگر اور مہینوں کے لئے یقیناً ایسا نہیں ہے، بہرحال مشاہدہ کو بالائے طاق رکھ کر محض محکمۂ موسمیات کے حاصل کردہ اوقات غروب وشفق (ٹوینکل اور اسٹرائیکل ٹوائی لائٹ) اور طلوع صبح صادق (ٹوینکل اینڈ اسٹرانائیکل ٹوائی لائٹ) پر اکتفا کرتے چلے آرہے ہیں، یعنی محکمہ موسمیات والوں سے غروب آفتاب کے بعد یا طلوع آفتاب سے پہلے سورج کے زیر افق اٹھارہ درجہ جانے کے بعد یا طلوع سے اٹھارہ درجہ پہلے کے اوقات منگوائے ہیں اور اس کے مطابق عشا اور فجر پر عمل کرتے ہیں، برطانیہ میں زیادہ تر مسجدوں میں بارہ درجہ کے مطابق نوٹیکل ٹوائی لائٹ اوقات منگوا کر وقت عشا اور فجر کی ابتدا مان کر عمل کیا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ برطانیہ میں عمومی طور پر مشاہدہ کرنے کے بجائے محکمۂ موسمیات کے تخریج کردہ اوقات غروب وطلوعِ شفق بارہ یا اٹھارہ درجہ کے مطابق وقت عشا وطلوع فجر کی ابتداء مانتے ہیں، دراصل انگلینڈ میں بسنے والے مسلمانوں نے ابتدا میں عشا کی نماز اور صبح صادق کے لئے اپنے اپنے یہاں کے لئے رصدگاہوں سے وقت منگائے تھے، تو رصدگاہوں نے بارہ درجہ کے مطابق وقت نکال کر بھیجا تھا، پھر ایک دوسرے کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے آہستہ آہستہ بعد میں آنے والے تمام مسلمان عشا کی نماز ادا کرنے میں ۱۲/درجہ والے ٹائم پر مکمل عمل پیرا ہوگئے اور پورے انگلینڈ میں ۱۲/درجہ کا ٹائم رائج ہوگیا، مگر جن مہینوں میں ۱۲/درجہ کے حساب سے بھی سورج غروب ہونے کے بعد بہت ہی دیر سے عشا کا وقت ہوتا تھا اور عشا کی نماز کے لئے بہت ہی انظار کرنا پڑتا تھا، جس میں لوگ بے پناہ حرج میں مبتلا ہوتے تھے، لوگوں نے مفتیان کرام کی طرف رجوع کیا تو حضرات مفتیان کرام نے دفع حرج کی خاطر شفق احمر غائب ہونے کے ایک گھنٹہ کے بعد عشا کی نماز ادا کرنے کا فتوی دیا جس کی وجہ سے ایک یا سوا گھنٹہ پر عشا کی نماز ادا کرتے رہے۔

مگر ۱۹۸۲ء میں پھر یہ بات چلی کہ نماز عشا اور صبح صادق کے لئے ۱۲/درجہ کا ٹائم غلط ہے، اور ۱۸/درجہ کا ٹائم صحیح ہے، پھر تمام مسلمانوں نے اپنی اپنی جگہوں کے لئے ۱۸/درجہ کا ٹائم منگوا کر اس کے مطابق عشا اور فجر کے لئے عمل شروع کردیا، اس لئے کہ ۱۸/درجہ کے حساب سے عشا کی نماز کے لئے سورج غروب ہونے کے بعد دو ڈھائی اور تین ساڑھے تین گھنٹوں تک کا بھی انتظار کرنا پڑتا تھا اور یہ انتظار عوام کے لئے ناقابل برداشت ہوگیا تھا، اس لئے ایک

سال عمل کرنے کے بعد پھر سے ۱۲؍درجہ پر عمل کرنا شروع کردیا، اس لئے کہ اٹھارہ درجہ کے حساب سے پورے سال عشا کی نماز سورج غروب ہونے کے دو ڈھائی گھنٹوں کے بعد پڑھنی پڑتی تھی، اور اسی طرح ان دنوں میں روزہ رکھنے کے لئے سورج کے طلوع ہونے سے دو ڈھائی گھنٹہ قبل ہی سحری بندی کرنی پڑتی تھی، بلکہ بعض مہینوں میں تو وقت عشا اور صبح صادق کے درمیان بہت ہی تنگ وقت رہتا ہے، ان تمام دشواریوں کے پیش نظر اٹھارہ درجہ پر ایک دو سال عمل کرنے کے بعد اکثریت بارہ درجہ پر عمل پیرا ہوگئی، مگر چند جگہوں کے مسلمان اب بھی اٹھارہ درجہ کے مطابق عشا کی نماز ادا کرتے ہیں اور انتظار کی ساری صعوبتیں برداشت کرتے چلے آرہے ہیں، مگر ان کے لئے سب سے بڑی نا قابل برداشت دشواری یہ کھڑی ہوگئی ہے کہ مساجد کے چند مصلی بارہ درجہ پر عمل کرنے پر مصر ہیں، اور یہ لوگ اٹھارہ درجہ پر عمل کرتے ہیں، تو آپس میں تناؤ شروع ہوگیا، چونکہ جو لوگ بارہ درجہ پر عشا کی نماز ادا کرتے ہیں وہ بہت جلد عشا کی نماز سے فارغ ہوجاتے ہیں، اور ان کو انتظار میں رہنا پڑتا ہے، یہ ان کے لئے بڑی آزمائش ہے، اس لئے آپس میں لڑائی جھگڑے اور فساد ہوتے ہیں، حتی کہ بعض جگہوں پر ایک ہی مسجد میں دو دو جماعتیں شروع ہوگئی ہیں، اور یہ بڑا المیہ ہے، جس طرح بحمد اللہ چاند کے بارے میں صحیح العقائد میں باہم اتفاق ہوگیا ہے، اسی طرح عشا کی نماز اور صبح صادق میں بھی باہم اتفاق ہوجائے، تو بہت ہی بہتر ہوگا، مگر ہماری یہ تمنا اسی وقت پوری ہوسکتی ہے جب حضرات مفتیان کرام اس معاملے میں جلد از جلد رہنمائی فرمائیں۔

ہمارے ملک میں تو اٹھارہ درجے پر عشا اور صبح صادق سوا گھنٹے پر ہوتی ہے، جب کہ انگلینڈ میں ہمیشہ دو تین بلکہ بعض مہینوں میں غروب سے ساڑھے تین چار گھنٹوں کے بعد عشا کا وقت ہوتا ہے، اور طلوع آفتاب سے ساڑھے تین چار گھنٹہ قبل صبح صادق ہوتی ہے۔

(محکمۂ موسمیات سے اٹھارہ ڈگری کے مطابق وقت معلوم کرنے پر) جب کہ بعض مہینوں میں رات بھی مشکل سے آٹھ ساڑھے آٹھ گھنٹے کی ہوتی ہے، اس طرح سے عشا کی نماز پڑھنے اور سحری بند کرنے میں بہت ساری دشواریاں درپیش ہیں، البتہ جن راتوں میں شفق بالکل غائب نہیں ہوتی ہے ایسے ڈھائی مہینوں میں سوا گھنٹے پر عمل کرنے کی حضرات مفتیان کرام کی طرف سے سہولت دی گئی ہے، مگر ان ڈھائی مہینوں کے علاوہ پورے سال اٹھارہ درجے پر عمل کرنے میں بہت دقت اور پریشانیاں تھیں، بنا بریں مسلمانوں نے اٹھارہ درجے پر عمل ترک کرکے بارہ درجے پر پھر اپنا عمل شروع کردیا، تعجب ہے کہ ہمارے ملکوں میں اٹھارہ درجے کے حساب سے سورج کے غروب سے عشا کا وقت سوا گھنٹہ بعد اور صبح صادق کا وقت طلوع آفتاب سے سوا گھنٹہ پہلے ہوتا ہے، اور یہاں انگلینڈ اٹھارہ درجہ کے مطابق اتنا زیادہ وقت کیوں؟

یہ بات ہمارے لیے باعث حیرت ہے کہ سورج کو تین سو ساٹھ درجہ چوبیس گھنٹوں میں عبور کرنے میں فی درجہ چار منٹ لگتے ہیں ، اب عشا کی نماز کے اٹھارہ درجہ اور صبح صادق کے اٹھارہ درجہ کل چھتیس درجوں کے لئے ۸/۷/۶/۵/۴ گھنٹے خرچ ہوجاتے ہیں، تو پھر بقیہ ۳۲۴ درجوں کے لئے تو صرف سولہ سے بڑھ کر بیس گھنٹے ہی باقی رہ جاتے ہیں، اتنے سارے درجوں کو عبور کرنے کے لئے سورج کو مذکور تفصیل کے مطابق تو صرف فی درجہ چار منٹ سے کم وقت ملتا ہے، تو پھر اتنے کم گھنٹوں میں ۳۲۴ درجہ کس طرح عبور ہوتے ہوں گے، یہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے۔

مشاہدہ:

امسال ہم نے ستمبر اور اکتوبر کی چند تاریخوں میں مشاہدہ کیا، تو ایک گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ دس منٹ پر غروب آفتاب کے بعد شفق احمر غائب ہوئی، اور ایک گھنٹہ بیس منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پچیس منٹ پر شفق ابیض کے غروب کا مشاہدہ کیا، اور جتنا وقت شفق ابیض کے غروب میں لگا، بعینہ اتنا ہی وقت سورج طلوع ہونے سے قبل صبح صادق ہونے میں لگا، یعنی ایک گھنٹہ بیس پچیس منٹ، جب ہم نے یہ مشاہدہ کیا تو ان تاریخوں میں محکمۂ موسمیات والوں نے زیادہ درجہ کے وقت سے جو وقت بارہ درجہ کے مطابق یا اٹھارہ درجہ کے وقت سے دیا تھا، وہ غلط ثابت ہوا، یعنی اٹھارہ درجہ کے وقت سے شفق احمر کم سے کم دس منٹ پہلے اور شفق ابیض ۳۱ منٹ پہلے غروب ہوچکی، اور اسی طرح صبح صادق ۳۰ منٹ بعد طلوع ہوئی۔ اب حل طلب مسئلہ یہ ہے کہ!

(۱) آیا بارہ درجے کے اختتام پر یا اٹھارہ درجے کے اختتام پر وقت عشا کی ابتدا مانی جائے یا مشاہدہ کو اولیت دی جائے؟

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ مشاہدہ اور مذکورہ درجوں میں اوقات کے اندر تعارض ہوجائے تو مشاہدہ کو صحیح مانا جائے یا محکمۂ موسمیات کے تخریج کردہ اوقات کو؟

(۳) شفق احمر کی غیوبت پر وقت عشا کی ابتدا مان کر عمل کیا جائے تو کوئی حرج ہے؟

(۴) غروب آفتاب کے بعد شفق احمر اور شفق احمر کے بعد شفق ابیض عمومی طور پر کتنے کتنے وقفہ سے غائب ہوتی ہے؟ ہر ایک کا فاصلہ الگ الگ تحریر کیا جائے۔

(۵) اگر کوئی عالم دین یا دیندار شخص اپنے مشاہدہ کی شہادت دے تو ان کی شہادت قابل قبول ہے یا نہیں؟

(۶) بعینہ درجوں کے مطابق یا مشاہدہ کے مطابق عشا کی نماز کا وقت شروع کرنے میں اور اس طرح فجر کی ابتدا ماننے میں حرج درپیش ہو، تو پورے سال غروب آفتاب کے سوا گھنٹے بعد اور طلوع آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ پہلے عشا اور فجر کی ابتدا مان کر عمل کیے جانے میں شرعی طور پر کوئی ممانعت تو نہیں؟ جب کہ ہمارے ملکوں میں عشا کی ابتدا کے اوقات گھنٹہ سوا گھنٹہ اور فجر کی ابتدا طلوع آفتاب سے سوا گھنٹہ پہلے ہوجاتی ہے، نیز ہم نے اپنا مشاہدہ بھی اوپر ذکر کردیا ہے۔

حرج کی صورتیں:

عشا دیر سے پڑھنے میں اور صبح صادق جلدی ماننے سے وقت کی تنگی کے سبب نہ تو سونے کے لئے پورا وقت ملتا ہے، اور نہ آرام ملتا ہے، جس کی وجہ سے نیند تو خراب ہوگی ہی، صحت پر بھی اثر پڑے گا، اور عبادات میں کوتاہی اور کاہلی پیدا ہوگی، نیز عشا اور فجر کی نماز کی قضا کا بھی احتمال ہے، جماعت میں لوگ کم آتے ہیں، اسی طرح دنیوی معاملات میں بھی بڑی دقت درپیش ہوتی ہے، مثلاً وقت پر کام پر جانے میں حرج ہوتا ہے، اور بھی دیگر باتیں ہیں، اب یا تو رزق حلال حاصل کرے یا نمازیں قضا کرے، رہی یہ بات کہ نیند نماز فجر کے بعد پوری کرلے تو یہ حل ان لوگوں کے لئے تو ہوگا جو بے روزگار ہیں، ورنہ اکثریت جو کام سے لگے ہوئے ہیں ان کے لیے مسئلے کا یہ حل نہیں، لوگ سستی کی وجہ سے بغیر نماز پڑھے ہی سو جائیں گے اور نماز کے لئے اٹھ نہ سکیں گے۔

عشا اور فجر کی ابتدا میں درجات کے اعتبار سے اختلافات:

اسماء	صبح صادق	صبح کاذب	اسماء	صبح صادق	شفق
شرح چغمینی	۱۵	۱۸	ابن شاطر	۱۹	۱۷
	۱۸	۱۸	ابوعلی مراکشی	۲۰	۱۶
حل العقدۃ من مقاصد العمدۃ:ص۱۷	۱۹		ابوعبداللہ	۱۹	۱۸
مفتی رشید احمد لدھیانوی	۱۵		ابن رقام	۱۹	۱۹
			قاضی زادہ موسیٰ بن محمد	۱۸	۱۸

علماء عرب ومراکش وقت صبح صادق ۱۸/۱۹/۲۰/درجہ پر مانتے ہیں۔ (احسن الفتاویٰ:۲/۱۶۱)

مزید تفصیل احسن الفتاویٰ:۲/۱۶۴، سے آگے تک۔

نوٹ: جب درجات میں اختلاف ہو تو درجوں کو معیار وقت بنانا صحیح ہے؟

دین میں آسانی ہے:

(القرآن):

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ أَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا ﴾. (۲)

﴿ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ﴾. (۲)

(۱) سورۃ النساء:۲۸. انیس

(۲) سورۃ البقرۃ:۱۸۵. انیس

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ﴾.(۱)

﴿ لاَ يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا ﴾.(۲)

(الأحاديث):

عن أبی هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:"إن الدين يسر".

قال النبی صلی اللّٰه عليه وسلم:" أحب الدين إلى الله الحنيفية السمحة"، (۳)"يسروا ولاتعسروا بشروا ولا تنفروا".(البخاری)(۴)

يباح الجمع لمن خاف علٰی نفسه وماله أوعرضه ومن خاف ضررًا يلحقه بتركه فی معيشته.(الفقه على المذاهب: ۴۸۷/۱)

(مسلمات فقهية):

"الحرج مدفوع"، (۵)" إذا ضاق الأمراتسع"، (۶)" الضرورات تبيح المحظورات"، (۷) "المشقة تجلب التيسير"،(۸)" الضرر يزال مهما أمكن".(۹)

شفق احمر پر نماز پڑھنا جائز ہے۔

(و)وقت(المغرب منه إلٰی)غروب(الشفق هو الحمرة)عندهماوبه قالت الثلاثة وإليه رجع الإمام ... وفی ردالمحتار:لكن تعامل الناس اليوم فی عامة البلاد علٰی قولهما،وقد أيده فی النهرتبعًا للنقاية والوقاية و الدررو الإصلاح ودررالبحاروالمواهب وشرح البرهان وغيرهم مصرحين بأن عليه الفتویٰ وفی السراج:قولهما أوسع،وقوله أحوط.(الدرالمختار،مطلب فی الصلاة الوسطیٰ: ۲۴۱/۱)

---

(۱) سورةالحج:۷۸.انيس

(۲) سورةالبقرة:۲۸۶.انيس

(۳) الصحيح للبخاری،باب الدين يسر،وقال النبی صلی الله عليه وسلم أحب الدين إلى الله الحنيفية السمحة (ح:۳۹)/السنن الكبریٰ للبيهقی،كتاب الصلاة (ح:۴۶۲۶)/سنن النسائی (ح:۵۰۳۴)وأخرجه الإمام أحمد فی مسنده عن ابن عباس موصولاً (ح:۲۱۰۷) بلفظ:أی الأديان أحب إلى الله؟قال:الحنيفية السمحة/والحديث الثانی أخرجه البخاری فی باب ماكان النبی صلی الله عليه وسلم (ح:۶۹)/ومسلم،باب فی الأمربالتيسير (ح:۱۷۳۲)انيس)

(۴) الصحيح للبخاری،كتاب العلم،باب ماكان يتخولهم بالموعظة والعلم كی لاينفروا،عن أنس بن مالك رضی الله عنه (ح:۶۹_۶۱۲۵)انيس)

(۵) كشف الأسرارشرح أصول البزدوی،باب تقسيم الشرط:۲۰۲/۴.انيس

(۶) الأشباه والنظائرللسيوطی،القاعدةالرابعة: الضرريزال: ۸۳/۱.انيس

(۷) التحبيرشرح التحرير،لاضررولاضرار:۳۸۴۷/۸.انيس

(۸) الأشباه والنظائرلابن نجيم،القاعدةالرابعة: ۶۴/۱.انيس

(۹) الأشباه والنظائرلابن نجيم،القاعدةالخامسة: ۷۲/۱.انيس

(روایات):

روی عن الزهری أنه بلغنی أن أباهريرة قال: من خشی أن ينام قبل صلاة العشاء فلا بأس أن يصلی قبل أن يغيب الشفق. (مصنف عبد الرزاق)(۱)

وروی ابن جريج أن عطاء بن أبی رباح كان يقول: صلی العشاء قبل أن يغيب الشفق وقال عطاء إنی لأطوف أحيانا سبعاً بعد المغرب ثم أصلی العشاء. (مصنف عبد الرزاق)(۲)

حكی أن ظهير الدين المرغينانی لما قدم من فرغانة رأی كسالی نجارة يصلون العشاء قبل أن يغيب الشفق فأراد منعهم عن ذلك ثم لقی شمس الأئمة السرخسی وشاوره فی قصده فقال: لا تفعل فإنك إن منعتهم عن ذلك تركوها بالكلية وأما الأن فإنهم يؤدونها فی وقت يجيزه بعض الأئمة. (ناظورة الحق، قلمی: ۸۲)

وفی رواية عن مالك والشافعی إن وقت المغرب مقدار مايتوضأ ويصلی خمس ركعات: لأن جبرئيل عليه السلام أم فی المغرب فی يومين فی وقت واحد. (شرح النقاية: ۵۲/۱)

وذهب الأوزاعی وابن المبارك والشافعی فی قوله الحديث ومالك فی رواية إلٰی أنه قدر مايصلی خمس ركعات ... بوضوء وأذان وإقامة فحسب ويدخل وقت العشاء بعد.

(ناظورة الحق، قلمی: ۶۹)

وروی عن سفيان عن مكحول أنه قال: إذا ذهبت الحمرة فصل قال سفيان: والحواجب إلينا وذلك أشفق عندنا: لأن البياض لايذهب حتی يمضی الليل قال الشيخ: والذی رواه سليمان بن موسٰی عن عطاء بن أبی رباح عن جابر عن النبی صلی اللّٰه عليه وسلم فی أوقات الصلاة: ثم صلی العشاء قبل غيبوبة الشفق رواه أبوطاهر الفقيه لذلك. (السنن الكبری للبيهقی، كتاب الصلاة: ۳۷۳)

كفاية الأخبار فی حل غاية الاختبار: ۱۶۰/۱، پرعلامہ تقی الدین دمشقی فرماتے ہیں:

متی يخرج وقت المغرب الخ فيه قولان، الجديد الأظهر أنه يخرج بمقدار طهارة وستر عورة وأذان وإقامة وخمس ركعات، والاعتبار فی ذلك الأوسط المعتدل.

حضرات مفتیان کرام سے گذارش ہے کہ جواب جلد از جلد مرحمت فرما کر ممنون فرمائیں؛ کیوں کہ اس سلسلے میں یہاں برطانیہ میں نومبر ۱۹۸۷ء کے اخیر میں علماء برطانیہ کا اجلاس ہو رہا ہے۔ فقط والسلام

(یعقوب احمد مفتاحی ناظم حزب العلماء (یو۔کے) ۲۸/ صفر المظفر ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۱/ اکتوبر ۱۹۸۷ء بروز بدھ)

(۱) باب النوم قبلها والسهر بعدها (ح: ۲۱۵۰) انیس

(۲) باب وقت العشاء الآخرة (ح: ۲۱۲۶) انیس

الجواب ــــــــــــ حامدًا و مصليًا و مسلمًا

(۱) مشاہدہ کو اولیت دی جائے اور اسی کا اعتبار کیا جائے۔

(۲) محکمہ موسمیات کے تخریج کردہ اوقات اگر اصول شرعیہ کے مطابق ہوں، تو اس کے اعتبار میں کوئی مضائقہ نہیں، لیکن اس کو مؤید کے درجہ میں رکھا جاسکتا ہے، بنیاد واصول کے درجہ میں نہیں، یہودیوں نے اپنی خفیہ محنتوں کے ذریعہ آج پوری امت کو شکار کرہی لیا ہے، رہی سہی عبادات پر بھی وہ ہاتھ صاف کرنا چاہتے ہیں، اس لئے امت کے خواص کو چوکنا و ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔

(۳) شفق احمر کی غیوبیت پر ضرورتاً وقت عشا کی ابتدا ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں، **کمافی کتب الفقه.** (۱)

(۴) شفق احمر کے بعد شفق ابیض کے غروب کے سلسلے میں آپ کا مشاہدہ تقریبا درست ہے، اس لئے اس کے اعتبار میں کوئی حرج نہیں۔

(۵) اگر عالم دین اور دیندار شخص کی شہادت مقبول نہ ہوگی تو پھر کس کی ہوگی؟

کیا محکمۂ موسمیات کے فساق و فجار کی بات مقبول ہوگی؟ جن حضرات کے نزدیک علما و دیندار کی شہادت غیر معتبر ہے، وہ اپنا احتساب کریں۔

۶۔ ضرورت کے تحت ماننے میں کوئی مضائقہ نہیں، بشرطیکہ وقت بھی ہوجائے، چاہے صاحبین ہی کے مسلک کے مطابق ہوتا ہو۔

الحاصل شرعی اصول مدنظر رہے، محکمہ موسمیات کوئی قانون شرعی نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: حبیب اللہ القاسمی غفرلہ۔ ۱۴۰۸/۴/۱۶۔ الجواب صحیح: محمد حنیف غفرلہ۔ (فتاویٰ ریاض العلوم: ۲/۲۷۱-۲۸۱)

---

(۱) **فی أحسن الفتاویٰ:** مفتی بہ قول کے مطابق غروب شفق احمر پر مغرب کا وقت ختم ہوکر عشا کا وقت شروع ہوجاتا ہے، حضرت امام صاحب کا بھی آخری قول یہی ہے اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (احسن الفتاویٰ، کتاب الصلاۃ: ۲/۱۳۰، زکریا، دیوبند)

(۲) **وفی الدر: (و)وقت(المغرب منه إلیٰ)غروب(الشفق وهو الحمرة)عندهما وبه قالت الثلاثة وإليه رجع الإمام كما فى شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب (و)وقت (العشاء والوتر منه إلى الصبح).**

وفی الرد:(قوله:وإليه رجع الإمام)أی إلیٰ قولهما الذی هورواية عنه أيضًا،وصرح فی المجمع بأن عليها الفتویٰ،ورده المحقق فی الفتح بأنه لايساعده رواية ولادراية الخ وقال تلميذه العلامة قاسم فی تصحيح القدوری:إن رجوعه لم يثبت لما نقله الكافة من لدن الأئمة الثلاثة إلى اليوم من حكاية القولين ودعوى عمل عامة الصحابة بخلافه خلاف المنقول، ... لكن تعامل الناس اليوم فی عامة البلاد علیٰ قولهما وقد أيده فی النهرتبعًا للنقاية والوقاية والدرروالإصلاح ودررالبحاروالإمداد والمواهب وشرحه البرهان وغيرهم مصرحين بأن عليه الفتویٰ،وفی السراج:قولهما أوسع وقوله أحوط.(الدرالمختارمع رد المحتار، كتاب الصلاة: ۱/۲٤۱، نعمانيه،ديوبند)

برطانیہ میں اوقاتِ نماز میں اختلاف کا صحیح حل:

سوال: آپ موصوف کے علم میں یہ بات ضرور ہوگی کہ برطانیہ میں یہاں کے موسم اور (Weather) ویدھر کی خرابی کی وجہ سے یہاں کے علماء کرام میں وقت عشا اور وقتِ نماز فجر کے بارے اختلافات ہیں، نماز عشا قبل از وقت پڑھی جائے، تو نماز نہیں ہوتی اور اگر تاخیر کی جائے تو مختصر راتوں میں لوگ برداشت نہیں کرتے جو تقلیل جماعت کا باعث ہوتا ہے اور نماز فجر کا مسئلہ بہت زیادہ اہم ہے خصوصاً رمضان المبارک میں روزے کو اس کے وقت صحیح پر بند کرنا اور نماز کو اس کے اول وقت پر پڑھنا ہوتا ہے ہم اس وقت آپ کی خدمت میں ٹائم ٹیبل ارسال کر رہے ہیں، آپ اس کا مطالعہ فرما کر ہماری صحیح رہنمائی فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــ حامدًا و مصلیًا و مسلماً

علاقۂ برطانیہ میں وقت عشا اور وقت نماز فجر کا مسئلہ نیا نہیں ہے، ایک مدت سے اہل علم اور ارباب فتاویٰ کے درمیان موضوع بحث بنا ہوا ہے اور یہ حضرات اس کے حل کرنے میں لگے ہوئے ہیں، قرآنی آیات، حدیثی روایات، فقہی عبارات، مشائخ کے اقوال اور قواعد ہیئت سے استنباط اور استشہاد بھی فرماتے ہیں، لیکن کسی ایک بات پر اتفاق نہیں ہو پایا اور متفق ہونا بظاہر دشوار ہونے کے ساتھ ضروری بھی نہیں ہے۔

اس لیے کہ اہل علم اور دلائل سے واقف حضرات کے لئے دیانۃً یہ ضروری ہے کہ جس دلیل کو قوی اور راجح قرار دیں اسی پر عمل کریں اور عوام اپنے علما کی اتباع کریں، اور اگر ان میں بھی اختلاف ہو تو جس پر زیادہ اعتماد ہو، اس کی اتباع کریں، ایک بات یاد رہے کہ اہل علم اپنے اختیار کردہ قول و عمل کو دوسرے اہل علم پر زبردستی چپکانے کی کوشش نہ کریں، اور ان کے قول کو باطلِ محض قرار دے کر نزاع پیدا نہ کریں اور عوام پر لازم ہے کہ اہل علم کے اختلاف میں دخل دے کر اس کو باعث نزاع اور فساد ہرگز نہ بنائیں۔ **فقط و اللّٰہ تعالیٰ أعلم**

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری، ۱۲؍شوال ۱۴۱۱ھ۔ (محمود الفتاویٰ: ۱؍۴۰۹، ۴۱۰)

برطانیہ کے قدیم اوقات صلوۃ پر عمل کرنا:

سوال: برطانیہ میں قدیم تقویم اٹھارہ یا بارہ ۱۲؍ڈگری وغیرہ حساب و کتاب سے جو جنتری تیار ہوتی ہے، اس پر اجماع عملی ہے جو منجملہ حجت شرعیہ سے احقر نے ابتداء وقت عصر کے متعلق گذشتہ سال مشاہدہ کیا اور اس کا غلط ہونا مشاہدہ سے ثابت ہوا اور تقریباً تمام مواضع میں اس کی اصلاح کر لی گئی ہے۔

تاریخ	وقت عصر پرانی تقویم میں	صحیح وقت عصر	فرق
یکم جنوری	۲۔۵۰	۲۔۹	۴۱
یکم اپریل	۵۔۵۳	۵۔۳۵	۱۸
یکم جولائی	۷۔۱۸	۶۔۵۲	۲۶ منٹ
یکم اکتوبر	۵۔۹	۴۔۴۷	۲۲ منٹ

اسی طرح ابتداء فجر وانتہاء شفق کے متعلق بھی بعض علماء دین نے تحقیق کی تو ثابت ہوا کہ مروجہ وقت قدیم تقویم میں غلط ہیں، بلکہ یہ تو داخل فجر کا وقت ابتداء فجر نہیں اور تقریباً تمام علما اس کے قائل ہیں اب سوال یہ قائم ہوتا ہے کہ جب قدیم اوقات صلوۃ کا غلط ہونا ثابت ہوگیا مشاہدہ سے، تو کیا اس تعامل پر عمل درست ہے؟

اجماع عمل کے حجت شرعیہ ہونے میں کس کو انکار ہوسکتا ہے لیکن تعامل اگر غلط بنیاد پر ہو اور اس کا واقعی طور پر غلط ہونا ثابت ہوجائے تو اس پر کس طرح عمل جائز ہے جیسا کہ مواجہہ قبلہ میں تو اختلاف قابل برداشت ہے باعتبار اجماع عملی کے مگر صریح انحراف ہو تو اس کی اصلاح واجب ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں:

البتہ اگر کسی بلد کی عام مساجد کے متعلق قوی شبہ ہو جاتا ہے کہ وہ سمت قبلہ سے اس درجہ منحرف ہیں کہ نمازیں درست نہ ہوں گی تو ایسی صورت میں اس کا اتباع نہ کیا جائے۔(۱)

اسی طرح یہاں بھی اب جب قطعی طور پر معلوم ہوگیا ہے کہ پرانے وقت میں اور تحقیق کے بعد کے وقت میں کافی فرق ہے تو عمل کس طرح اس تعامل پر درست ہے؟

دوسری بات قطع نظر درجات کہ یہ ایک حقیقت ہے کہ برطانیہ میں بعض ایام ایسے ہیں جن میں شفق ابیض غائب نہیں ہوتی ہے یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ تمام فقہاء احناف ایک زبان ہیں جہاں شفق غائب نہیں ہوتی وہاں طلوع فجر ہوتی ہے تو کس طرح یہ باور کیا جائے کہ برطانیہ میں طلوع نہیں ہوئی اور ۱۶/ شعبان ۱۴۰۲ھ کے فیصلہ کی بنیاد اس پر ہے کہ طلوع فجر نہیں ہوتی اس کو تسلیم کرنے کی صورت میں تمام فقہا کی تغلیط لازم آتی ہے جو کہ محل غور ہے۔

نیز جب بیاض غروب نہیں ہوتی البتہ اندھیرا ہوجاتا ہے گویا طلوع شمس تک بیاض رہتی ہے البتہ غروب وقبل طلوع کے بیاض زیادہ ہوتی ہے اور درمیان شب میں اغلب سیاہی ہوتی ہے مگر جہت بدلتی ہے احقر نے ۲۵/ رمضان کو مشاہدہ کیا جس سے یقین ہوگیا کہ بیاض نہار ہے۔ اس طرح رمضان کی مختلف تاریخوں میں مشاہدہ کیا۔

(۱) جواہر الفقہ: ۲۵۳/۱۔

اور یہ بات مسلم ہے کہ تعامل اگر نص کے خلاف ہو تو حجت نہیں اور قدیم تقویم جو مبنی ہے اصول ہیئت پر، تو کس طرح قابل عمل رہے گی۔

اور جب وقت موجود ہے پھر ۱۶/رمضان کے فیصلہ کے مطابق تقدیر کس طرح جائز ہوگی۔

بہر حال عرض ہے ۱۶/شعبان کے فیصلہ کی بنیاد جس کے آگے عرض ہے کہ جب شفق ابیض غائب نہیں ہوئی تو ابتداء فجر نہیں اور جب ابتداء نہیں تو تقویم جائز ہے حالانکہ یہ کسی کا قول نہیں بلکہ کتب احناف وشوافع کی عبارات اس بات پر دال ہیں کہ باوجود عدم غیبوبت شفق طلوع فجر ہوتی ہیں اور تقدیر کل وقت کے فقدان کی صورت میں جائز ہے نہ کہ جز اول کے اشتباہ کی صورت میں یہ تمام مناقشات اس لئے عرض ہیں کہ صحیح تک پہنچ سکوں۔

مفتی یوسف (۶۸ برمس ڈل روڈ سوٹ پل، بائلی ۶۵ےج)

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

پوری تحریر بار بار اور بغور پڑھی، ماشاء اللہ بہت توجہ ومحنت سے لکھی گئی ہے، بہت علمی حقائق ونکات پر مشتمل ہے، اللہ تعالیٰ آپ کے علم واخلاص میں برکت دے وقبولیت عطا فرمائے اور فلاح دارین سے نوازے۔

پہلی بات یہ عرض ہے کہ ۱۶/شعبان کے کل فیصلہ کی اور من وعن احقر نے تصدیق نہیں کی ہے، بلکہ اخیر مضمون کی جس میں نماز کے اوقات کا اندازہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے، بشرطیکہ وہاں کا تعارف اس کے خلاف اور اس کے مزاحم نہ ہو اور بس۔

اس مسئلہ مجوثہ کی بابت کیا عرض کروں، اپنا علم ہی کیا ہے، محض امتثالاً للامر جو کچھ ذہن میں دیانۃً آرہا ہے، عرض ہے، مسئلہ مواجہت قبلہ فی الصلوۃ کی بنیاد بھی مشاہدہ ہی پر ہے، مثلاً جب تک عین کعبہ آنکھوں کے سامنے اور مشاہد ہو اس وقت تک عین کعبہ کی مواجہت فی الصلوۃ شرط ہے۔(۱)

اسی وجہ سے اگر کوئی شخص محض حطیم کی مواجہت اس طرح کرے کہ کعبۃ اللہ کی جانب مواجہت بالکل نہ ہو تو نماز نہ ہوگی۔(۲)

---

(۱)　"فإن كان قادرًا يجب عليه التوجه إلى القبلة إن كان فى حال مشاهدة الكعبة فإلى عينها أى أى جهة كانت من جهات الكعبة حتى لو كان منحرفاً عنها غيرمتوجه إلى شئ منها لم يجز، لقوله تعالىٰ:(فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهُ)سورة البقرة، الآية: ١٤٤،وفى وسعه تولية الوجه إلى عينها فيجب ذلك. (بدائع الصنائع: ١/٣٠٨، مكتبه زكريا ديوبند)

(۲)　"ولو صلى مستقبلا لوجهه إلى الحطيم لايجوز كذا فى المحيط". (الفتاوىٰ الهندية،باب شروط الصلاة، الفصل الثالث فى استقبال القبلة: ١/٦٣،مكتبه دارالكتاب ديوبند)

اور جب عین کعبہ مشاہد نہ ہو اور مسجد حرام مشاہد ہو تو اس وقت عین مسجد حرام کی مواجہت فی الصلوۃ شرط ہوتی ہے اور جب عین مسجد حرام بھی مشاہد نہ ہو تو جہت مسجد حرام کی مواجہت شرط ہوتی ہے اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مواجہت قبلہ کی بنیاد بھی مشاہدہ ہی پر ہے اور جب مشاہدہ بالکل نہ ہو سکے تو اس وقت مواجہت فی الجملہ کا حکم (۱) عائد ہوتا ہے اور اس پر اجماع عملی منعقد ہے اور اس اجماع پر عمل واجب ہے۔

باقی اس میں یہ شرط بھی ضروری التسلیم ہے کہ اگر کسی خطہ کی عام مساجد بھی جہت قبلہ سے اس طرح منحرف ہو جائیں کہ مواجہت فی الجملہ بھی حاصل نہ ہو اور حجت شرعیہ سے یہ انحراف ثابت و متحقق ہو جائے تو اس وقت وہاں کے رائج اجماع کا حکم ختم ہو کر تحقیق واقعہ کے مطابق حکم شرعی ہو جاتا ہے پس یہی حال و حکم مسئلہ زیر نظر و مجوشہ کا بھی ہوگا کہ جس شخص کے نزدیک مشاہدہ صحیحہ شرعیہ سے اجماع متعارف کا عمل غلط ہونا حجت شرعیہ سے ثابت ہو جائے اس شخص پر اس اجماع کا حکم متوجہ نہ ہوگا، بلکہ اپنے مشاہدہ صحیحہ شرعیہ کے مطابق عمل کرنا ضروری رہے گا، اور یہی حکم ان لوگوں کو بھی ہوتا ہے جن کے طلوع غروب اور طلوع فجر صادق وغیرہ کے اوقات اس مشاہدہ صحیحہ شرعیہ کے مطابق ہوں اور یہ مطابقت حجت شرعیہ سے ثابت ہو باقی تمام برطانیہ والوں کے لئے صرف اس خطہ کے ایک مشاہدہ صحیحہ شرعیہ کو معیار قرار دیکر تمام برطانیہ کے لئے معمول بہا بنالینا شرعاً صحیح نہ ہوگا اس لئے تھوڑی تھوڑی مسافت پر طلوع وغروب اور طلوع فجر صادق کے اوقات میں تفاوت فاحش غیر معتدل و غیر منتظم ہوتا ہے جیسا کہ وہاں کے طلوع فجر صادق کے نقشوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ہاں اگر ہر خطہ و بلد کے طلوع وغروب و طلوع فجر صادق کے اوقات کا مشاہدہ صحیحہ شرعیہ کر کے ان اوقات کو صرف اس خطہ کے لئے معیار قرار دیا جائے گا تو یہ ہو سکتا ہے اور پھر اگر وہ معیار اجماع متعارف کے خلاف ہوں تو وہاں والوں پر اس اجماع متعارف کا حکم متوجہ نہ ہوگا بلکہ اپنے مشاہدہ کے مطابق عمل کرنا شرعاً ضروری ہو جائے گا، اس لئے یہ مشاہدہ صحیحہ شرعیہ حجیت اجماع متعارف کے حجیت سے شرعاً قوی تر واقوی ہوگی البتہ چونکہ برطانیہ میں بہت سے مقامات وخطے ایسے مشاہدہ میں آتے ہیں کہ وہاں سالہا سال فضا متغیم و ناصاف رہتی ہے بسا اوقات آفتاب کیا آسمان بھی نظر نہیں آتا، ایسے مقامات وخطہ میں طلوع وغروب وغیرہ کے اوقات کا صحیح مشاہدہ ہونا بے حد دشوار و متعذر رہوتا ہے اس لئے وہاں کے لوگوں پر اجماع متعارف کا حکم متوجہ رہے گا، اور اسکے مطابق عمل کرنا شرعاً

(۱) ”والفرض بغير المشاهدة إصابة جهتها أى الكعبة هو الصحيح،قال الطحطاوى تحت قوله (إصابة جهتها) فالمغرب قبلة لأهل المشرق وبالعكس والجنوب قبلة لأهل الشمال وبالعكس فالجهة قبلة كالعين توسعة على الناس كما فى القهستانى حتى لو أزيل المانع لايشترط أن يقع استقباله على عين القبلة كما فى الحلبى وهو قول العامة وهو الصحيح لأن التكليف بحسب الوسع. (حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح: ۱۱۵/۱، باب شروط الصلاة، مكتبه أشرفيه ديوبند)

لازم رہے گا، جب تک کہ مشاہدہ شرعیہ صحیحہ سے یا ان دلائل شرعیہ سے جو کہ اجماع سے اقوی ہیں اجماع متعارف کے خلاف شرعاً ثابت نہ ہو جائے اور وہی حکم حال اقرب البلاد اقرب الایام اعدل الایام وغیرہ کے ذریعہ سے طلوع وغروب وغیرہ کے اوقات کے تعین کا بھی ہوگا، کسی ایک خطہ یا بلاد کے اوقات کے اعتبار سے ثابت شدہ اوقات کو پورے برطانیہ کے لئے معیار و معمول بہا نہیں بنا سکتے ہیں، اگر بنا سکتے ہیں تو صرف اسی خطہ و مقام کے لئے کہ جہاں پر اس کا مشاہدہ صحیحہ شرعیہ ہو جائے۔

هـذا ماعندي من الشرع الشريف فإن كان صحيحاً فمن عند الله وإن كان خطأ فمن نفسي وما أبرئ نفسي. فقط والله أعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ ۱۷/۲/۱۴۰۴ھ۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۸۸-۱۹۲)

انگلینڈ کے بعض مقامات میں اوقاتِ نماز کے تعین کا طریقہ:

سوال (۱)　برطانیہ اور انگلینڈ دونوں چھوٹے سے جزیرے ہیں، یہاں پر سردیوں میں ۱۶/ گھنٹے ۱۵ منٹ (سوا سولہ گھنٹہ) کی راتیں ہوتی ہیں اور گرمیوں میں دن ۱۶/ گھنٹہ ۴۳/ منٹ کا ہوتا ہے، اور سورج کی رفتار جنوب کی طرف سے ہوتی ہے، نمازوں کے اوقات کی تعیین میں دقت ہوتی ہے، (ابتداء اوقات کیا ہیں اور آخری اوقات کیا ہیں) عموماً موسموں کی خرابی کی وجہ سے بادلوں کی وجہ سے سورج نظر نہیں آتا، خصوصاً سردیوں میں سورج کہیں کہیں نظر آتا ہے اور کہیں نظر نہیں آتا اس سلسلے میں حکم شرعی کیا ہے، ظہر کی نماز کا وقت دن کے گھنٹوں کے حساب سے شمار کیا جائے، یا سایہ کو دیکھ کر؟

(۲)　سری نمازیں دن کے کتنے گھنٹے کے حصہ میں پڑھنی چاہئے اور سورج غروب ہونے سے کتنے گھنٹے پہلے پڑھنی چاہئے، سردیوں میں دن ۸/ گھنٹہ اور گرمیوں میں ساڑھے سولہ گھنٹہ کا ہوتا ہے، مستحب اوقات کیا ہیں اور اوقات مکروہہ جماعت کے لئے کون سے ہیں؟

(۳) الف:　گرمیوں میں دن ساڑھے سولہ گھنٹے کا ہوتا ہے اور رات چھوٹی ہوتی ہے، مغرب کی نماز ۹/ بجکر ۲۳/ منٹ پر ہوتی ہے، جون، جولائی، اگست، ان دنوں میں مغرب کی نماز کے کتنی دیر بعد عشاء کی نماز پڑھنی چاہئے، یہاں کے ماہر اوقات و موسمیات نے شفقِ احمر غائب ہونے کا وقت مغرب کے بعد ۲ گھنٹہ ۸ منٹ پر بتایا ہے، اس حساب سے ۹/۲۳ میں ۲/۱۰ شامل کرلیں تو عشا کا وقت ۱۱/ بجکر ۴۰ منٹ پر ہوتا ہے، کسی امام کے نزدیک جلدی سے ان راتوں میں عشاء کا وقت کب شروع ہوتا ہے، ہندوستان کے لیے مفتی کفایت اللہ صاحبؒ نے بعد غروب عشا کے لیے ایک گھنٹہ/ ۲۰ منٹ کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۷ منٹ رکھا ہے، میرے خیال سے یہ جزیرہ چھوٹا ہے

اور سورج کے طلوع وغروب میں ساڑھے سات گھنٹے لگتے ہیں اور اطراف میں ہر طرف دریا ہی دریا ہیں، اور سرخی کبھی تو پوری رات نظر آتی ہے غائب نہیں ہوتی، تو عشا کا وقت کتنے گھنٹہ میں ہوتا ہے؟ اور یہ جگہ ۵۲ عرض البلد پر واقع ہے (۵۲ ڈگری) عشا کے وقت کے لیے شفقِ احمر کا غائب ہونا ضروری ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہاں پر عشا کا وقت نہیں ہوتا، حالانکہ ساڑھے سات گھنٹہ کی رات ہوتی ہے۔

(ب)　ماہِ رمضان میں یہ راتیں بہت چھوٹی ہوں گی نماز وغیرہ سے فارغ ہونے سے پہلے ہی صبح صادق ہوجائے گی، لہٰذا ان سب حالات کو مدِ نظر رکھ کر جواب عنایت فرمائیں، ورنہ رمضان المبارک میں وقت تنگ ہوجائے گا۔ (حافظ محمد موسیٰ ابراہیم (انگلینڈ)

الجواب ــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

تمام سوالات پڑھنے کے بعد جوابات نمبروار درج ہیں، امید کہ باعثِ تشفی ہوں گے۔

(۱)　ہاں ظہر کی نماز کا وقت گھنٹوں سے شمار کیا جائے، ظہر کا وقت زوالِ شمس یعنی آفتاب ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے۔(۱)

اور زوالِ شمس اس وقت سے ہوتا ہے جب پورے دن (طلوعِ شمس سے غروب تک) کی مقدار کا نصف اول ختم ہو کر نصف ثانی شروع ہوتا ہے، پس جب پورے دن کا نصفِ اول ختم ہو کر نصف ثانی شروع ہوجائے تو زوال ہوگیا، وقت ظہر شروع ہوگیا، نماز ظہر پڑھ سکتے ہیں، سایہ اصلی ظاہر ہو یا نہ ہو، سایۂ اصلی کا اعتبار شروع وقت ظہر میں نہیں ہوتا، اگر ہوسکتا ہے تو ختم ظہر میں ہوسکتا ہے۔(۲)

غرض زوال وقت ظہر میں سایۂ اصلی کا پتہ نہ چلنا تعین وقت ظہر میں مضر نہیں، آفتاب کے طلوع اور غروب ہونے کی درمیانی مقدار کے گھنٹوں کے اعتبار سے دو برابر حصے کر لیے جائیں اور جب پہلا حصہ ختم ہو کر دوسرا حصہ شروع ہو جائے تو زوال کا وقت شروع ہوجائے گا، اس میں ظہر پڑھنا بلاشبہ جائز رہے گا خواہ آفتاب کی حرکت کسی رخ پر اور کسی سمت اور کسی انداز سے بھی ہو کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

لہٰذا آپ نے جس حساب سے ظہر کا وقت نکال کر نماز ظہر پڑھنا متعین فرمایا ہے وہ صحیح ہے، سایہ اصلی کا اس وقت سوال ہی نہیں، بلکہ ۸ر گھنٹہ ۲۳ر منٹ پر ہوجائے گا۔

(۲)　طلوعِ شمس سے غروب شمس تک کی پوری مقدار کا تقریباً آخیر حصہ حنفیہ کے معمول میں عصر کا وقت شمار ہوتا

(۱)　"أول وقت الظهر إذا زالت الشمس". (الهداية، كتاب الصلوٰة: ۸۱/۱)

(۲)　"وآخر وقتها عند أبي حنيفة إذا صار ظل كل شيء مثليه سوى فيء الزوال". (الهداية، كتاب الصلوٰة: ۸۱/۱)

ہے، لیکن اصفرار شمس اس مقدار کے آتے آتے ہو جاتا ہے اس سے قبل (ربع آخر یوم میں) بھی پڑھ سکتے ہیں، بلکہ اصفرار شمس کی کراہت سے بچنے کے لیے اسی وقت پڑھ لینا چاہیے۔ (تفصیل کے لیے! ماہنامہ دار العلوم نومبر ۱۹۶۹ء ملاحظہ فرمائیے۔)

(۳) الف: شفق احمر ختم ہونے سے قبل کسی امام کے نزدیک عشاء کا وقت نہیں ہوتا، (۱) البتہ جب رات صرف ڈیڑھ گھنٹہ کی ہوتی ہے اور ہر طرف دریا کے پانی کی وجہ سے پوری رات یا بہت دیر تک سرخی نظر آتی ہے تو وہ سب سرخی شفق ''احمر'' نہ ہوگی، شفق احمر اس سرخی کا نام ہے جو آفتاب کے افق مغرب میں ہونے کی وجہ سے ہو اور آفتاب افق میں رات کے آٹھویں حصہ ۱/۸ سے زیادہ عموماً نہیں رہتا، جہاں افق سے باہر نکلا مغرب کا وقت ختم ہو کر عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور اس وجہ سے رات کا صرف آٹھواں حصہ مغرب کا وقت شمار ہوتا ہے۔

جس موسم میں جتنی بڑی رات ہو اس کا آٹھواں حصہ اس دن کا مغرب کا وقت ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب رہتا ہے، اس لیے غروب آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد عشا کا وقت شروع ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا قول آپنے بھی اسی قسم کا تحریر فرمایا ہے، آپ کے علاقہ میں افق کی مقدار اس سے بھی کم ہوتی ہے بلکہ جوں جوں قطب کے قریب والے تو درجہ بدرجہ اس سے بھی پہلے پڑھ سکتے ہیں۔

غرض ہر جگہ کی رات کا تقریباً آٹھواں حصہ ۱/۸ مغرب کا وقت شمار ہو کر اس کے بعد کا وقت عشاء کا وقت شمار ہو سکتا ہے، ماہر موسمیات کی تحدید کی رعایت کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ چیزیں علامت کے درجہ میں ہیں اصل علت نہیں ہیں؛ اس طرح پر وہاں غروب شمس ۹/بجکر ۳۲/منٹ ہونے پر بھی عشا کا وقت شروع ہو سکتا ہے اور عشا اس کے بعد پڑھ سکتے ہیں، اور اگر رات چھوٹی ہونے کی وجہ سے شب بیداری عامۃً وعادۃً دشوار ہو تو نماز میں قرأت کے اندر کچھ اختصار کر لیا جائے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(ب) تراویح میں اگر پورا قرآن پڑھنے سے تنگی وقت ہو تو کم پڑھا جائے، حتی کہ ''**الم تر کیف**'' سے پڑھ لینا کافی ہوگا۔ (۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۸۵-۱۸۸)

---

(۱) وأول وقت المغرب منه أی غروب الشمس إلی قبیل غروب الشفق الأحمر علی المفتی به وهو روایة عن الإمام وعلیها الفتویٰ وبها قالا لقول ابن عمر: الشفق الحمرة وهو مروی عن أکابر الصحابة وعلیه إطباق أهل اللسان. (حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰة: ۹۵) (مرتب)

(۲) وفی التجنیس: واختار بعضهم سورة الإخلاص فی کل رکعة، وبعضهم سورة الفیل أی البداءة منها ثم یعیدها. (ردالمحتار، کتاب الصلوٰة، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراویح: ۱/۴۷۵. انیس)

برطانیہ وغیرہ میں موسم سرما میں رات مختصر ہوتی ہے، وہاں نماز، روزے وتراویح کا حکم:

سوال: برطانیہ میں عموماً اور اس کے شمال مغربی صوبہ اسکاٹ لینڈ میں بطور خاص سردیوں میں دن بالکل مختصر اور موسم گرما میں ازحد طویل ہوتا ہے، امسال توقع ہے کہ پہلا روزہ ۱۴ر جولائی کو ہوجائے گا، اگر ۱۴ر جولائی کا روزہ ہوا تو مقامی تقویم کے اعتبار سے اس دن اوقاتِ سحر وافطار وصلوات خمسہ مندرجہ ذیل تفصیل سے ہوں گے۔

صبح صادق	طلوع شمس	زوال	وقت عصر	وقت مغرب	وقت عشاء
منٹ-گھنٹہ	منٹ-گھنٹہ	منٹ-گھنٹہ	منٹ-گھنٹہ	منٹ-گھنٹہ	منٹ گھنٹے
۴۶-۱	۴۸-۴	۴۰-۱	۴۳-۶	۲-۱۰	۳_۱۱

اس تفصیل کے مطابق صبح صادق سے لے کر طلوع آفتاب تک تین گھنٹے دو منٹ کا فاصلہ ہوگا۔ اور طلوع فجر سے غروب آفتاب تک کا درمیانی وقفہ (روزہ کی طوالت) ۲۰ گھنٹے ۱۶ منٹ کا ہوگا، عشاء کی نماز اگر غروب سے ایک گھنٹہ بعد شروع کریں اور ۲۰ رکعات تراویح بشمول سوا پارہ قرآنِ کریم ایک گھنٹہ پندرہ منٹ میں بعجلت اور ڈیڑھ گھنٹہ میں بسہولت ختم کرلیں۔ اور اذان عشاء وجماعت کے درمیان ۱۲ منٹ کا فاصلہ رکھ کر سوا گیارہ بجے عشاء کی جماعت شروع کریں تو تراویح وغیرہ سے پورے پونے ایک بجے فراغت ہوگی۔ اور طلوع فجر سے پانچ منٹ قبل سحری کی بندش رکھیں تو اس طرح یہاں کے مسلمانوں کو صرف ایک گھنٹہ کی رات میسر ہوتی ہے جس میں ضروریات اور تناول سحری وغیرہ سب کچھ سرانجام دینا ہوتا ہے (مثلاً گھروں سے مسجد آنا جانا اور کھانا پکانا)۔

نوٹ: یہاں اسکاٹ لینڈ میں مئی، جون اور وسط جولائی تک پوری رات شفق ابیض مغرب کے بعد افق پر بصراحت نمودار رہتی ہے جو کہ صبح صادق کے بعد پھیل کر مکمل روشنی مہیا کر دیتی ہے۔ باہر آبادی سے دور جا جا کر مختلف تاریخوں میں اس کا تجربہ کیا گیا ہے۔ دریں صورتِ حال بیان فرمائیں کہ ہم یہاں عشاء اور منتہائے سحر کا تعین کس طرح کریں، کیا مقامی تقویم کا التزام ضروری ہوگا یا اس کا کوئی متبادل حل موجود ہے؟ آئندہ وامسال روزہ تقریباً ساڑھے بیس گھنٹہ اور اس سے بھی کچھ زائد طویل ہوجائے گا۔ (مقبول احمد، جامع مسجد، گلاسکو)

الجواب ــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

الف: حاصل سوال یہ ہے کہ برطانیہ میں عموماً شمالی حصہ میں اکثر گرمی کے موسم میں عشا کا وقت گیارہ بج کر تین منٹ پر شروع ہوتا ہے اور صبح صادق ایک بج کر چھیالیس ۴۶ منٹ پر ہوتی ہے۔ گویا رات کی کل مقدار دو گھنٹہ تینتالیس ۴۳ منٹ تک ہوجاتی ہے، امسال رمضان میں ایسا ہی ہوگا اب اگر وقت شروع ہوتے ہی اذان دے کر بارہ، چودہ منٹ پر بھی نماز شروع کردی جائے تو فرض وتر اوتراویح سے فراغت تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ میں ہوگی، اس طرح اب رات کا

حصہ کم وبیش صرف ایک گھنٹہ بچے گا، اس مختصر وقت میں سحری کھانا پینا اور دوسری ضروریات پوری کرنا اور مسجد تک جانا وغیرہ سب کچھ کرنا بہت دشوار ہوگا تو عمل کی کیا صورت اختیار کی جائے؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ عزیمت تو یہی ہے کہ سنت کے مطابق پورے ایک ختم قرآن پاک کے ساتھ پوری تراویح پڑھ کر پورا ماہِ مبارک مجاہدہ میں گذاردیں، ورنہ اگر معذوری ہو، مثلاً کمزوری ہو یا مریض ہو یا ملازمت کی مجبوری ہو تو الم ترکیف، سے بیس رکعات تراویح کی پوری کرلیں۔(۱) اور اگر اس کی بھی طاقت یا موقع نہ ہو تو فرض اور وتر کے درمیان محض آٹھ رکعت بنیت تراویح پڑھ لیا کریں۔(۲)

ب: اسکاٹ لینڈ یا جہاں بھی ایسا ہو کہ کسی مہینہ میں مثلاً مئی، جون اور وسط جولائی تک پوری رات شفقِ ابیض بعد مغرب قائم رہتی ہے اور صبح صادق ہونے پر بیاض پھیلا کر مکمل روشنی مہیا کردیتی ہے تو ایسے مقام میں وقتِ عشاء اور منتہائے سحر کا تعین کس طرح کیا جائے۔ اور نماز عشا کس طرح اور کس وقت پڑھی جائے؟

تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر چہ فقہاءِ احنافؒ نے شفقِ ابیض کے بعد ہی شروعِ وقتِ عشا بیان کیا ہے، لیکن بعض محققین فقہا شفقِ احمر کے غروب کے بعد سے ہی وقتِ عشا کی ابتداء بیان کرتے ہیں۔(۳)

اس لیے مذکورہ حالت میں شفقِ احمر کے غروب ہوتے ہی وقتِ عشا تسلیم کر کے نمازِ عشا صبح صادق کا بیاض شروع ہونے سے قبل، ادا کرلی جائے، اور ماہِ رمضان المبارک میں بھی عشا کے فرض ووتر کے درمیان صبح صادق کی سفیدی ظاہر ہونے سے پہلے تراویح بھی پڑھ لینے کی کوشش کی جائے، اگر بیس رکعات کا موقع "الم ترکیف" پڑھ کر بھی نہ ملے تو آٹھ رکعت ہی پڑھ لیا کریں، ہاں جہاں اس کا بھی موقع نہ ہو تو صرف عشا کے فرض ووتر ہی پڑھ لیا کریں۔ اور بنیت ادا پڑھیں جیسا کہ مقیمین بلغاریہ کے لیے نماز عشا کی ادائیگی کی بحث میں فقہاؒ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر شفق ختم ہونے سے قبل ہی صبح صادق شروع ہو جائے اور عشاء کا وقت نہ ملے جب بھی صلوٰۃ مغرب وفجر کے درمیان بعد مغرب کچھ وقفہ دیکر فرض عشا باوتر بنیت ادا پڑھ لینا راجح ہے۔(۴) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیو بند سہارنپور (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۵۹-۱۶۱)

---

(۱) وفي التجنيس: واختار بعضهم سورة الإخلاص في كل ركعة، وبعضهم سورة الفيل أي البداءة منها ثم يعيدها وهذا أحسن لئلا يشتغل قلبه بعدد الركعات. (ردالمحتار: ۱/۴۷۵، باب الوتر والنوافل، مبحث صلاة التراويح)

(۲) وذكر في الفتح أن مقتضى الدليل كون المسنون منها ثمانية والباقي مستحبا. (ردالمحتار: ۱/۴۷۴، باب الوتر والنوافل)

(۳) كما بينه وفصله في الدر و الرد. (وقت العشاء والوتر منه إلى الصبح، قال الشامي قوله: منه أي من غروب الشفق على الخلاف فيه. (ردالمحتار: ۱/۲۴۱؛ كتاب الصلوٰة) (مرتب نظام الفتاویٰ)

(۴) (وفاقد وقتهما) كبلغار، فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق في أربعينية الشتاء (مكلف بهما فيقدر لهما). (الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب في فاقد وقت العشاء: ۲/۱۸)

جن ملکوں میں بعض نمازوں کا وقت ہی نہیں ملتا، وہاں ادائیگی کی کیا صورت ہوگی:

سوال (۱) یورپ کے بعض ملکوں میں ایام سرما کی مخصوص تاریخوں کے اندر نماز عصر کا وقت داخل ہی نہیں ہوتا نہ سیدنا امام اعظمؒ کے نزدیک نہ صاحبین وائمہ ثلاثہ کے نزدیک، یعنی کسی چیز کا سایہ، سایۂ اصلی کے علاوہ ایک مثل نہیں ہو پاتا ہے کہ سورج غروب ہو جاتا ہے، دریں صورت غروب آفتاب کے بعد نماز عصر پڑھی جائے گی یا پہلے؟ اور اس کی ادائے گی، بہ نیت ادا ہوگی یا قضا، یا پھر وہ نماز فرض ہی نہ ہوگی؟

اگر اس میں ائمۂ اسلام کا اختلاف ہو تو اس کی وضاحت بھی ضروری ہے۔

(۲)　ہر سال یہاں کم وبیش ۶۵ راتیں ایسی آتی ہیں کہ سیدنا امام اعظم کے مسلک میں نمازِ عشاء کا وقت ہی داخل نہیں ہوتا ہے، کیونکہ افق غربی سے نہ شفق ابیض زائل ہوتی ہے نہ ساری رات سورج ۱۸ ادرجے سے نیچے ہوتا ہے، (۱۲، اور ۱۸ کے درمیان گردش کرتا ہے) ایسی صورت میں احناف کے لیے نماز عشاء کی ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ اس خاص مسئلہ میں قولِ صاحبین کی طرف امام ابوحنیفہؒ کی رجعت صحیح ہے؟ جیسا کہ فتح القدیر اور شامی وغیرہما میں ہے اگر صحیح ہے تو کیا مذکورہ راتوں کے علاوہ بھی ضرورت صحیحہ (بہت کم وقت ہونا) ومصلحتِ شرعیہ ارتفاع نزاع بین المسلمین وغیرہما کے پیش نظر قول صاحبین رحمہما اللہ پر حنفیوں کو عمل کرنا جائز ہے؟

(۳)　مذکورہ راتوں میں جب ساری رات سورج ۱۸ درجے سے نیچے نہیں ہوتا صبح کاذب ہوتی ہی نہیں تو ''**الإمساک عن الأکل والشرب للصوم**'' کا کیا حکم ہوگا؟

(فیروز احمد سکریٹری نیوزی لینڈ، اسلامک سوسائٹی)

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(۱-۲)　جن ملکوں میں ایام سرما کی چند مخصوص تاریخوں میں آفتاب کے نصف دائرہ سے آگے بڑھنے کے بعد سایۂ اصلی کے علاوہ ایک مثل بھی پورا نہیں ہوتا کہ آفتاب غروب ہو جاتا ہے، یعنی عصر کا وقت بروایاتِ حنفیہ نہیں ملتا وہاں بھی نماز ادا کرنا فرض رہے گا اور عمل کی صورت یہ ہوگی کہ جب آفتاب ڈھل جائے یعنی اس کا سایہ مغرب سے مشرق کی جانب منتقل ہونے لگے اسی وقت ظہر کی نماز ادا کر لی جائے، پھر بغیر لحاظ سایۂ اصلی اور بغیر لحاظ سایہ کے مثلین ومثلِ واحد غروب ہونے سے پہلے نمازِ عصر پڑھ لی جائے، قضا نہ کی جائے، بلکہ ادا کی نیت سے پڑھی جائے پھر آفتاب غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز پڑھ لی جایا کرے۔

اسی طرح غروب آفتاب کے بعد جب شفق احمر غائب ہو جائے تو نماز عشا پڑھ لی جایا کرے اور اگر ایسا ہو کہ شفقِ

احمر بھی غروب نہیں ہوتی یہاں تک کہ مشرقی جانب میں صبح کی روشنی نظر آجاتی ہو تو شفقِ احمر کے باقی رہتے ہوئے بھی نمازِ عشا، بہ نیت ادا پڑھ لی جائے۔

اس مسئلہ کی بہت اچھی بحث صاحب ردالمحتار نے فاقد وقت عشا کے تحت کی ہے اور بنیت ادا کو ترجیح دی ہے اور یہ قول اشبہ بالفقہ ہے اور اس کی مزید تائید احقر کی اگلی گفتگو سے بھی ہو جائے گی، پھر آفتاب طلوع ہونے سے کچھ قبل نمازِ فجر پڑھ لی جایا کرے۔

اس طرح ۲۴ رگھنٹہ کی پانچوں نمازیں بنیت ادا پڑھ لی جایا کریں، یہ طریقہ عمل حضرت امام ابوحنیفہؒ کے خلاف نہ ہوگا، اس کی وضاحت اگلی تقریر سے بخوبی ہو جائے گی۔

اسی طرح جب عصر کا وقت نہ ملنے کی وجہ سے اور عشا کا وقت نہ ملنے کی وجہ سے اوپر لکھے ہوئے قاعدہ کے مطابق عصر وعشاء پڑھیں گے تو قضاء کی نیت نہ کریں گے بلکہ ادا ہی کی نیت سے پڑھیں گے۔

اس لیے کہ فرض نمازوں کے اوقات کی ابتدا وانتہا اور یہ تعینِ اوقات نمازوں کے فرض ہونے کی علت نہیں کہ ان کے منتفی ہونے سے نماز (کا حکم) ہی منتفی ہو جائے، بلکہ اوقات کی یہ ابتدا وانتہا اور یہ تعیین صرف علامات واسباب کے درجے کی چیزیں ہیں اور اسباب وعلامات کے منتفی ہونے سے اصل حکم مسبب منتفی نہیں ہوتا جیسا کہ فتح القدیر وغیرہ میں مکمل بحث موجود ہے البتہ علت کے منتفی ہونے سے معلول حکم منتفی ہوتا ہے۔

نماز پنج گانہ کے فرض ہونے کی اصل علت نصوص قرآنیہ مطلقہ ہیں، مثلاً:

﴿اَقِیْمُوا الصَّلَاةَ﴾. (سورةالبقرة:٤٣)

وغیرہا اور اس کی شرح اس حدیث پاک میں ہے:

"ان اللّٰه تعالٰی فرض علی کل مسلم ومسلمة فی کل یوم ولیلة خمس صلوات". (۱)

اور اس حدیث جیسی اور احادیث میں بھی ہے اور یہ سب مشاہیر احادیث رواہ الصحاح میں سے ہیں۔

اگر اس مسئلہ کی پوری بحث تفصیل کے ساتھ دیکھنا ہو تو ۱۹۸۳ء کے لندن کے سمینار کے موقع میں جو جناب عبداللہ مغرم ماموری المملکۃ السعودیہ کی نگرانی میں ہوا تھا، اس کے تفصیلی جواب میں اس کی تفصیل بصیرت کے ساتھ ملے گی یہ تفصیلی جواب عربی اور اردو دونوں زبان میں ہے، عربی جواب دارالعلوم کے رسالہ الدراسۃ میں بھی شائع ہو چکا ہے اور اردو جواب احقر کے پاس سے غیر مطبوعہ مل سکتا ہے۔

---

(۱) وفی سنن أبی داؤد: جاء رجل إلی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم وهو ... فإذا هو سأل عن الإسلام فقال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: "خمس صلوات فی الیوم واللیلة". (أبو داؤد: ١٠٦/١ (ح: ٣٩١) کتاب الصلاة)

ان احکام کی تائید حدیث دجال سے بھی ہوتی ہے، حدیث دجال صحاح میں مروی ہے، خاص کر مسلم شریف میں بہت تفصیل سے مذکور ہے، حدیث بہت طویل ہے صرف بقدر ضرورت یہاں نقل کی جاتی ہے، دجال چالیس یوم تک رہے گا، اس کا پہلا دن چھ ماہ کا ہوگا پھر کم ہوتے ہوتے مثل شررہ کے ہو جائے گا۔

عن أبي أمامة الباهلي ... قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: وإن أيامه (أى أيام دجال) أربعين سنةً (إلى قوله) وآخر أيامه كالشررة يصبح أحدكم على باب المدينة فلا يبلغ بابها الآخر حتى يُمسى فقيل له كيف نصلي يارسول اللّٰه في تلك الأيام القصار؟ قال: تقدرون الصلوٰة كما تقدرون في هذه الأيام الطوال ثم صلوا أو كما قال صلى اللّٰه عليه وسلم. (۱)

آپ کے فرمان ''تقدرون الصلوٰة، الخ'' کا مفہوم یہ ہے کہ جس طرح چھ ماہ اور دوسرے بڑے دنوں میں اندازہ سے فرق کر کے پانچوں نمازیں پڑھو گے، اسی طرح چھوٹے چھوٹے دنوں میں بھی اندازہ سے فرق کر کے تمام نماز پنج گانہ پڑھتے رہنا۔

حاصل یہ نکلا کہ جس طرح چھوٹے سے چھوٹے دن میں دن کی سب نمازیں اندازہ کر کے پڑھنا خواہ تھوڑا ہی تھوڑا فصل ووقفہ کر کے ہو بلکہ اگر متصلاً دن کی نمازیں اندازہ کر کے پڑھنی پڑیں تب بھی پڑھتے رہنا (اسی طرح سے چھوٹی سے چھوٹی راتوں میں بھی رات کی سب نمازیں اندازہ کر کے خواہ متصلا تینوں نمازیں رات کی پڑھنی پڑیں یا کچھ وقفہ کے ساتھ پڑھیں، پڑھتے رہنا)۔

اس میں نکتہ یہ ہے کہ ۲۴ رگھنٹہ میں اللہ تعالیٰ نے جو پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں ان کی تعمیل ہوتی رہے اور رشتہ عبودیت الی المعبود صحیح و مستحکم رہے۔

نوٹ: ابتداء وقت عصر میں اور ابتداء وقت عشاء میں ایک قول امام اعظمؒ سے بھی صاحبین کے قول کے مطابق ملتا ہے اور اس پر عمل کر لینے کی گنجائش بھی ہے، لیکن جہاں امام کا قول صراحۃً ملتا ہے اور اس پر عمل کرنے میں تعذر وغیرہ بھی نہیں ہوتا ہو وہاں اختلاف سے محفوظ رہنے کی خاطر امام کے ہی قول پر فتویٰ ہوتا ہے باوجود اس کے اگر کوئی عذر شرعی کی وجہ سے صاحبین کے قول پر عمل کرے تو مسلکِ حنفیت سے خارج شمار نہیں کیا جائے گا، باقی صورتِ مسئولہ میں مذکورہ حالات کے تحت اس مسئلہ میں بحث کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ کما لایخفیٰ

کیونکہ یہاں پر تو امام کے قول کے مطابق ابتداء عصر اور ابتداء عشا کا وقت ظاہر و محسوس ہی نہیں ہوتا کہ مفتیٰ بہ اور غیر مفتیٰ بہ قول کی بحث پیدا ہو سکے۔

---

(۱) سنن ابن ماجة، كتاب الفتن، باب فتنة الدجال وخروج عيسىٰ ابن مريم وخروج يأجوج ومأجوج (ح: ٤٠٧٧)/سنن أبى داؤد، كتاب الملاحم، باب خروج الدجال (ح: ٤٣٢٢) انيس

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

شبہ یہ ہے کہ بعض علماء متاخرین نے فرمایا ہے کہ جس جگہ عشا کا وقت داخل ہی نہیں ہوتا ہو، یا مفقود رہتا ہو؛ ملتا نہ ہو، وہاں عشا کی نماز فرض نہ ہوگی، جیسا کہ اہل بلغار یہ پر، اگر کوئی کہے جیسا کہ بعض علما نے کہا ہے؛ اسی پر قیاس کر کے کہ یہی حکم اس جگہ کا بھی ہوگا، جہاں عصر کا وقت داخل نہ ہوتا ہو کہ وہاں عصر فرض ہی نہ ہوگی اور وجوب ادا کا حکم متوجہ نہ ہوگا، اس طرح کا حکم سمجھنا اور اس طرح کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ تعبیر اس طرح ہونی چاہئے کہ ان مقامات میں عصر وعشا کے وقت کا ادراک اور احساس نہیں ہوتا ہے اور یہ اوقات محسوس وظاہر نہیں ہوتے ہیں اور یہ کہنا کہ وہاں عصر وعشا کی نماز فرض ہی نہ ہوگی تو اس قول کا مبنی وہی غلطی ہے کہ ان اسباب وعلامات کو علت فرضیت سمجھ لیا گیا ہے، حالانکہ یہ اسباب علت فرضیت نہیں ہیں، جیسا کہ بعض محققین متقدمین کے قضا وادا کے کلام میں گذر چکا ہے کہ علت فرضیت تو مخصوص آیاتِ قرآنیہ ہیں اور قرآن پاک کلام الٰہی ہے اور کلامِ تربیت ہے اور تدریجی طریقہ اصلاح کا کلام ہے، اسی نماز کے حکم میں غور فرمایئے! ایک جگہ بہت مختصر جامع کلمہ فقط ﴿اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ﴾(۱) فرمادیا گیا ہے، پھر ایک جگہ ذرا وضاحت فرمائی گئی کہ ﴿اَقِمِ الصَّلاَۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا﴾. (۲) فرمایا گیا اور اس میں پانچوں نمازوں کو مجمل طور پر بیان فرمایا گیا، اسی کی ترجمانی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ”إن اللّٰہ فرض علی کل مسلم ومسلمة خمس صلوٰة فی کل یوم ولیلة“ (۳) والی حدیث میں فرمائی، یہی آیت وحدیث حکم فرضیت صلوٰۃ کی اصل علت ہیں اور اس آیت وحدیث سے معلوم ہوگیا کہ جب تک ۲۴ رگھنٹہ میں یوم ولیل بنتا رہے، اس وقت تک یوم ولیل کی مقدار کم ہو یا زیادہ؛ ان میں یہ پانچ نمازیں پڑھی جائیں گی۔

لہٰذا اب یہ کسی کا کہنا کہ عصر کا وقت یا عشا کا وقت نظر نہ آیا تو وہ نماز فرض ہی نہ رہی بداہۃً غلط ہوجائے گا، جمہور متقدمین ائمہ مجتہدین کے نزدیک یہی راجح ہے اور ایام معتدلہ میں جہاں سورج کا طلوع وغروب معتدل رہتا ہو، وہاں پانچوں نمازوں کے وقت کی ابتداء اور انتہاء امامت جبرئیل والی حدیث میں بتلادی گئی اور جہاں طلوع وغروب ۲۴ رگھنٹہ میں یومیہ نہ ہوتا ہو، بلکہ زائد مقدار تک طلوع یا غروب رہ جاتا ہو، وہاں کے لیے حدیث دجال میں حکم بتلادیا گیا۔

پھر تمام نماز کے اوقات کو تھوڑا تھوڑا کر کے حسب مصلحت وحکمت تربیت قرآن پاک کے مختلف مقامات میں بیان فرمادیا گیا، چنانچہ دو ڈھائی سو آیات سے زیادہ آیات میں نماز سے متعلق اوقات واحکام بیان فرمائے گئے اور نمازوں

(۱) سورۃ الأنعام: ۷۲۔

(۲) سورۃ بنی إسرائیل: ۷۸۔

(۳) فی الصحیح للبخاری: ... أن اللّٰہ افترض علیهم خمس صلوات فی کل یوم ولیلة. (الصحیح للبخاری، باب وجوب الزکاۃ (ح: ۱۳۹۵) انیس)

کی غرض وغایت ﴿أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾ (۱) میں بیان فرمادی گئی کہ میری یاد کرنے اور یاد رکھنے کے لیے اور مجھ سے رشتہ عبودیت محکم واستوار رکھنے کے لیے نماز پڑھا کرو۔

اس آیت کریمہ کے اشارہ سے بھی؛ نیز حدیث دجال والی روایت سے یہ حکم مستنبط ہوتا ہے کہ ایام معتدلہ میں دو نمازوں کے درمیان جس انداز کا فرق وبعد ہوتا ہے، اسی انداز کا فرق وبعد طویل ایام میں قائم کرکے ۲۴ر گھنٹہ کی ایک مقدار غروب اول سے شمار کرکے نصف اول کو شب قرار دے کر؛ اس میں رات کی تینوں نمازوں مغرب، عشا اور فجر کو جہر سے پڑھ لیا کریں اور نصف ثانی کو یوم قرار دے کر اس میں دن کی نمازیں ظہر اور عصر کو سراً پڑھ لیا کریں؛ تاکہ خالق کائنات کے ساتھ رشتہ عبودیت برابر قائم رہے۔

غرض ابتداء عصر وعشا یا ابتداء فجر کا وقت الگ الگ اور جدا جدا ظاہر نہ ہونے کے باوجود مذکورہ بالا دلائل کے مطابق دونوں نمازیں عشا مع الوتر اور فجر بنیت ادا پڑھنا فرض رہے گا۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آفتاب کا ۱۸ر درجہ وغیرہ زیر افق ہونا اداء نماز کے صحیح یا غیر صحیح ہونے کے لیے مدار نہیں ہے، بلکہ ان ہی دلائل سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ تمام عبادات محضہ کی ادائیگی صحت کا مدار علوم اہل فلکیات اور علوم اہل ہندسہ کی تحقیقات اور تدقیقات پر نہیں ہے اور نہ ان کو اصل نصوص اور شرعی علامات واسباب پر فوقیت دی جاسکتی ہے، بلکہ اصل مدار اور فوقیت صرف اور صرف نصوص قرآنیہ اور حدیث پر ہے، بلکہ شرعی علامات واسباب بھی ثانوی درجہ کی چیزیں ہیں اور ماہرین فلکیات اور ماہرین ہندسیات کا صرف تابعیت وفرعیت کے درجہ میں اطمینان قلب اور تسکین قلبی کے لیے لحاظ کریں تو مضائقہ نہیں اور یہ بھی صرف میدانی علاقوں کے ان خطوں میں جہاں طلوع وغروب وغیرہ متعادل ومنتظم اور تدریجی ہوتے ہیں، بشرطیکہ ان کا حساب وغیرہ نصوص وعلامات واسباب شرعیہ کے مطابق ہو اور مروجہ نقشہ بھی ان اسباب وعلامات کے موافق ہو نیز گھڑیاں بھی ان نقشوں کے مطابق ہوں، ورنہ ان چیزوں کی کوئی شرعی حیثیت نہ ہوگی اور ان کا شرعاً کوئی اعتبار نہ ہوگا، جیسا کہ آیت کریمہ:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ، قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ﴾. (۲)

﴿وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ، قُلِ الرُّوْحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّيْ، وَمَا أُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلاً﴾ (۳) کے اشارہ سے، نیز حدیث پاک ''نحن أمة أمية، لانكتب ولانحسب'' أو كما قال عليه السلام. (۴) اور اس جیسی دوسری احادیث صحاح سے معلوم ہوتا ہے۔

---

(۱) سورة طٰهٰ: ۱٤۔ (۲) سورة البقرة: ۱۸۹۔

(۳) سورة بنی إسرائيل: ۸۵۔

(۴) مسلم مع النووی، باب وجوب صوم رمضان لرؤية الهلال: ٤/ ۲۰۵۔

(الصحيح لمسلم (ح: ۱۰۸۰) والصحيح للبخاری (ح: ۱۹۱۳)

عن حذيفة، أن جبريل لقى رسول الله صلى الله عليه وسلم عندحجارة المراء فقال: ياجبريل! إنى أرسلت إلى أمة أمية: إلى الشيوخ والعجوز والغلام والجارية والشيخ الذى لم لم يقرأ كتاباًقط، ==

پس عرض البلدتین سے بلکہ اس کے کچھ قبل ہی سے جہاں سے طلوع وغروب کے اوقات اعتدال اور تدریج کے ساتھ نہ ہوں، بلکہ غیر معتدل یا غیر تدریجی ہوجائیں، وہاں اس حساب کو لیطمئن قلبی کے درجہ میں بھی علی الاطلاق اعتبار کرنا صحیح نہ ہوگا، جیسا کہ برطانیہ اور اس سے شمال کی سمت کے اکثر ممالک ومقامات؛ جن میں طلوع وغروب کے اوقات تدریجی تفاوت اور اعتدال کے ساتھ نہ ہوں، ایسے ممالک اور خطوں میں صرف نصوص اور شرعی علامات واسباب منصوصہ پر صحت عباداتِ محضہ کا مدار رکھا جائے گا، بلکہ اگر شرعی علامات واسباب بھی ظاہر محسوس نہ ہوں تو محض نصوصِ قرآنیہ وحدیثیہ پر مدار رکھ کر اندازہ وتحری سے عمل کر لینا کافی اور صحیح ہوجائے گا۔

(۳)　مذکورہ بالا دلائل سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ! ''**الإمساک عن الأکل والشرب للصوم**'' میں بھی ۱۸/۱۲ درجہ افق سے نیچے آفتاب کا ہونا شرط نہیں ہوگا اور ادائیگی صوم کی صحت کے لیے ان درجات سے نیچے آفتاب کے ہونے پر مدار نہ ہوگا، بلکہ شرعی علامات واسباب کا ظہور جب تک سادہ فطری اصول مشاہدہ وغیرہ سے ہوتا رہے کہ غروب کے بعد افطار اور کھانے پینے اور مغرب وعشاوتر کی نماز ادا کر لینے کے ساتھ اگر سحری کھانے اور فجر کی نماز پڑھنے کا وقت ملتا رہے تو گھڑیاں رکھ کر اس کے مطابق انتظام کر کے عمل کرتے رہنا درست وصحیح ہوگا اور جب ان شرعی علامات واسباب کا ظہور سادہ فطری اصول سے بھی دشوار ومتعذر ہوجائے تو نصوص قرآنیہ واحادیثیہ پر مدار رکھ کر کہ وہ اصل ومتبوع اور علتِ احکام ہیں؛ جیسا کہ ہم پہلے بھی کہہ آئے ہیں، ان پر صحیح عمل کر لینا کہ وہ سارے عالم کے لیے مدارِ صحتِ اعمال اور مدارِ نجات ہیں کافی اور درست رہے گا۔

پس ان نصوص واحادیث کا جو مفہوم قرون ثلثہ مشہود لہا بالخیر میں لیا گیا ہے اور جس کی تفصیل وتشریح جس طرح ائمہ اربعہ متقدمین ائمہ ہدیٰ نے کی ہے؛ جن کے اہل حق ہونے پر اجماع سلف ہو چکا ہے، اسی تفصیل وتشریح کے مطابق عمل کر لینا کافی اور درست ہوگا اور عنداللہ مقبول ہوگا، جیسا کہ عرض البلدتین کے بعد جوں جوں شمال کی جانب بڑھیں گے، یہی اصول معمول بہا اور صحیح ہوگا، پس جب شرعی علامات واسباب بالکل ظاہر نہ ہوں تو محض نصوص واحادیث کے حکم کے مطابق محض اندازہ اور تحری کر کے طلوع آفتاب سے پہلے ہر عمل کا انتظام کر کے اس پر عمل کر لیں۔

آپ کی تحریر کے مطابق تو آپ کے علاقہ اور خطے میں افطار وطعام نماز ہر چیز سے فارغ ہوکر طلوع آفتاب سے سوا گھنٹہ قبل سے تکمیل صوم کا موقع نظر آتا ہے، پس اسی کے مطابق عمل رکھنا عنداللہ مقبول ہوگا اور مدار نجات کے لئے کافی ہوگا۔

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۷۱-۱۷۷)

== فقال: إن القرآن أنزل علی سبعة أحرف. (مسند الإمام أحمد، حدیث حذیفة بن الیمان (ح: ۲۳۴۴۷)/ مسند أبی داؤد الطیالسی، عن أبی بن کعب (ح: ۵۴۵) انیس)

مغربی ممالک میں اوقات نماز سے متعلق ایک اہم استفتا:

سوال: (۱)　　مغربی ممالک، خصوصاً برطانیہ میں بڑھتی ہوئی مسلمانوں کی آبادی کی بدولت، اوقات نماز کا مسئلہ علماء کرام اور مفتیان عظام کی خصوصی توجہ کا مستحق ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ مفتیان عظام اس مسئلہ پر غور وخوض کے بعد یہاں بسنے والوں کے لئے دین فطرت کے صحیح آسان اسلامی حل کے ذریعہ مسلمانوں کے لئے موقعۂ عمل فراہم فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

محکمۂ موسمیات اور ہیئت دانوں نے اپنی تحقیق کے مطابق شفق کو تین درجوں میں تقسیم کیا ہے:

(۱)　سول شفق (Civil Twilight)　　۶/ درجہ والی شفق

(۲)　شفق بحری (Nautical Twilight)　　۱۲/ درجہ والی شفق

(۳)　شفق سیت (Astronomical Twilight)　　۱۸/ درجہ والی شفق

تفصیل:

سول شفق:　　سول شفق کو ''شفق احمر'' سے تعبیر کر سکتے ہیں، اس وقت آسمان صاف ہوتا ہے، رات کے آثار کم ہوتے ہیں، چند موٹے موٹے ستارے دکھائی دیتے ہیں۔

شفق بحری:　　اس شفق کو ''شفق ابیض'' سے تعبیر کر سکتے ہیں۔

شفق سیت:　　یہ وہ شفق ہے جس کے بعد آسمان پر مکمل تاریکی چھا جاتی ہے اور چھوٹے چھوٹے تارے دکھائی دیتے ہیں۔ ماہرین فلکیات اس شفق کے بعد اپنے فنی تجربوں میں لگ جاتے ہیں۔

شفق کی اس تفصیل کے بعد، اسلامی ممالک نیز ہند و پاک کرۂ ارض پر اندرون ''۴۰'' عرض البلد پر واقع ہونے کی بنا پر وہاں شفق کے غروب ہونے میں زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ گھنٹہ ہوتا ہے، اس لئے ان ممالک میں عموماً نماز عشا بعد غروب، ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد، سال بھر ہوتی ہے۔

مگر برطانیہ اور وہ ممالک جو ''۴۵'' عرض البلد سے اوپر واقع ہیں، وہاں جوں جوں اوپر جانا ہوگا، غروب شفق دیر سے ہوگی، اور صبح صادق جلدی، اسی طرح موسم گرما کے بعض مہینوں اور دنوں میں تو غروب شفق اور ابتداء صبح صادق میں بالکل فصل نہیں ہوتا اور بعض دنوں میں بہت ہی کم فاصلہ رہتا ہے۔ جو امید ہے حسب ذیل مثال سے اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔

''۵۴'' عرض البلد (انگلستان کے جس علاقہ) میں ہم رہتے ہیں ۲۰؍جون کو طلوع آفتاب اور غروب حسب ذیل ہے:

	منٹ؍گھنٹہ		منٹ؍گھنٹہ
طلوع آفتاب	۴؍۳۵	غروب شفق بحری	۱۲؍۱۹
غروب آفتاب	۹؍۴۱	صبح صادق	۱؍۵۸
دن کی مقدار	۱۷؍۶	درمیانی فاصلہ	۱؍۳۸

''۵۶'' عرض البلد (گلاسکو اور اطراف) پر ۲۰؍جون سے ۱۲؍جولائی تک شفق بحری غائب ہی نہیں ہوتی۔ ''۵۸'' ''،'' ''۶۰'' عرض البلد (بالائی اسکاٹ لینڈ، اسٹورناولے) ۲۱؍مئی سے ۲۵؍جولائی تک شفق مذکور کو غائب نہیں ہوتی، ان دنوں ساری رات افق پر اجالا رہتا ہے۔

مذکورہ حساب کی بنا پر جن مقامات پر یعنی ''۵۴'' عرض البلد پر جہاں ۱۲/۱۹ کو شفق غائب ہوتی ہے اور ۴/۳۵ کو طلوع ہوتا ہے، ہم ۱۲/۳۰ سے قبل نماز عشا نہیں پڑھ سکتے اور دوسری طرف فجر کی نماز چار بجے۔ درمیانی فاصلہ صرف ساڑھے تین گھنٹہ کا رہتا ہے، نماز عشا کو یوں مؤخر کرنا ناممکن نہ سہی، مگر مشکل ضرور ہے۔

نیز بعض ائمہ کے نزدیک جمع بین الصلاتین سفر اور اعذار کی بنا پر جائز ہے اور اس پر عرب ممالک کے باشندوں کا انگلستان میں عمل بھی ہے، تو کیا حنفی المسلک کے لئے اس میں آسانی کی کوئی صورت نہیں ہوسکتی، جو سارے عوام کے لئے قابل عمل ہو؟

تحقیق اوقات کا یہ مسئلہ صرف نمازوں کی حد تک نہیں، آئندہ چند سالوں کے بعد رمضان المبارک بھی انہی مہینوں میں آئے گا، تو اس وقت اس مسئلہ کی اور بھی زیادہ نازک اور سنگین صورت ہوگی، مذکورہ حساب کی بنا پر روزہ تو لمبا ہی ہوجائے گا، بعض جگہوں پر تو ۱۸؍۱۱ منٹ طلوع وغروب آفتاب کا حساب ہوگا۔ اور جن جگہوں پر ۱/۳۸، کا فاصلہ نماز عشا میں اور فجر صادق کے درمیان رہتا ہے، ان کے لئے اس مختصر سے وقت میں نماز عشا، تراویح، سحری وغیرہ کی ادائیگی ناممکن نہ سہی، تو مشکل ترین ضرور ہوجاتی ہے، جس کا ادنیٰ احساس ہر ایک کرسکتا ہے۔

نیز جو علاقے ''۵۶'' عرض البلد پر واقع ہیں، جہاں ۲۲؍دن اور جو علاقے ''۵۸''، ''۶۰'' عرض البلد پر واقع ہیں، جہاں ۶۵؍دن (دوماہ) شفق اور صبح صادق کے درمیان فاصلہ نہیں رہتا، روزہ کی ابتدا کب سے ہو؟ نیز نماز عشا و تراویح کا اختتام کب ہو؟ سمجھ میں نہیں آتا۔

یادرہے مذکورہ ساری گزارشات عمل کے لئے پوچھی جارہی ہیں اور یہ وہ علاقے ہیں، جہاں مسلمان کافی تعداد میں آباد ہیں اور ان کی اچھی خاصی تعداد اس مسئلہ سے دوچار ہے، اس لئے ہم امید کرتے ہیں کہ مفتیان عظام اس مسئلہ پر

بڑی سنجیدگی سے غور فرما کر اس کے قابل عمل حل سے ہم دور افتادوں کو نوازیں گے۔

سوال: (۲) برطانیہ میں مختلف مسلک کے لوگ آباد ہیں، کوئی شافعی ہیں، تو کوئی حنفی ہیں، تو کوئی اور مسلک کے۔ حنفی حضرات نماز عصر مثلین کے بعد پڑھتے ہیں، مثلین اور غروب آفتاب میں سردیوں کے موسم میں صرف گھنٹہ بھر کا فاصلہ رہتا ہے اور گرمیوں میں ظہر اور عصر کے درمیان کافی فاصلہ رہتا ہے، جن شہروں میں حنفی عوام ہوتے ہیں اور امام حنفی ہوتا ہے، تو وہاں یہ مسئلہ اور بھی زیادہ قابل بحث بن جاتا ہے، امام کا اصرار مثلین پر ہوتا ہے اور عوام کا اصرار مثل اول پر، ان کے اصرار کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ یہاں اکثریت کارخانوں میں کام کرتی ہے، وہ موسم گرما میں مثل اول پر نماز ادا کر کے کاخانہ جاسکتے ہیں اور مثلین کے انتظار تک ان کے کارخانہ کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور بعض کارخانوں میں نماز کی ادائیگی بہت مشکل ہوتی ہے، نیز کتب فقہ میں اصفرار شمس کے بعد نماز عصر کو مکروہ لکھا ہے۔ اب یہاں کے موسم میں مثلین کے وقت تو کیا اس سے پہلے سورج میں زردی آجاتی ہے اور نماز تو سارے دن نہیں ہوتی ،تو کیا ان صورتوں میں نماز عصر کو حنفی المسلک بھی مثل اول میں ادا کرے، تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

سوال: (۳) برطانیہ کا موسم اتنا غبار آلود ہے کہ یہاں سارے سال میں شاذ و نادر ہی چاند کی رؤیت ہوتی ہے، جس ملک میں کئی کئی دن تک آفتاب غبار کی وجہ سے نظر نہ آتا ہو، وہاں چاند کی رؤیت کا سوال کم ہی پیدا ہوتا ہے، جب رؤیت ہلال کا مسئلہ یوں ہے، تو رمضان وعیدین کے تعین کا مسئلہ بھی پیچیدہ بن گیا ہے، اور اس مسئلہ میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ سے مراسلت کے بعد جناب والا کے آخری استفتا کے مطابق آج تقریباً تیس سال سے عمل ہو رہا ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ رمضان کی تعیین کے بارے میں تو قریبی ملک مراکش سے بذریعہ فون بات چیت ہونے پر، ان کی خبر کے مطابق تعین کیا جاتا ہے، اور عید، رمضان کے لئے ملک میں ۲۹ ؍رمضان کو چاند ثابت نہ ہو، تو ۳۰ ؍روزے مکمل کر کے عید منائی جاتی ہے اور عیدالاضحیٰ کے لئے عموماً یہاں کے علما یوں کرتے ہیں کہ ہندو پاک کے خطوط پر یکم ذی الحجہ متعین کر کے اسی کے حساب سے عیدالاضحیٰ کا تعین بھی ہوتا ہے۔

مگر بادی النظر میں یہ کوئی مستقل حل نہیں معلوم ہوتا، اس لئے کہ جو صاحب فون کرتے ہیں، اگر وہ ملک میں موجود نہ ہوں، یا جن کے ساتھ مراکش میں فون پر بات کی جاتی ہے، وہ نہ ہوں، تو ان دونوں صورتوں میں یہ بات پھر اسی پریشانی کا باعث ہوگی، نیز خطوط والا مسئلہ بھی کسی حد تک صحیح ہو، تب بھی مستقل حل نہیں، یہی وجہ ہے کہ یہاں کے تعلیم یافتہ طبقہ خاص طور پر عرب ممالک کے طلبا اس کو قبول نہ کرتے ہوئے محکمۂ موسمیات کے حساب سے تعین رمضان وعید کرتے ہیں، تو کیا ان مجبوریوں کی صورت میں علامہ سبکیؒ کی تحقیق کے مطابق، محکمۂ موسمیات والوں کے مطابق زمین سے قابل رؤیت ہونے پر عیدین و رمضان کا تعین کیا جائے، تو اس کی گنجائش نہیں ہوسکتی؟

خدا کے فضل سے برطانیہ میں لاکھ ڈیڑھ لاکھ مسلمان آباد ہیں اور بہت بڑی تعداد میں ان کے بچے بھی یہاں آباد ہیں، ملک بھر میں تقریباً ۷۰ سے ۸۰ مساجد قائم ہوگئی ہیں، جن میں تراویح، نماز پنجگانہ ہورہی ہے، اس لئے اس قسم کے مسائل لائق توجہ اور قابل غور ہیں۔ اس لئے حضرت والا سے صحیح شرعی آسان رہبری کے متوقع ہیں۔ فقط

(موسیٰ سلیمان کرماڈی، مدیر ''فاران'' ڈیوزبری)

الجواب ـــــــــــــــ باسمہ تعالیٰ

(۱)　شفق کے سوال میں جو تین درجے مختلف ناموں سے بیان کئے ہیں، شرعاً مدار احکام نہیں ہیں، شرعاً تو شفق کے دو درجے ہیں، ''شفق احمر، شفق ابیض''۔ بعض ائمہ کے نزدیک مغرب کا آخری وقت شفق احمر کا غائب ہونا ہے، اور اسی سے عشا کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ اور بعض دوسرے ائمہ کے نزدیک شفق ابیض کے غائب ہونے سے مغرب کا وقت ختم ہوتا اور عشا کا وقت شروع ہوتا ہے۔

شرح ''مہذب'' میں ہے:

" أجمعت الأمة علٰى أن وقت العشاء مغيب الشفق واختلفوا في الشفق هل هو الحمرة أم البياض... ومذهبنا أنه الحمرة دون البياض".(۱)

شفق احمر اور شفق ابیض میں تین درجے کا فرق ہوتا ہے۔

"لما في ردالمحتار: أن التفاوت بين الشفقين بثلٰث درج كما بين الفجرين.(۲)

عام معتدل علاقوں اور ملکوں میں دونوں کے درمیان پندرہ منٹ کا فرق ہوگا، اور سوال میں جن علاقوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان میں زیادہ فرق ہوگا۔

جیسا کہ ابھی تحریر کیا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک شفق ابیض کا اعتبار ہے، اسی وقت پر مغرب ختم ہوتا ہے، اور اسی سے عشا شروع ہوتا ہے، امام ابویوسف اور امام محمد کے نزدیک شفق احمر کا اعتبار ہے، اور بعض کبار حنفیہ نے صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔ لما في الدر المختار وحاشيته رد المحتار:

"(و)وقت(المغرب منه إلٰى)غروب(الشفق وهو الحمرة)عندهما وبه قالت الثلاثة وإليه رجع الإمام كما في شروح المجمع وغيرها فكان هو المذهب.(الدرالمختار)

وفي ردالمحتار: لكن تعامل الناس اليوم في عامة البلاد علٰى قولهما وقد أيده في النهر تبعاً

---

(۱)　المجموع شرح المهذب، كتاب الصلاة، باب مواقيت الصلاة(المسئلة الثالثة)إجماع الأمة علٰى أن وقت العشاء ... الخ:۳/۳۸، ط:إدارة الطباعة المنيرية.

(۲)　رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في الصلاة الوسطٰى: ۱/۳٦۱، ط:ايچ،ايم،سعيد.

للنقاية و الوقاية والدرر والإصلاح ودرر البحار والإمداد والمواهب وشرحه البرهان وغيرهم مصرحين بأن عليه الفتوىٰ ، وفی السراج: قولهما أوسع وقوله أحوط.(۱)

لہٰذا برطانیہ اور وہ ممالک جو ''۴۵'' عرض البلد سے اوپر واقع ہیں اور جہاں شفق دیر سے غائب ہوتی ہے، وہ صاحبین کے قول پر عمل کریں، غروب شمس کے بعد مغرب کی نماز پڑھیں اور شفق احمر کے غائب ہونے کے بعد عشا کی نماز پڑھیں، اس طرح ان کو عشا کی نماز کا زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا، عشا اور صبح میں فاصلہ بڑھ جائے گا، جن دنوں میں شفق احمر پر عمل کرنے کے باوجود غروب شفق اور طلوع صبح صادق میں فاصلہ بہت ہی کم ہوتا ہے، اس میں عشا کی نماز ہرگز ترک نہ کریں، آرام اور سونے کا وقت دن میں نکالیں، البتہ جن ایام میں غروب شفق نہ ہو اور طلوع فجر ہو جائے، اس صورت حال کو فقہا ''فقد وقت العشاء'' کے عنوان سے بیان کرتے ہیں، اور اس میں فقہا مختلف ہیں، بقالی، حلوانی، مرغینانی کی رائے یہ ہے کہ عشا اور وتر کی نماز اس صورت میں ذمۂ مکلّف سے ساقط ہو جاتی ہے، نہ ادا واجب، نہ قضا واجب، کیونکہ سبب معدوم ہے۔

''كما فی الدر المختار: وقيل لا يكلف بهما لعدم سببهما وبه جزم فی الكنز والدرر و الملتقىٰ وبه أفتىٰ البقالی ووافقه الحلوانی والمرغينانی ورجحه الشرنبلالی والحلبی وأوسعا المقال ومنعا ما ذكره الكمال.(۲)

برہان کبیر محقق ابن الہمام، ابن الشحنہ کا فیصلہ ہے کہ نماز عشا و وتر ذمۂ مکلّف سے ساقط نہیں ہے، ضرور پڑھے، کیوں کہ قرآن کریم، احادیث متواترہ سے پانچ نمازوں کی فرضیت معلوم ہو رہی ہے اور اس میں کسی علاقہ، ملک کی تخصیص نہیں ہے، رہا سبب کا مسئلہ تو سبب اجتہادی ہے نصی نہیں ہے۔ اس لئے اس صورت میں اس کا اعتبار نہیں ہوگا، صلوات خمسہ کا حکم علیٰ حالہ باقی ہے۔ محققین فقہا نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ علامہ شیخ محمد اسماعیل الکلینوی المتوفیٰ ۱۲۰۵ھ، نے اس پر ایک مبسوط رسالہ لکھا ہے اور محقق ابن الہمام کے قول کو ترجیح دی ہے اور اسی کو حکم شریعت قرار دیا ہے، ''ابن عابدین شامی'' نے بھی اسی کو راجح کہا ہے:

''والحاصل أنهما قولان مصححان ويتأيد القول بالوجوب بأنه قال به إمام مجتهد وهو الإمام الشافعی كما نقله فی الحلية عن المتولی عنه.(۳)

امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری بھی اس قول کو راجح اور مفتیٰ بہ فرمایا کرتے تھے۔ كما أخبرنی به فضيلة الشيخ البنوری صاحب معارف السنن متعنا الله بطول حياته.

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب فی الصلاة الوسطیٰ: ۱/۳٦۱، ط: ایچ، ایم، سعید

(۲) الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب فی فاقد وقت العشاء: ۱/ ۳٦۱، ط: ایچ ایم، سعید.

(۳) ردالمحتار، كتاب الصلاة، قبيل مطلب فی طلوع الشمس من مغربها: ۱/۳٦٥. ط. ایچ، ایم، سعید.

لہٰذا وہ لوگ عشا کی نماز ترک نہ کریں، اور علامہ ''زیلعی'' کی تحقیق کے مطابق کسی وقت بطور قضا پڑھ لیں:

''کما فی رد المحتار: ''إذا علمت ذلک ظهر لک أن من قال بالوجوب یقول به علیٰ سبیل القضاء لا الأداء. (۱)

اور بطور قضا پڑھنے میں سہولت بھی ہے، اس لئے اسی کو اختیار کیا جائے۔

جمع بین الصلاتین سے آپ نے جو سہولت طلب کی ہے، وہ قطعاً صحیح نہیں ہے؛ کیونکہ جمع بین الصلاتین حضر میں کسی بھی امام مجتہد کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ **کما فی بدایة المجتهد وشرح المهذب وغیرها.** (۲)

دن طویل ہوجانے سے روزہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوتی، ہاں اس قدر طویل ہوجائے کہ روزہ رکھنے میں ہلاکت کا اندیشہ ہو، تو روزہ نہ رکھا جائے، بلکہ عام اور معتدل دنوں میں قضا کرلی جائے۔

غروب وطلوع میں فاصلہ کم ہونے کی وجہ سے افطار، سحری، نماز تراویح کے اوقات کا حل یہ نکل سکتا ہے، افطار کیا جائے، نماز مغرب پڑھی جائے، پھر عشا، فرض ووتر، تراویح کے لئے اگر وقت نہ ملے، تو نہ پڑھی جائے اور اگر کم وقت ملے، تو بیس نہ پڑھی جائے، آٹھ پڑھ لی جائیں، یا اس سے بھی کم۔ وہ علاقے جو ۵۶/عرض البلد پر واقع ہیں جہاں ۲۲/دن تک اور جو علاقے ۵۸، ۶۰/عرض البلد پر واقع ہیں جہاں دو ماہ تک شفق اور صبح صادق کے درمیان فاصلہ نہیں رہتا، تو ایسے علاقوں کے لوگوں کے لئے نماز عشا کا مسئلہ پہلے ہی لکھا جاچکا ہے، نماز عشا کسی وقت پڑھ لیں، روزہ بھی اگر ان دنوں میں آجائے، تو نہ رکھیں، بلکہ عام دنوں میں قضا کریں۔

لما فی رد المحتار: (تتمة): لم أر من تعرض عندنا لحکم صومهم فیما إذا کان یطلع الفجر عندهم کما تغیب الشمس أو بعده بزمان لایقدر فیه الصائم علیٰ أکل ما یقیم بنیته ولایمکن أن یقال بوجوب موالاة الصوم علیهم؛ لأنه یؤدی إلی الهلاک، فإن قلنا بوجوب الصوم یلزم القول بالتقدیر وهل یقدر لیلهم بأقرب البلاد إلیهم کما قاله الشافعیة هُنا أیضاً أم یقدر لهم بما یسع الأکل والشرب أم یجب علیهم القضاء فقط دون الأداء؟ کل محتمل، فلیتأمل. (۳)

غالباً آخری صورت زیادہ سہل معلوم ہوتی ہے، لہٰذا اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔

---

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب فی فاقد وقت العشاء: ۳۶۳/۱. ط. ایچ، ایم، سعید

(۲) بدایة المجتهد ونهایة المقتصد لابن رشد الأندلسی، کتاب الصلاة، الأسباب المبیحة للجمع، اختلافهم فی الجمع فی الحضر: ۴۸/۱، ط: مصطفائی الحلبی، مصر. ''ولفظه'': وأما الجمع فی الحضر لغیر عذر فإن مالک وأکثر الفقهاء لایجیزونه، الخ)

(۳) رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب فی طلوع الشمس من مغربها: ۳۶۶/۱۔

(۲) ایک مثل کے بعد نماز عصر پڑھ لی جائے، نماز صحیح ہوگی۔ صاحبینؒ کا مسلک ہے، امام ابوحنیفہؒ سے بھی ایک روایت ہے۔

"لما فی الدر المختار: وعنه مثله وهو قولهما وزفر والأئمة الثلاثة. قال الإمام الطحطاوی: وبه نأخذ وفی غرر الأذكار: وهو المأخوذ به، وفی البرهان: وهو الأظهر لبیان جبریل و هونص فی الباب، وفی الفیض: وعلیه عمل الناس الیوم وبه یفتیٰ.(۱)

(۳) رمضان المبارک وعید کے سلسلہ میں محکمۂ موسمیات کے حساب پر روزہ شروع کرنے یا عید کرنے کا فتویٰ صحیح نہیں ہے، علامہ سبکی کی تحقیق پر بہت سے علمانے سیر حاصل بحث کی ہے اور اس کی تغلیط کی ہے۔ کیونکہ شریعت نے رؤیت کو سبب قرار دیا ہے، حساب کو سبب قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ ایک نیا سبب شریعت کے سبب کے مقابلہ میں اختراع کیا جائے۔

لہٰذا اس سلسلہ میں تو مفتی محمد شفیع صاحب مدظلہ العالی کے فتویٰ پر عمل کیا جائے، جیسا کہ آپ کے یہاں عمل ہو رہا ہے، ایک شکل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ رمضان سے دو تین ماہ پیشتر رؤیت ہلال کا اہتمام کیا جائے، شروع ماہ اگر چاند نظر آ جائے، تو مہینہ قمری شروع سمجھا جائے، اگر اس کے اختتام پر چاند نظر آ جائے، فبہا، ورنہ تیس دن کا مہینہ شمار کیا جائے، اسی طرح رمضان اور عید کا حساب کیا جائے، یہاں مدار صرف حساب پر نہ ہوا بلکہ رؤیت پر ہوا، اگر چہ چار پانچ ماہ پہلے ہی کیوں نہ ہو، اس صورت کی گنجائش سمجھ میں آتی ہے۔ (والعلم عند اللّٰه)

"**إحكام الأحكام شرح عمدة الأحكام**" میں ہے:

"والذی أقول به إن الحساب لایجوز أن یعتمد علیه فی الصوم لمفارقة القمر للشمس علیٰ ما یراه المنجمون من تقدم الشهر بالحساب علی الشهر بالرؤیة بیوم أو یومین فإن ذلک إحداث لسبب لم یشرعه اللّٰه وأما إذا دل الحساب علیٰ أن الهلال قد طلع من الأفق علیٰ وجه یریٰ لولا وجود المانع کالغیم مثلاً فهٰذا یقتضی الوجوب لوجود السبب الشرعی ولیس حقیقة الرؤیة بمشروطة فی اللزوم؛ لأن الاتفاق علیٰ أن المحبوس فی المطمورة إذا علم بالحساب بإکمال العدة أو بالاجتهاد بالأمارات أن الیوم من رمضان وجب علیه الصوم وإن لم یر الهلال و لا أخبره من رآه.(۲)

(۱) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، مطلب فی تعبده علیه الصلاة والسلام قبل البعثة: ۳۵۹/۱. ط: ایچ،ایم،سعید.

(۲) إحکام الأحکام شرح عمدة الأحکام للشیخ تقی الدین أبی الفتح الشهیر بابن دقیق العید، کتاب الصیام، الکلام علیٰ رؤیة الهلال: ۲۰۶/۲، رقم الحدیث: ۲، ط: دار الکتب العلمیة.

علاوہ ازیں جب مفتیٰ بہ قول کے مطابق اختلاف مطالع بلاد قریبہ میں نہیں، اور ایک جگہ کی رؤیت دوسری جگہ کے لئے بھی حجت ہے، جب کہ بطریق شرعی پہنچے، اور استفاضۂ خبر بھی ثبوت رؤیت کے لئے شرعاً کافی ہے، اس لئے آپ اپنے قریب کے اسلامی ممالک کے ریڈیو پر اعتماد کرکے رمضان اور عید کرسکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: ولی حسن ٹونکی غفرلہ، بینات- شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ بینات: ۲/۲۰۲-۲۱۱) ☆

☆ **جہاں چھ ماہ کا دن ہوتا ہو اور چھ ماہ کی رات ہو وہاں نماز کس طرح ادا کی جائے:**

سوال: میں سیاح گو پہلے سے ہوں اور یہاں لوگ تعطیل میں عموماً ادھر ادھر سیر کرنے چلے جاتے ہیں، میں احتیاطاً ایک مسئلہ دریافت کرتا ہوں، شاید کبھی وہاں بھی چلا جاؤں، وہ یہ ہے کہ انگلستان کے اوپر چند ایسی جگہ ہیں، جہاں ۶/ ماہ سورج رہتا ہے اور چھ ماہ نہیں رہتا، مجھے خود بھی تحقیق نہیں، نہ معلوم کہ سورج ڈوبتا بھی ہے یا نہیں، اتنا ضرور معلوم ہے کہ موسم گرما میں لوگ کالے پردے لگا کر مکانات میں رات بناتے ہیں، ورنہ تو پوری موسم گرما اتنی روشنی رہتی ہے کہ سونا مشکل ہوتا ہے، موسم سرما میں اتنا اندھیرا رہتا ہے کہ ہمیشہ روشنی سے کام لیا جاتا ہے، وہاں نمازوں کی کیا صورت ہو؟ موسم سرما میں تو وہاں جانا مشکل ہے، کیونکہ بے انتہا سردی رہتی ہے، یہاں تک کہ موسم گرما میں بھی برف جمی رہتی ہے، اگر کبھی گیا تو موسم گرما میں جانا ہوگا، جب کہ سورج غروب نہیں ہوتا۔

الجواب

قال فی الدر المختار: (وفاقد وقتهما) كبلغار.... (مكلف بهما فيقدر لهما) ولا ينوی القضاء لفقد وقت الأداء، به أفتى البرهان الكبير، واختاره الكمال وتبعه ابن الشحنة في ألغازه فصححه، آه، ملخصاً. (رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب فی فاقد وقت العشاء كأهل بلغار: ۱/۳۶۲-۳۶۳، دار الفكر بيروت. انيس)

قال الشامی فی بيان الدليل عليه: وماروی أنه صلى الله عليه وسلم ذكر الدجال الخ قلنا: يارسول الله! ومالبثه فی الأرض؟ قال: " أربعون يوماً يوم كسنة ويوم كشهر ويوم كجمعة وسائر أيامه كأيامكم"، قلنا: فذلك اليوم الذی كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم؟ قال: " لا، اقدروا له قدره" آه. (رواه مسلم: ۱/۳۷٦) (الصحيح لمسلم، كتاب الفتن وأشراط الساعة، باب ذكر الدجال وصفته ومامعه (ح: ۲۹۳۷)/ سنن أبی داؤد، كتاب الملاحم، باب خروج الدجال (ح: ٤۳۲۱)/ سنن ابن ماجة، كتاب الفتن (ح: ٤۰۷٥) انيس)

وقال في ج: ۱ ص: ۳۷۸: والحاصل أنهما قولان مصححان ويتأيد القول بالوجوب بأنه قال به إمام مجتهد وهو الإمام الشافعی كمانقله فی الحلية عن المتولی عنه، آه. (ردالمحتار، قبيل مطلب فی طلوع الشمس من مغربها: ۱/۳٦٥، دار الفكر بيروت، انيس)

جن مقامات میں ۶/ ماہ دن اور ۶/ ماہ رات ہوتی ہے، وہاں وقت کا اندازہ کرکے ہر چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں الگ الگ فصل کے ساتھ ادا کرنا واجب ہے، مختار قول یہی ہے۔ واللہ اعلم

۱۰/ شعبان ۱۳۴۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۲/۱۹)

جہاں چھ ماہ دن، چھ ماہ رات مسلسل رہتی ہے وہاں کے لوگ روزہ ونماز کس طرح ادا کریں:

سوال (۱) جہاں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے، وہاں نماز، روزہ اور وظائف یا وہ نمازیں جو سورج کے حساب سے پڑھی جاتی ہیں کس طرح ادا کی جائیں، کیا دن کے چھ مہینے میں صرف پانچ نمازیں ہی پڑھی جائیں گی اور چھ مہینے کے دن کا روزہ کس طرح رکھا جائے گا؟

ظہر پڑھنے کے بعد ایسی جگہ پہنچنا جہاں اس کے بعد ظہر کا وقت ہوا تو کیا دوبارہ ظہر پڑھنی ہوگی؟

(۲)　ایک شخص برق رفتار جہاز سے ظہر کی نماز پڑھ کر مشرق سے مغرب کی طرف سفر کرتا ہے، منزل پر پہنچنے کے بعد یہاں نماز ظہر کا وقت ہوتا ہے، اب اس کو نماز ظہر پھر پڑھنی چاہیے، یا جو پڑھ کر آیا ہے وہ کافی ہے۔

(سید محمد میاں نظامی (بستی حضرت نظام الدین، نئی دہلی)

الجواب ———————— وباللہ التوفیق

(۱)　جس مقام پر آفتاب چھ مہینے مسلسل غروب رہتا ہے اور چھ مہینے مسلسل طلوع رہتا ہے، اس مقام پر انسانی آبادی مشکل ہے، بہر حال وہاں جو لوگ آباد ہیں، ان کے لیے یہ حکم ہے کہ جس وقت آفتاب غروب ہوا اس وقت سے ہر چوبیس گھنٹہ کو گھڑی دیکھ کر ان کو دن ورات کا مجموعہ قرار دے کر پانچوں نمازیں جس فصل وانداز سے پڑھتے ہیں پڑھتے رہیں، حدیث دجال(۱) سے بھی اس طرف روشنی ملتی ہے اور حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلویؒ کا رجحان بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ پھر اسی طرح جب چھ ماہ مسلسل طلوع رہے، اس وقت بھی وہی سابق حساب کے اعتبار سے ہر چوبیس گھنٹہ میں شب وروز کی نمازیں اندازہ کے لحاظ سے پڑھتے رہیں اور اسی طرح حساب سے جب رمضان

(۱)　حدیث دجال سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جب ایک دن ایک سال کے برابر ہوگا، تو کیا ایک دن کی نمازیں کافی ہوں گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، بلکہ اندازہ سے نمازیں ادا کرنی ہوں گی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

... قلنا: اليوم الذى كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم ؟ قال: لا، اقدروا له قدره. (الصحيح لمسلم، باب ذكر الدجال: ۲/۴۰۱)(كذا في مسند الشاميين للطبراني، ابن جابر عن يحيٰ بن جابر الطائي (ح: ۶۱۴)انيس)

کا مہینہ آئے تو اس میں روزہ بھی رکھیں (اسی اعتبار سے) اور جس طرح دنیا کا اپنا ہر کام (سونا، جاگنا، کام کرنا، ڈیوٹی دیناوغیرہ) وقت کے حساب سے کریں گے، اسی طرح نماز روزہ بھی حساب کرکے ادا کریں گے۔(۱)

(۲)　جب ایک مرتبہ کوئی نماز پڑھ لی گئی تو پھر اگر اسی نماز کا دوبارہ وقت آئے گا تو دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی وہی ایک بار کی ایک دن میں پڑھی ہوئی نماز کافی ہوگی۔(۲) فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۱۶۱۔۱۶۲)

جہاں دن اور رات غیر معمولی طویل ہوں:

سوال:　اس مقام پر نماز اور روزے کی کیا شکل ہوگی جہاں چھ مہینہ کا دن اور چھ مہینہ کی رات ہوتی ہے؟

هو المصوب

چوبیس گھنٹہ رات و دن والے علاقہ سے تخمینہ کرکے نمازیں ادا کی جائیں گی۔(۳) اسی طرح روزہ کا حکم ہوگا۔(۴)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۳۴۱۔۳۴۲)

---

(۱)　قال الرملی فی شرح المنهاج: ویجری ذلک فیما لومکثت الشمس عند قوم مدة،الخ.قال فی إمداد الفتاح قلت:وکذلک یقدرلجمیع الآجال کالصوم والزکوٰة والحج والعدة وآجال البیع والسلم والإجارة؛و ینظرابتداء الیوم فیقدرکل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما یکون کل یوم من الزیادة والنقص کذا فی کتب الأئمة الشافعیة ونحن نقول بمثله إذ أصل التقدیرمقول به إجماعا فی الصلوٰة. (ردالمحتار، کتاب الصلوٰة،مطلب فی فاقد وقت العشاء کأهل بلغار:۱/ ۲٤۲،ط:دارالفکربیروت:۱/۳٦٥،قبیل مطلب فی طلوع الشمس من مغربها.)

(۲)　"وإذا أتمها أی الظهریدخل مع القوم،والذی یصلی معهم نافلة، لأن الفرض لایتکررفی وقت واحد". (الهدایة،باب إدراک الفریضة:۱/۱٥۲)

(۳)　(قوله"ومن لم یجد وقتهما لم یجبا") أی العشاء والوتر،کما لوکان فی بلد یطلع فیه الفجرقبل أن یغیب الشفق... وأفتٰی بعضهم بوجوبها واختاره المحقق فی فتح القدیربثبوت الفرق بین عدم محل الفرض وبین سببه الجعلی.(البحرالرائق،ج:۱،ص:٤۲۸)

(وفاقد وقتهما) کبلغار،فإن فیها یطلع الفجرقبل غروب الشفق فی أربعینیة الشتاء...(مکلف بهما فیقدرلهما).(الدرالمختار مع ردالمحتار:۲/۱۸)

(۴)　قلت:وکذلک یقدرلجمیع الآجال کالصوم والزکاةوالحج والعدة وآجال البیع والسلم و الإجار ة وینظر ابتداء الیوم فیقدر کل فصل من الفصول الأربعة بحسب مایکون کل یوم من الزیادة والنقصان،کذا فی کتب الأئمة الشافعیة،ونحن نقول بمثله ، إذأصل التقدیرمقول به إجماعافی الصلوات،انتهیٰ.(امدادالفتاح شرح نورالإیضاح،ت:بشاربکری عرابی،کتاب الصلاة:۱۷۳،دمشق.انیس)

تیز رفتار ہوائی جہازوں میں اوقات نماز و روزہ کا حکم:

سوال: تیز رفتار ہوائی جہازوں میں اوقات نماز اور سحر و افطار کے متعلق کس طرح وقت معلوم کر کے ادا کریں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللہ التوفیق

اس استفتا کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پہلے یہ عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ احقر کا ایک مضمون مغربی ممالک میں نماز، روزہ کے خصوصی احکام پر مشتمل ماہنامہ دار العلوم کے ۱۹۶۹ء کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے، غالبًا جناب کے یہاں موجود ہوگا، اس کو اگر نہ دیکھا ہو تو تنقیدی نگاہ سے دیکھ لیں، اگر صحیح ہو تو فمن اللہ اور غلط ہو تو فمن نفسی مطلع فرمائیں؟ شکر گزار رہوں گا، کیونکہ اس سے مجھے اپنے لیے بھی صحیح علم کا فائدہ ہوگا۔

پھر اس کے بعد عرض یہ ہے کہ آفتاب کی رفتار کے برابر تیز رفتار سواری سے مغرب کی جانب سفر کیا جائے تو جو وقت روانہ ہونے کا ہے، وہی وقت راستہ میں برابر قائم رہے گا، مثلاً ظہر پڑھ کر روانہ ہوا تو جہاں بھی پہنچیں گے، یہی وقت ملے گا، اس صورت میں تو کوئی اشکال ہی نہیں ہوگا، وہیں ٹھہر کر پھر جو اوقات نماز کے جس طرح یہاں ابتداءً آتے، وہاں آئیں گے، نمازیں پڑھتے رہیں گے، اگر اسی رفتار کی سواری پر بجائے مغرب کے مشرق کی طرف چلیں تو پورے لیل ونہار کی گردشِ آفتاب جو چوبیس گھنٹہ میں پوری ہوتی تھی، صرف بارہ گھنٹہ میں طے ہو جائے گی اور جو فاصلہ نمازوں میں سفر سے پہلے تھا، وہ نصف ہو جائے گا، مثلاً عصر و مغرب میں اگر دو گھنٹہ کا فاصلہ تھا، تو وہ اب صرف ایک گھنٹہ کا اور پورے چوبیس گھنٹہ (لیل ونہار) میں جو پانچ نمازیں پڑھی جاتی تھیں، اب وہ دس ہو جائیں گی، اس میں بھی شرعاً کوئی قباحت نہ ہوگی، اسی طرح اگر یہ سفر بجانب مشرق اسی سواری سے ہو، جس کی رفتار آفتاب کی رفتار سے زیادہ مثلاً دوگنی ہو، تو یہ مجموعہ (لیل ونہار) صرف چھ گھنٹہ میں ہوگا اور نمازوں کا فصل بھی اسی مقدار سے کم ہو جائے گا، مثلاً عصر کی نماز کا فصل اس صورت میں بجائے دو گھنٹہ کے صرف نصف گھنٹہ رہ جائے گا، اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، نمازیں اسی مقدار والے فصل سے پڑھتے رہیں گے، یہاں تک کہ سواری کی تیز رفتاری کے باعث یہ فصل بین الصلوٰتین کم ہوتے ہوتے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ طہارت وغیرہ مقدماتِ صلوٰۃ کی تکمیل کے بعد فرض نمازیں بھی ادا کرنے کا وقت نہ ملے تو وہ نمازیں ساکت ہو کر اس کے بعد والی نماز کی ادائیگی متوجہ ہو جائے گی اور ان کی قضا واجب ہوگی، جیسا کہ فاقد اوقات کے مقامات میں فقہاء کرامؒ فرما چکے ہیں۔

البتہ زیادہ اشکال اس صورت میں ہوگا کہ اس تیز رفتار سواری پر جس کی تیز رفتاری آفتاب کی رفتار سے مثلاً دوگنی ہو، مثلاً عصر پڑھ کر جانب مغرب سفر شروع کریں تو کچھ درجہ جا کر ظہر کا وقت ملے گا پھر آگے بڑھتے ہی جائیں تو آفتاب

ظہر میں آجائے گا پھر بڑھتے جائیں تو آفتاب پورب کی جانب ڈھلتا ہوا محسوس ہوگا پھر سفر ختم نہ کریں؛ بلکہ سفر جاری ہی رکھیں، تو پورب سمت میں آفتاب عصر کے وقت میں جیسا ہوتا ہے ویسا محسوس ہوگا اور محسوس ہوگا کہ آفتاب پورب کی جانب غروب ہورہا ہے پھر پورب کی جانب غروب ہوکر وقت مغرب ہوکر وقت مغرب محسوس ہوگا پھر کچھ دیر بعد وقت عشا محسوس ہوگا پھر کچھ دیر بعد صبح صادق پچھّم سے طلوع ہوتی نظر آئے گی، یہاں تک کہ وقت فجر نمایاں ہوجائے گا، پھر کچھ دیر بعد پچھّم کی جانب سے آفتاب طلوع ہوتا نظر آئے گا، یہاں تک کہ سارا نظام شمسی ہی درہم برہم نظر آئے گا اور اشراط ساعت میں آفتاب کے مغرب سے طلوع ہونے کی جو روایت ہے سامنے آجائے گی، اس وقت کے لیے اصل میں نماز و روزہ کے احکام کیا ہوں گے جو شخص گھڑی دیکھ کر چلے گا وہ زیادہ الجھن اور اشکال میں مبتلا ہوگا۔

البتہ جو لوگ بغیر گھڑی وغیرہ دیکھے اور بغیر اوقات کے چلتے وقت لحاظ کئے ہوئے سفر کریں گے، وہ شاید فضا میں پہنچ کر سمتوں کا پتہ نہ چلا سکیں گے اور ان کے نزدیک پورب پچھّم اتر دکھن کچھ نمایاں وتمیز نہ ہوگا، شاید ان کو الجھن پیش نہ آئے، یہ الگ بات ہوگی۔ بہر حال اس وقت کے مسائل صوم وصلوۃ زیادہ پیچیدہ ہوکر نمایاں ہوں گے، احقر کی اس تحریر سے اجمالاً ہر شق ومثال کا جواب بھی نکل سکتا ہے، کام کی کثرت اور فرصت میں نہ ہونے کے سبب اس موضوع پر کچھ زیادہ نہ عرض کرسکا، جس کے لئے معذرت خواہ ہوں اور حاضری سے بھی معذور ہوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ان حالات میں بھی احقر کے نزدیک نصوصِ قرآنی اور احادیث نبویہ کی رو سے کوئی الجھن یا خلجان نہیں ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دار العلوم دیوبند سہارنپور۔ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۹۶۔۱۹۷)

ہوائی جہازوں میں نماز کس نظام الاوقات کے مطابق ادا کی جائے:

استفتا کی بنا اس پر ہے:

سوال (۱) اسلام میں پانچ نمازیں فرض ہیں:

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: "خمس صلوات افترضھن اللّٰہ تعالیٰ". (۱)

(۲) ان نمازوں کی ادائیگی کے لیے مخصوص اوقات فرض کئے گئے ہیں:

لھا أوقات مخصوصة لاتجزی قبلھا بالإجماع. (۲)

ان اوقات کی فقہی نوعیت خواہ کچھ ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ عملاً ان کو صحتِ ادا کے لیے شرط سمجھا جاتا ہے جس

(۱) سنن أبی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، ح: ٤٢٥، عن عبادة بن الصامت: ١/١١٥۔

(۲) نیل الأوطار: ١/٣٢٦۔(باب وقت الظھر: ١/٣٧٤۔انیس)

سے شبہ ہوتا ہے کہ فرضیتِ نماز کی علت شاید یہی اوقات ہیں، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک واقعہ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔حدیث میں آتا ہے:

"أنه عليه الصلاة و السلام نام في حجر علي رضي اللّٰه عنه حتى غربت الشمس،فلما استيقظ ذكر له أنه فاتته العصر،فقال:اللّٰهم إنه كان في طاعتك وطاعة رسولك فارددها عليه فردت حتى صلى العصروكان ذلك بخيبر"والحديث صححه الطحاوی وعياض،وأخرجه جماعة منهم الطبرانی بسندحسن وأخطأ من جعله موضوعًا كابن الجوزی،وقواعدنا لاتأباه". (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں وقت کو خاص اہمیت حاصل ہے، جب ہی تو ان کے لیے سورج کا اعادہ کرایا گیا ہے، کیا وقت کی اسی اہمیت کی بنا پر فقہانے اس کو سببِ وجوب قرار دیا ہے، جیسا کہ مشہور ہے:

"وسببها أوقاتها عند الفقهاء". (۲)

لیکن اگر ایسا ہے تو واقعۂ دجال کے متعلق کیا کہا جائے گا، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر وقت ایک سال تک بھی نہ آئے تو نمازیں برابر تقدیر و اندازہ کے ساتھ ادا کی جاتی رہیں گی:

"أنه ذكر الدجال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقلنا:يا رسول اللّٰه! وما لبثه في الأرض؟ قال:أربعون يوماً يوم كسنة ويوم كشهرويوم كجمعة وسائرأيامه كأيامكم فقلنا:فذلك اليوم الذی كسنة أتكفينا فيه صلوٰة يوم؟ قال:لا،اقدروا له قدره". (۳)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت سببِ وجوب نہیں ہے، علما کا ایک طبقہ اسی طرف گیا ہے کہ وقت سببِ وجوب نہیں ہے صرف علامت ہے، محقق ابن ہمام علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"جعل علامة على الوجوب الخفی الثابت في نفس الأمر". (۴)

بہر حال وقت کی حقیقت سبب وجوب کی ہو یا علامت کی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہوائی جہازوں کے سفر میں اکثر امتداد وقت کی حالت سے سابقہ پڑتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ زمین اپنے طول پر ہے، مشرق کی طرف سے ایک ہزار میل فی گھنٹہ کے حساب سے چوبیس گھنٹہ میں ایک چکر پورا کرتی ہے اور ہوائی جہاز عموماً زمین سے چالیس ہزار فٹ کی بلندی پر پرواز کرتے ہیں تو اگر زمین کی مخالف سمت میں یعنی سورج کی طرف پشت کر کے پرواز کرتے ہیں تو ان پر

(۱) ردالمحتار،كتاب الصلاة:۲٦٥/۱(أخرجه الطحاوی فی شرح مشكل الآثار(ح:۱۰٦۸)،والطبرانی فی المعجم الكبير،أم جعفربن محمدبن جعفربن أبی طالب (ح:۳۸۲)،وابن المغازلی فی مناقب علی،رجوع الشمس (ح:۱٤۰)انیس)

(۲) البحر الرائق،كتاب الصلوٰة:٤۲۳/۱۔

(۳) أخرجه مسلم من حديث طويل:٥٥/٤۔۲۲٥۰، فی كتاب الفتن:۱۱۰۔۱۱۱۔۲۹۳۷۔

(۴) فتح القدير:۲۲٤/۱۔

رات کے اوقات بڑھتے رہتے ہیں اور اگر ان کی پرواز زمین کے موافق سمت ہوتی ہے تو اس صورت میں چونکہ سورج سامنے ہوتا ہے اس لیے ان پر مسلسل دن کا وقت بڑھتا رہتا ہے، یہ ابتداء وقت کی صورت ہے، لیکن اس سے زیادہ حیرت ناک وہ شکل ہے جس میں وقت کم ہوتا ہے، کہتے ہیں کہ راکٹ چوبیس گھنٹہ میں زمین کے سترہ چکر لگاتا ہے یعنی ڈیڑھ گھنٹہ میں ایک چکر، جس کا مطلب یہ ہے کہ ڈیڑھ گھنٹہ میں نمازوں کے تمام اوقات راکٹ پر گذر جاتے ہیں اور اس طرح چوبیس گھنٹہ میں سترہ دن کی نمازیں فرض ہوجاتی ہیں، ان مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں جب کہ وقت معدوم بھی نہیں ہے لیکن معمول کے مطابق موجود بھی نہیں ہے، نمازوں کے متعلق کیا فیصلہ کیا جائے گا؟

(۱) کیا جو وقت گذر رہا ہے اس کے حساب سے نمازیں ادا کی جائیں گی؟ لیکن یہ صورت حدیثِ دجال کے خلاف ہے۔

(۲) یہ جو وقت معمول کے مطابق موجود نہیں ہے، تقدیر و انداز کر کے اس کے حساب سے نمازیں ادا کی جائیں گی، لیکن اس صورت میں یہ اشکال ہے کہ تقدیر و اندازہ کے لیے کون سے اوقات کو معیار بنایا جائے گا؟

(۳) یہ جو وقت معمول کے مطابق موجود نہیں ہے اس کو بنیاد قرار دے کر نماز کی عدمِ فرضیت کا فیصلہ کیا جائے گا، یہ وہ بنیادیں ہیں جن پر استفتاء مرتب کیا گیا ہے، اس سلسلہ میں احقر بھی چند معروضات بغرض اصلاح پیش کر رہا ہے، ملاحظہ فرمائیں اور اپنی تحقیقات علمیہ وفقہیہ سے سرفراز فرمائیں۔

اس میں شک نہیں کہ شریعت نے نماز کا مدار شمس کے اوقات پر رکھا ہے۔

قال اللّٰه تعالیٰ: ﴿أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ﴾.(۱)

اور اس میں بھی شک نہیں کہ شمسی اوقات کرۂ ارض کے ہر حصہ میں یکساں نہیں پائے جاتے جیسا کہ مشاہدہ ہے، بلکہ ان میں تفاوت کثیر نظر آتا ہے۔

۱۔ اصولاً جن مقامات میں یہ اوقات نہ پائے جاتے ہوں، نماز فرض نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ جب سبب وجوب ہی نہیں ہے تو نماز کی فرضیت کا حکم کس طرح دیا جاسکتا ہے، چنانچہ علما کا ایک طبقہ ایسے موقعہ پر نماز کی عدمِ فرضیت ہی کا قائل ہے۔

وبه جزم في الكنز والدرر والملتقٰى وبه أفتى البقالي ووافقه الحلواني والمرغيناني ورجحه الشرنبلالي والحلبي. (۲)

(۱) سورۂ بنی اسرائیل: ۷۸۔

(۲) الدر المختار: ۲۶۷/۱ ۔ كتاب الصلاة، مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار.

یہ تمام حضرات عدمِ سبب ہی کی بناپر نماز کی عدمِ فرضیت کے قائل ہیں، اوران کی اصل بقالیؒ کا فتویٰ ہے۔

"ومن لم يوجد عندهم وقت العشاء كما قيل يطلع الفجر قبل غيبوبة الشفق عندهم، أفتى البقالي بعدم الوجوب عليهم لعدم السبب، وهو مختار صاحب الكنز كما يسقط غسل اليدين من الوضوء عن مقطوعهما من المرفقين، وأنكره الحلواني ثم وافقه". (۱)

میرے نزدیک بقالیؒ کی اس عبارت پر کہ وقت سببِ وجوب ہے، کچھ اور بھی اشکالات ہیں:

۱: وقت جس کا سبب یا علامت ہونا محض دلیل ظنی سے ثابت ہے اس کو نماز کی متواتر الثبوت خمسیت کو ختم کرنے کے لیے حجت بنایا جاتا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے۔

۲۔ لیلۃ الاسراء میں جو خمسین صلوٰۃ فرض ہوئیں اور آخر میں معاف ہوکر خمس صلوٰۃ رہ گئیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان سے مراد خمس اوقات ہیں، کیونکہ ہم اوقات میں تو خمسیت پاتے ہیں صلوٰۃ میں نہیں پاتے، معراج میں صلوٰۃ کا عدد گیارہ کا فرض ہوا پانچ کا نہیں۔

"إن الصلوٰة فرضت ليلة الإسراء ركعتين ركعتين إلا المغرب". (۲)

نیز بعد کو حضر میں دو، دو کا مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

ثم زيدت بعد الهجرة إلا الصبح. (۳)

یہ اضافہ اوقات میں نہیں نماز میں کیا گیا ہے۔

تو کیا ایک مرتبہ معاف کرا کے دوبارہ بالکل وجوب کا حکم نہ ہونا اس کا کوئی قائل نہیں ہے؟ لہذا خمس اوقات کی بات ہی صحیح معلوم ہوتی ہے تو اگر اس کو صحیح تسلیم کرلیا جاتا ہے تو اس صورت میں اوقات کا خود اپنے لیے سبب وجوب ہونا لازم آتا ہے جو صحیح نہیں ہے بلکہ غلط ہے۔

۳۔ یہ حقیقت ہے کہ ہر رکعت ایک مستقل نماز ہے۔

إن كل ركعة صلوٰة. (۴)

اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس کی ادائیگی رکعۃً، رکعۃً ممنوع ہے۔

"نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلوٰة ركعة ركعة". (۵)

(۱) فتح القدير: ۱/۱۹۷-باب المواقيت

(۲-۳) نيل الأوطار: ۱/۳۰۹. باب افتراض الصلاة ومتى كان.

(۴) الهداية: ۱۰۷. باب الإمامة

(۵) عن ابن عمر قال: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم صلاة الخوف في بعض أيامه فقامت طائفة معه بإزاء العدو، فصلى بالذين معه ركعة ثم ذهبوا وجاء الآخرون فصلى بهم ركعة ثم قضت الطائفتان ركعة ركعة. (مسند الإمام احمد، مسند عبدالله بن عمر بن الخطاب (ح: ۶۴۳۱)/ المسند المستخرج على صحيح مسلم لأبي نعيم (ح: ۱۸۹۱) انیس)

بلکہ شفعۃ شفعۃ ادا کرنا ضروری ہے، کیونکہ اس کی فرضیت ہی دو دو رکعت ہوئی ہے۔

"الصلوٰة فرضت ليلة الإسراء ركعتين ركعتين إلا المغرب، ثم زيدت بعد الهجرة إلا الصبح". (۱)

اور فقہا کا یہ اصول ہے کہ وجوبِ نماز کا تکرار وجوبِ اوقات کی وجہ سے ہوتا ہے، مثلاً ظہر اصولاً اپنے وقت پر فرض ہوتی ہے اور اصلاً دو رکعت ہوتی ہے، لیکن اس میں بعد کو جو دو رکعتوں کا اضافہ کیا گیا ہے تو کیا اس کا موجب بھی یہی ظہر کا وقت ہے۔ اصولاً تو اس کے لیے کوئی اور مستقل وقت ہونا چاہئے تھا، کیونکہ یہ دو رکعتیں خود ہی ایک مستقلِ نماز ہیں، لیکن ایسا کوئی نہیں کہتا، سب ان کو ظہر ہی کہتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وقت کو دو اور چار سے بحث نہیں شریعت نے جتنی نمازیں اس میں فرض کر دیں وہ ان کی ادائے گی کا محل بن جائے گا، اس وجہ سے صحیح بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ وقت سبب وجوب نہیں ہے۔

۴: وقت اس لیے بھی سبب وجوب نہیں ہے کہ اگر یہ سببِ وجوب ہی ہوتا تو اس کو نمازوں سے مقدم ہونا چاہئے تھا حالاں کہ تمام احادیث اس پر متفق ہیں کہ اوقات کا تعین فرضیتِ نماز کے اگلے دن ہوا ہے۔

۵: اور اس لیے بھی اس کو سبب وجوب نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ کلام اللہ میں اس کے علاوہ ایک اور سبب کا تذکرہ بھی موجود، یعنی ذکر کا۔

قال الله تعالىٰ: ﴿أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾. (۲)

کیا ایک نماز کے لیے ایک وقت میں دو سبب موجب ہو سکتے ہیں؟

ان وجوہات کی بنا پر وقت کو سببِ وجوب قرار دینا خدشہ سے خالی نہیں ہے۔ اگر وقت سبب وجوب نہیں ہے تو کیا اس کو علامت سمجھا جائے جیسا کہ محقق ابن ہمام کی رائے ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

"جعل الوقت علامة على الوجوب الخفي الثابت فى نفس الأمر".

پھر کچھ آگے چل کر **الخفي الثابت** کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

هو ما تواطأت أخبار الإسراء من فرض الله تعالىٰ الصلوات خمساً بعد ما أمروا أوّلاً بخمسين ثم استقر الأمر على الخمس شرعاً عاماً لأهل الأفاق، لا تفصيل فيه بين أهل قطر وقطر. (۳)

گو اس تشریح پر بظاہر یہ اشکال ہوتا ہے کہ احکام ومسائل کی بہت سی ایسی صورتیں ہیں جن میں نماز کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔ اس لیے حضرت محقق ابن ہمام ؒ کا شرعاً عاماً فرمانا صحیح نہیں ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عورتوں کے بعض

(۱) نيل الأوطار: ۱/۳۰۹. باب افتراض الصلاة ومتى كان.

(۲) سورة طه: ۱٤۔

(۳) فتح القدير: ۱/۲۲٤ _باب المواقيت/ ردالمحتار، مطلب فى فاقدوقت العشاء كأهل بلغار: ۱/۳٦۳. انيس

ایام میں فرضیت نماز ساقط ہو جاتی ہے۔ نیز قصر کی بنا پر دو رکعتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ نیز حالتِ محاربہ میں دو رکعتوں میں ہیئت کذائی ساقط ہو جاتی ہے۔ وغیرہ ذالک، لیکن بغور دیکھنے سے یہ اشکال صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ ان تمام صورتوں میں فرضیتِ نماز حکماً ساقط کی جاتی ہے حقیقۃً ساقط نہیں ہوتی۔

البتہ وقت کو علامت تسلیم کرنے سے ایک اور مسئلہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ ہوائی جہازوں کے مذکورہ بالا حالات میں وجوبِ نماز کا علم کس طرح حاصل ہو۔ علامہ شامیؒ نے اس کا حل تجویز فرمایا ہے:

"إنا لانسلم لزوم وجود السبب حقيقة بل يكفى تقديره كمافى أيام الدجال". (۱)

لیکن سوال یہ ہے کہ اس تقدیر و انداز کا معیار کیا ہونا چاہئے، کیونکہ فضا میں جو وقت گذر رہا ہے، وہ امتداد کی وجہ سے قابلِ اعتماد نہیں ہے، کیونکہ اس کا ایک وقت نمازوں کے متعدد اوقات پر چھایا ہوا ہے۔ اس سلسلے میں گو فقہا کی کوئی تشریح نظر سے نہیں گذری، لیکن ان کا میلان بظاہر اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ مقاماتِ قریبہ کے اوقات کو معیار بنایا جائے۔

علامہ شامیؒ ایک حوالہ سے لکھتے ہیں:

"(ويحتمل أن المرادبالتقدير المذكورهوماقاله الشافعية) من أنه يكون وقت العشاء فى حقهم بقدرما يغيب فيه الشفق فى أقرب البلاد إليهم". (۲)

مگر دشواری یہ ہے کہ ہوائی جہاز چونکہ فضا میں اڑتا ہے، اس لیے وہاں مقاماتِ قریبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ زمین کو فضا کا مقام سمجھا جا سکتا ہے۔

لیکن اس صورت میں یہ اشکال واقع ہوتا ہے کہ زمین بھی اختلاف اوقات سے خالی نہیں ہے، مثلاً! لینن گراڈ میں چھ مہینہ کا دن اور چھ مہینہ کی رات ہوتی ہے، یا ماسکو میں ۲۳ رجون کو ۲۳ رگھنٹہ کا دن اور ایک گھنٹہ کی رات ہوتی ہے اور ۲۳ ردسمبر کو اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اس لیے ان مقامات میں خود ہی تقدیر و انداز کی ضرورت درپیش رہتی ہے، یہ معیار کس طرح بن سکتے ہیں۔

آخری صورت یہ ہے کہ زمین کی مخصوص سطح کے اوقات کو تقدیر و اندازہ کا معیار قرار دیا جائے جو عموماً ۱۲ گھنٹہ کا دن اور ۱۲ گھنٹہ کی رات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ یہ آخری صورت ہی بہ چند وجوہ صحیح معلوم ہوتی ہے:

(۱) اوقاتِ عالم میں یہ اوقات سب سے زیادہ معتدل ہیں۔

(۲) قیاس یہ ہے کہ "لیلۃ الاسراء" میں انہیں اوقات کو بنیاد قرار دے کر نمازیں فرض کی گئی تھیں۔

(۱-۲) ردالمحتار: ۱/ ۲۶۶. كتاب الصلاة، مطلب فى فاقدوقت العشاء كأهل بلغار. انيس

کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"فرضت بخمسين صلوٰة في كل يوم".(۱)

یہ ارشاد "ليلة الإسراء" کے موقع کا ہے۔اسی موقع کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے:

"إن أمتک لاتستطيع خمسين صلوات كل يوم وإني والله قد جربت الناس قبلک".(۲)

ان دو عظیم پیغمبروں (علیہما السلام) نے کل یوم کے لفظ سے جو مراد لیا ہے یقیناً اسی کو فرضیت نماز کا کل یوم ہونا چاہئے اور معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر وفلسطین کا یوم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجاز کا یوم ارشاد فرما رہے ہیں، اس لیے اوقاتِ نماز کے واسطے سرزمین انبیاء علیہم السلام کے اوقات کو تقدیر وانداز کا معیار بنانا نہ صرف یہ کہ بہتر ہے بلکہ اقرب الی اللہ ہے، ہم فضا کے اوقات کو اس لئے بھی اپنے واسطے معیار نہیں بنا سکتے، کیونکہ یہ ہماری فطرت کے خلاف ہے، ہماری فطرت یہ ہے کہ!

﴿وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾.(۳)

زمین چونکہ ہمارا مستقر ہے، اس لیے زمین ہی کے اوقات ہمارے لیے معیار کا کام دے سکتے ہیں۔ بنابریں احقر کی رائے یہ ہے کہ ہم خواہ چاند پر ہوں یا راکٹ اور ہوائی جہاز میں یا لینن گراڈ اور ماسکو میں ہر جگہ ہم کو ۱۲ گھنٹے کا دن اور ۱۲ر گھنٹے کی رات کے معتدل نظام الاوقات کے مطابق نمازیں ادا کرنی چاہئیں۔فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

(محمد مقبول الرحمٰن سیوہاروی (خادم ادارہ المباحث الفقہیہ دہلی)

الجواب ———————— وباللہ التوفیق

محترم المقام زادت مکارمکم ومعالیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا تحریر کردہ جواب بغور پڑھا، جناب نے خلاصہ جواب جو اخیر میں بایں الفاظ (ہم خواہ چاند پر ہوں یا راکٹ میں ہوں یا ہوائی جہاز میں یا لینن گراڈ اور ماسکو میں ہر جگہ ہم کو ۱۲ر گھنٹے کے دن اور ۱۲ر گھنٹے کی رات کے معتدل نظام الاوقات کے مطابق نمازیں ادا کرنی چاہیں) تحریر فرمایا ہے، اس سے ہمیں پورا اتفاق ہے اور وہ بالکل صحیح ہے۔

سوال میں مذکورہ حالات کے اندر انہی ایامِ معتدلہ کے اوقات کا لحاظ کر کے جس وقت سے سفر کریں گے، اس وقت سے ہر چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازوں کے فصل کا اندازہ کر کے نماز پنجگانہ ادا کرتے رہیں گے اور باقی اس خلاصہ

(۱) مشكوة،باب المعراج: ٥٢٨۔ (الصحيح لمسلم،باب الإسراء برسول الله صلى الله عليه وسلم (ح:١٦٢) بلفظ:ففرض علي خمسين صلاة في كل يوم وليلة)/وفي الصحيح لابن حبان (ح:٤٨)بلفظ:ثم فرضت علي الصلاة خمسين صلاة في كل يوم.انيس)

(۲) مشكوٰة،باب المعراج:٥٢٨/۔(الصحيح للبخاري،باب المعراج (ح:٣٨٨٧) انيس)

(۳) سورة البقرة:٣٦۔

سے او پر جو اشکال و جواب اور طویل بحث وتمحیص پیدا ہوگئی ہے۔اس کا بڑا سبب علت اور سبب کے اصطلاحی معنیٰ کا ذہن سے ذہول کر جانا معلوم ہوتا ہے۔ غالبا دونوں کو ایک اور متحد المعنیٰ سمجھ لیا گیا ہے۔حالانکہ علت اور سبب دونوں دو مختلف اور الگ الگ چیزیں ہیں۔(۱) علت کے انتفا سے معلول کا منتفی ہو جانا ضروری ہو جاتا ہے۔اسی طرح علت سے معلول کا تخلف بیشک ممکن نہیں ہوتا،(۲) اور نہ علت میں تعدد وتوارد ہوسکتا ہے۔بخلاف سبب کے کہ اسباب میں تعدد وتوارد بھی ہوسکتا ہے،(۳) اور سبب کے انتفا سے مسبب کا انتفا لازم نہیں آتا ہے۔(۴) نیز مسبب کا تخلف بھی سبب سے ممکن ہے، جہاں کہیں اس کے خلاف نظر آتا ہے، وہاں سیاق وسباق کے قرائن سے سبب سے مراد علت ہوتی ہے اور یہ اطلاق بھی شائع وذائع ہے اور اس عرفی اطلاق کو بھی ممکن ہے کہ اس خلط میں دخل ہو۔یہی حکم اور حال علامت کا بھی ہے کہ اس میں بھی تعدد وتوارد اور تخلف سب ہوسکتا ہے، نماز پنجگانہ میں اصل علت وجوب کی حکم باری تعالیٰ عز وجل ہے اور وہ حکم ان اوقات پنجگانہ میں متوجہ ہوتا ہے، لیکن چونکہ انتہائی خفی ہوتا ہے، اس لیے اس پر شریعتِ غراء اور دربار رسالت علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام نے کچھ اسباب وعلامات مقرر فرما کر ہماری رہبری فرمادی ہے جن سے حکمِ خداوندی (جو اصل علتِ وجوب ہے) کا پتہ چل جاتا ہے اور امتثالِ امر سہل ہو جاتا ہے۔

پھر بعض کتبِ مذہب میں جو اوقات کو سبب اور بعض میں علامت ذکر کیا گیا ہے، ان میں نزاع حقیقی نہیں ہے، محض تعبیر وعنوان کا فرق ہے، جو اختلافِ لفظی سے آگے نہیں ہے اور مآل ان دونوں کا قریب قریب ایک ہی ہے۔

اسی طرح شمسی حرکات کے اندر جو انحصار کیا گیا ہے، وہ انحصار بھی صحیح نہیں ہے۔اس لیے کہ جس طرح دلوکِ شمس کا ذکر ہے، اسی طرح غسق لیل اور قرآن الفجر بھی مذکور ہے۔

﴿أَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ اللَّیْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ﴾.(۵)

نیز روایات صحیحہ میں عشا کے وقت کے بارے میں آتا ہے کہ تیسری رات کا چاند جس وقت غروب ہوتا ہے، اسی وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز ادا فرماتے:

”عن النعمان بن بشير. رضى الله عنه. قال: أنا أعلم الناس بوقت هذه الصلوٰة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصليها لسقوط القمر لثالثة“.(۶)

---

(۱) والسبب مع العلة إذا اجتمعا يضاف الحكم إلى العلة دون السبب إلا إذا تعذرت الإضافة إلى العلة فيضاف إلى السبب حينئذٍ.(اصول الشاشي، بحث الفرق بين السبب والعلة: ۳۵۶/۱. انيس)

(۲) ولاشک أن تخلف المعلول عن العلة باطل.(فتح القدير، باب الحجر للفساد: ۲۶۲/۹. انيس)

(۳) كشف الأسرار شرح أصول البزدوی، حکم الاجتهاد: ۲۳/٤. انيس

(۴) لأن انتفاء أحد السببين المستقلين لايوجب انتفاء المسبب .(فتح القدير، فصل فی غصب مالايتقوم: ۳۶۵/۹. انيس)

(۵) سورة بنی اسرائيل:۷۸۔

(۶) سنن الترمذی، باب ماجاء فی وقت صلوٰة العشاء الأخرة: ۲۳/۱۔

اسی طرح یہ بھی آتا ہے کہ شفق کی غیبوبت سے وقتِ عشا شروع ہوتا ہے۔

"وأول وقت العشاء إذا غاب الشفق". (۱)

اسی طرح نماز فجر کے وقت کے بارے میں وارد ہے کہ جس رات کی تاریکی میں افق کے اندر سفیدی نمایاں ہونے لگے اس وقت سے فجر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

"وقت الفجر من الصبح الصادق وهو البياض المنتشر فى الأفق إلىٰ طلوع الشمس". (۲)

یہ سب بھی اوقات کی نشاندہی میں وارد ہے۔

غرض جناب کی مساعی اور کاوشیں ایک علمی سعی وکوشش ہے، جو بلا ریب قابل ستائش وتحسین ہے اور خلاصہ جواب جو اخیر جواب میں مذکور ہے وہ بلا ریب صحیح ودرست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔ الجواب صحیح العبد محمود غفرلہ (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۶۴-۱۷۱)

ہوائی سفر میں اوقات کے فرق کا نماز روزہ پر اثر:

سوال: ہمارے رشتہ داروں میں اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ ایک شخص پاکستان میں فجر، ظہر، عصر، مغرب کی نمازیں کراچی میں پڑھ لیتا ہے اور مغرب کے بعد وہ ہوائی جہاز میں سوار ہوا اور ایک گھنٹہ یا دو یا پانچ یا دس گھنٹے میں ایسے ملک میں پہنچا جہاں ظہر کی نماز کا وقت تھا، اسی طرح روزہ کی کیا صورت ہوگی؟

الجواب

نماز تو جو پڑھ چکا ہے وہ ادا ہوگئی، دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں اور روزہ وہ اس وقت کھولے گا جب اس ملک میں روزہ کھولنے کا وقت ہوگا۔ (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۲۱۴)

خروجِ دجال کے وقت نماز کس طرح پڑھی جائے گی:

از رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، بعد سلام مسنون!

آنکہ خط تمہارا آیا حال معلوم ہوا۔ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہارے بھائی کی مغفرت ہوئی۔

اور جواب مسائل کا یہ ہے کہ جس وقت خروج دجال ہوگا وہ اپنے تصرف سے نظر بندی کر دے گا، جس کی وجہ سے

---

(۱) الهداية، كتاب الصلوٰة: ۱/۸۲۔

(۲) الفتاوىٰ الهندية، كتاب الصلوٰة: ۱/۵۱۔

(۳) فلو غربت ثم عادت هل يعود الوقت الظاهر نعم (قوله الظاهر نعم) ... قلت: على أن الشيخ إسماعيل رد ما بحثه فى النهر تبعاً للشافعية، بأن صلاة العصر بغيبوبة الشفق تصير قضاء ورجوعها لا يعيدها أداء، وما فى الحديث خصوصية لعليّ... قلت ويلزم على الأول بطلان صوم من أفطر قبل ردها وبطلان صلاته المغرب لو سلمنا عود الوقت بعودها للكل، والله تعالى أعلم (رد المحتار على الدر المختار: ۱/۳۶۰-۳۶۱، مطلب لو ردت الشمس بعد غروبها)

لوگوں کو دن معلوم ہوگا، تو درحقیقت اس برس روز میں، مثل اور ایام کے طلوع وغروب واستواء وغیرہ سب کچھ ہوگا، لیکن نظر بندی کی وجہ سے نظر کچھ نہ آئے گا، تو ایسی صورت میں اسباب نماز پنج وقتی بے شک واقع ہوئے، لیکن قصورا پنے ادراک کا ہوا، لہٰذا فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اندازہ کرکے پڑھو۔(۱) بخلاف اس کے کہ جب درِتوبہ بند ہوگا اور آفتاب مغرب سے نکلے گا، اس سے قبل تین روز تک آفتاب طلوع نہ ہوگا، تو وہاں یہ فرمایا کہ جیسے بالفرض اگر آفتاب ابر غلیظ میں نظر نہ آئے اور عالم میں اندھیرا رہے، تو اندازہ کرکے نمازیں پڑھنا چاہئے، کیونکہ اسباب واقع میں متحقق ہیں، گو ہم کو کسی وجہ سے محسوس نہ ہویں اسی طرح دجال کا ایک دن درحقیقت برس روز ہے، یعنی تین سو ساٹھ روز ہیں، اور ان میں طلوع وغروب اپنے اپنے موقع سے ہوتا ہے، گو ہم کو بوجہ نظر بندی نظر نہ آوے، تو ہر دن کی نمازیں، اندازہ سے پڑھنا چاہئے اور قواعد واصول کے کچھ منافی نہیں۔(۲)

(مجموعہ رام پور، ص:۲۳) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۵۲)

پہاڑوں کے درمیان علاقے کا طلوع وغروب:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارا علاقہ پہاڑوں کے درمیان واقع ہے سورج کا طلوع پہاڑ سے ہوتا ہے طلوع پانچ بجکر بیس منٹ پر ہوتا ہے اور غروب سات بجکر چھ منٹ پر ہوتا ہے تو ہم فجر کی اذان کس وقت دیا کریں؟ بینوا توجروا۔ (المستفتی: مولانا لطیف الرحمٰن کوٹکے تختی خیل شکر اللہ......۱۴۱۰ھ)

الجواب

آپ ریڈیو سے طلوع وغروب کا وقت معلوم کریں اور وقت طلوع شمس سے سوا گھنٹہ قبل اذان فجر دیا کریں اور بوقت غروب اذان مغرب دیا کریں۔(۳) **وھو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ:۲/۱۴۳-۱۴۴)

(۱) خروج دجال کی روایت حضرت نواس بن سمعانؓ سے مروی ہے جو مسلم شریف میں ہے:

قلنا: فذالک الیوم الذی کسنة أتکفینا فیه صلاة یوم ؟ قال:" لا اقدروا له قدره". (مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال، ص: ۴۰۱، جلددوم [مطبع مجتبائی، دهلی: ۱۳۱۹ھ] نیز: کتاب الفتن و شرائط الساعة، باب ذکر الدجال و صفة إمامته، ص: ۱۳۴۲، جلددوم رقم الحدیث: ۲۹۳۷، ت: أبو قتیبة نظر محمد فاریابی [دارطیبة ریاض ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء] (مشکوٰة، کتاب الفتن، باب العلامات بین یدی الساعة الفصل الأول، ص: ۴۷۳، أصح المطابع، رشیدیة دهلی: ۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۵ء.) نیز مشکوٰة المصابیح: ۲۰۴۶-۲۰۴۷ [مکتبة التوبة. ریاض، ت: رمضان بن احمدبن علی آل عوف] ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۳ء)

اور اگلی روایت کہ جب درتوبہ بند ہوگا، الخ، یہ روایت کہیں پڑھنے میں نہیں آئی۔ واللہ اعلم (پالن پوری)

(۲) نوٹ: یہ گرامی نامہ ان ہی الفاظ پر ختم ہوگیا ہے، بظاہر ناتمام ہے۔ (نور)

(۳) قال الحصکفی: (وقت) صلاة (الفجر)... (من) أول (طلوع الفجر الثانی) وھو البیاض المنتشر المستطیر لا المستطیل (إلیٰ) قبیل (طلوع ذکاء) بالضم غیر منصرف اسم الشمس. (الدر المختار علیٰ ھامش رد المحتار، کتاب الصلاة: ۱/۲۶۳)

آفتاب کے طلوع وغروب میں ہموار زمین کا اعتبار ہے:

سوال: آفتاب طلوع وغروب میں ہموار زمین لی جاوے یا پہاڑ، اگر ہموار زمین لی جاوے تو دشوار معلوم ہوتا ہے، ہمارے یہاں مشرق اور مغرب کی جانب پہاڑ ہے اور جب آفتاب کا کنارہ پہاڑ سے نکل نہ آیا تو اس وقت تک فجر کا وقت باقی رہے گا یا نہیں اور اس طرح مغرب کا وقت جب آفتاب پہاڑ کے پیچھے ہو جاوے گا اس وقت نماز مغرب فوراً آجائے گا یا کہ نہیں مگر یہ مشرق کی جانب تاریکی نمودار نہ ہوا گر کوئی شخص مشرق کی جانب تاریکی ہونے سے پہلے نماز مغرب پڑھ لے تو اس کی نماز صحیح ہو جائے گی اور بعض کہتے ہیں کہ مشرق کی جانب تاریکی ہونا شرط نہیں ہے، کیوں کہ مکہ معظّمہ میں جب آفتاب پہاڑ کے پیچھے ہو جاتا ہے مؤذن فوراً اذان کہتا ہے تاریکی نہیں ہوتی ہے اور بعض کہتا ہے کہ مشرق کی جانب تاریک ہونا شرط ہے، بدون تاریکی مغرب کی نماز نہیں ہوگی اب سوال یہ ہے کہ کس کا قول صحیح ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

ہموار زمین کا اعتبار ہے، (۱) آفتاب جب تک غروب نہیں ہوتا ہے، مشرق کے کنارے پر تاریکی نہیں آتی۔ جہاں پہاڑ وغیرہ مانع ہوں، وہاں کے لوگوں پر قریب تر مقام کے طلوع وغروب کا لحاظ کر کے عمل کرنا چاہیے، جہاں پہاڑ وغیرہ مانع نہ ہوں یا پھر حساب لگا کر مزید احتیاط کر لینی چاہئے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ العبد نظام الدین الاعظمی عفی عنہ، مفتی دار العلوم دیوبند۔ ۱۳۸۸/۱۲/۲۲ھ۔

الجواب صحیح: محمود عفی عنہ۔ ۱۳۸۸/۱۲/۲۲ھ۔ (نظام الفتاویٰ، جلد پنجم، جزء اول: ۲۲-۲۳)

کئی ماہ تک جہاں سورج طلوع یا غروب نہ ہو، وہاں نماز کے اوقات:

سوال: حضرت میں نے یہاں آکر سنا ہے کہ نوروے جو کہ قطب شمالی کے قریب ہے، ایک ملک ہے، (۲) یہاں پر جاڑوں کے موسم میں اور گرمیوں کے موسم میں دو مہینے ایسے ہوتے ہیں کہ دو مہینے تک دن ہی دن رہتا ہے اور دو مہینے تک رات ہی رات۔ تو اس صورت میں حضرت نماز کیسے پڑھنا چاہئے؟

(۱) وأصح ماقیل فی معرفة الزوال قول محمدبن شجاع البلخی: أنه یغرزعودًا مستویًا فی أرضٍ مستویةٍ. (بدائع الصنائع، فصل فی شرائط أرکان الصلاة: ۱/۱۲۲-انیس)

(۲) فقہی نقطۂ نظر سے دنیا دو خطوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔

ا۔ جہاں ۲۴ گھنٹوں میں ایک بار طلوع اور ایک بار غروب ہوتا ہے، ان خطوں کی پھر دو قسمیں ہیں:

(الف) معتدل ممالک: یعنی جہاں رات دن کے اوقات مساوی ہوں یا اعتدال کے ساتھ کم وبیش ہوتے ہوں　==

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

(من الاحقر)

کیا ان دو مہینوں میں غروب ہی نہیں ہوتا یا طلوع ہی نہیں ہوتا یا تھوڑی دیر کے لئے ہوتا ہے ہر ایک کا جدا جدا حکم ہے۔

اس کے جواب میں ذیل کا خط آیا:

دوسرے سوال کے متعلق یہ عرض ہے کہ دو مہینے تک تو غروب ہی نہیں ہوتا برابر دن رہتا ہے اور سال بھر میں دو مہینے ایسے ہوتے ہیں کہ سورج نکلتا ہی نہیں۔ یہ مجھے یہاں پر آ کر معلوم ہوا ہے۔ میرے پاس یہاں پر کوئی بڑا جغرافیہ نہیں تا کہ میں فوراً اس کو پڑھ کر معلوم کر لیتا، یہاں پر اکثر لوگ مذہب کے متعلق سوال کرتے رہتے ہیں تو خیال ہے کہ اگر کسی نے پوچھ لیا کہ ایسے ملک میں جہاں پر سورج نکلتا ہی نہیں یا نکلتا تو ہے غروب ہی نہیں ہوتا تو پھر کیسے نماز پڑھو گے تو میرے پاس اس کا کوئی صحت بخش جواب نہ ہوگا۔ سائل بالا۔

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــ

(من المولوی عبدالکریم)

جس موسم میں دن یا رات بہت ہی بڑی ہو جاوے اس وقت یہ حکم ہے کہ اس علاقہ سے قریب ترین علاقہ جس میں معمولی طور پر غروب ہوتا ہو اس کے اوقات معلوم کئے جاویں اور نماز روزہ سب اسی حساب سے رکھیں۔

مؤرخہ ۹ / جمادی الآخر ۱۳۵۰ھ

اس کا حاصل (من الاحقر) یہ ہے کہ جس مقام میں دو مہینہ کی رات اور دو مہینہ کا دن ہوتا ہے، یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کے اطراف کے مقامات میں جو مقامات ایسے ہیں کہ ان ہی دنوں میں وہاں مجموعہ رات دن کا چوبیس (۲۴) گھنٹہ کا ہوتا ہے، ان مقامات میں کونسا مقام بہ نسبت دوسرے مقامات کے اس مقام مذکورہ بالا طویل النہار وطویل اللیل کے نسبۃً قریب تر

== (۴۵ / عرض البلد کے اندر کے علاقے)

(ب) غیر معتدل ممالک: یعنی وہ علاقے جہاں رات دن کے اوقات میں فاحش (بہت زیادہ) کمی بیشی ہوتی ہو، مثلاً برطانیہ جہاں گرمیوں میں اٹھارہ گھنٹے کا دن اور چھ گھنٹہ کی رات ہو جاتی ہے۔

۲۔ جہاں ۲۴ گھنٹوں میں ایک بار طلوع اور ایک بار غروب نہیں ہوتا۔ خواہ وہاں ۲۴ گھنٹوں میں کئی کئی بار طلوع وغروب ہوتے ہوں یا ۲۴ گھنٹوں سے زائد وقت ایک بار طلوع وغروب کے لئے لگتا ہو۔ ان میں سے نمبر: ۱ (الف) کا حکم واضح ہے اور نمبر: ۱ (ب) کا حکم سوال نمبر: ۱۷۳ کے جواب میں آ رہا ہے۔ یہاں زیر بحث قسم نمبر: ۲، ہے۔ (سعید)

ہے، اس معمولی طلوع وغروب والے مقام کے حساب سے اس طویل النہار واللیل کا حساب ہوگا، یعنی معمولی مقام میں نماز فجر کے جتنے گھنٹے بعد ظہر کی نماز ہوتی ہے، اتنے ہی گھنٹوں بعد اس طویل النہار واللیل مقام میں ظہر پڑھیں گے۔

اسی طرح اور نمازیں بھی اسی حساب سے اس طویل رات یا طویل دن میں دو مہینے کی نمازیں گھنٹوں کے حساب سے پڑھیں گے، جس طرح وہاں کے باشندے اپنے اور معاملات نوکری چاکری مزدوری میں اسی قسم کا حساب کرتے ہوں گے، یعنی اس طویل دن میں مزدور لوگ ایک دن کی مزدوری نہ لیتے ہوں گے بلکہ دو ماہ کی لیتے ہوں گے۔

اسی طرح اس طویل شب میں کارخانے والے لوگ نوکروں کو تعطیل دینے میں ایک شب شمار نہ کرتے ہوں گے۔ بس ایسے ہی حساب نمازوں کا سمجھ لیا جاوے۔ اسی طرح روزہ وافطار گھنٹوں کے حساب سے ہوگا اور یہ قول ہے بعض علما کا۔

اور میرے نزدیک اس میں سخت دشواری ہے اس لئے دوسرے بعض علما کے قول کو ترجیح دیتا ہوں، یعنی جس موسم میں جتنا بڑا دن اور رات ہو اس دن رات کے مجموعہ میں پانچ ہی نمازیں فرض ہیں یعنی صبح صادق اور طلوع شمس کے درمیان فجر کی نماز، پھر دن ڈھلے ظہر، وعلیٰ ہٰذا البقیہ نمازیں۔

اور روزہ ایسے طویل دن میں اداءً فرض نہیں۔ بلکہ معمولی دنوں میں قضا رکھا جاوے گا۔

نصف جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ھ۔

﴿نوٹ﴾ نمبر۔۱: آئندہ کی اعانت فی الجواب کے لئے مسائل سے حسبِ ذیل تنقیحات کی گئیں، جواب کا انتظار ہے۔

(۱) وہاں کے باشندے اپنے حسابات ومعاملات میں ایسے لیل ونہار شمار کرتے ہیں یا دو مہینے کے لیل ونہار۔

(۲) اگر متعدد لیل ونہار شمار کرتے ہیں تو اس کا معیار کیا ہے جس سے منضبط کیا جاتا ہے اور جس کی بنا پر تاریکی کے بعض حصص کو نہار اور روشنی کے بعض حصص کو لیل قرار دیا جاتا ہے۔

(۳) اسی کی فرع یہ ہے کہ وہاں ایک سال بارہ مہینہ کا سمجھا جاتا ہے یا کم کا۔ اسی طرح ہر مہینہ ۲۹-۳۰-۳۱ کا شمار ہوتا ہے یا بعض مہینہ کم کا؟

﴿نوٹ﴾ نمبر۔۲: جواب ہٰذا کے متعلق ایک نقشہ وہاں کے طلوع وغروب کا ایک ماہر فن سے مرتب کرا کے ملحق کر دیا گیا۔

اشرف علی

طلوع وغروب وشفق وصبح صادق

عرض بلد ۵۵ درجہ ۵۳ دقیقہ، طول بلد ۴ درجہ ۲۳ دقیقہ رمشرق ۔ رین فیرو واقع اسکاٹ لینڈ:

(از محمد مظہر تھانوی مقیم بھوپال)

بحساب وقت ریلوے برطانیہ اعظم اسٹینڈرڈ ٹائم

	صبح صادق		طلوع		غروب		شفق		
ایام	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	گھنٹہ	منٹ	کیفیت
جنوری ۱	۶	۲۸	۸	۵۰	۱۵	۵۶	۱۸	۱۷	
۱۱	۶	۲۶	۸	۵۴	۱۶	۱۰	۱۸	۲۸	
۲۱	۶	۱۹	۸	۳۳	۱۶	۲۸	۱۸	۵۴	
۳۱	۶	۷	۸	۱۷	۱۶	۴۹	۱۹	۰	
فروری ۱۰	۵	۵۰	۷	۵۷	۱۷	۱۱	۱۹	۱۹	
۲۰	۵	۳۰	۷	۳۴	۱۷	۳۳	۱۹	۳۸	
مارچ ۲	۵	۲	۷	۷	۱۷	۵۵	۱۹	۵۹	
۱۲	۴	۴۹	۷	۴۴	۱۸	۱۶	۲۰	۲۱	
۲۱	۴	۹	۶	۱۷	۱۸	۲۶	۲۰	۴۶	
اپریل ۱	۳	۳۶	۵	۵۱	۱۸	۵۶	۲۱	۱۳	
۱۱	۳	۰	۵	۲۵	۱۹	۱۵	۲۱	۴۵	
۲۱	۲	۱۷	۵	۰	۱۹	۳۷	۲۲	۲۴	
مئی ۱	۱	۱۹	۴	۳۶	۱۹	۵۰	۲۳	۲۳	ان دنوں
۱۱			۴	۱۴	۲۰	۱۷			میں تمام
۲۱			۳	۵۶	۲۰	۲۶			رات شفق
۳۱			۳	۴۲	۲۰	۵۲			رہتی ہے۔

جون ۱۰			۳	۳۳	۲۱	۴			//
۲۰			۳	۳۱	۲۱	۱۰			
۳۰			۳	۳۵	۲۱	۲۶			
جولائی ۱۰			۳	۴۴	۳۱	۳			//
۲۰			۳	۵۹	۲۰	۵۰			
۳۰			۴	۱۲	۲۰	۳۳			
اگست ۹			۴	۳۵	۲۰	۱۲			//
۱۹	۱	۲۲	۴	۵۵	۱۹	۴۹	۲۲	۴۲	
۲۹	۲	۴۱	۴	۱۹	۱۹	۲۵	۲۱	۵۵	
ستمبر ۸	۳	۱۴	۵	۳۴	۱۸	۵۹	۲۱	۱۶	//
۱۸	۳	۴۲	۵	۵۴	۱۸	۳۲	۲۰	۴۲	
۲۸	۴	۶	۶	۱۳	۱۸	۵	۲۰	۱۱	
اکتوبر ۸	۴	۲۸	۶	۳۳	۱۸	۳۹	۱۹	۵۳	//
۱۸	۴	۴۹	۶	۵۴	۱۷	۱۴	۱۹	۱۷	
۲۸	۵	۱۹	۷	۱۵	۱۶	۵۰	۱۹	۱۵	
نومبر ۷	۵	۲۸	۷	۳۶	۱۶	۲۹	۱۸	۳۷	//
۱۷	۵	۴۴	۸	۵۷	۱۶	۱۰	۱۸	۲۲	
۲۷	۶	۰	۸	۱۶	۱۶	۵۶	۱۸	۱۲	
دسمبر ۷	۶	۱۳	۸	۲۱	۱۵	۴۷	۱۸	۷	//
۱۷	۶	۲۳	۸	۴۴	۱۵	۴۵	۱۸	۷	
۲۷	۶	۲۸	۸	۵۰	۱۵	۵۰	۱۸	۱۲	
۳۱	۶	۲۸	۸	۵۰	۱۵	۵۵	۱۸	۱۷	

اوپر کے اعداد و شمار شاہی رصدگاہ واقع گرینوپچھ کے شائع کردہ ناٹیکل المنک کی امداد سے تیار کئے گئے ہیں۔

ضمیمہ نقشہ:

از ترتیب دہندہ نقشہ ہذا بذریعہ کارڈ جس کی یہ عبارت ہے کہ طلوع سے غروب تک کا وقت نصف کرنے سے زوال دریافت ہوسکتا ہے اور مقدار شفق سے ایک ربع کم مقدار کے قریب جب غروب میں وقت رہے تو عصر کا وقت شروع ہوگا۔اھ

اشرف علی

(النور، صفحہ:۳، ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ/تا/النور، صفحہ:۷، ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ)(امداد الفتاویٰ جدید:۱/۲/۱۷۱-۱۷۴)

سوال ذیل مقام رین فیرو اسکاٹ لینڈ ملک انگلستان سے آیا:

جس مقام پر طلوع شمس وغروب کا علم دشوار ہے، وہاں مغرب وعشا کی نماز میں فرق کا بیان:

سوال: یہاں پر سورج آج کل ۵/بجے کے قریب نکلتا ہے اور نو بجے رات کو غروب ہوتا ہے۔ میں مغرب کی نماز ۹/بجے پڑھتا ہوں اور عشا ساڑھے دس بجے پڑھتا ہوں لیکن کچھ دنوں میں سورج ساڑھے چار بجے کے قریب نکل آیا کرے گا اور غروب پونے دس بجے ہوگا اس کے متعلق گزارش ہے کہ اس صورت میں عشا اور مغرب کے درمیان کتنا فصل کم سے کم ہونا چاہئے۔(۱)

---

(۱) جوممالک ۴۵/عرض البلد سے اوپر واقع ہیں، وہاں شفق دیر سے غائب ہوتی ہے اور صبح صادق جلدی ہوتی ہے۔ موسم گرما کے بعض مہینوں میں غروب شفق اور صبح میں بہت ہی کم فاصلہ رہتا ہے بطور مثال ۴۵/عرض البلد کے طلوع وغروب کا نقشہ یہ ہے۔

طلوع آفتاب: ۳۵-۴	غروب: ۴۱-۹	دن کی مقدار: ۶-۱۷
غروب شفق بحری: ۱۹-۱۲	صبح صادق: ۵۸-۱	درمیانی فاصلہ ۳۸-۱

پھر جس قدر اوپر جائیں گے وقت کم ہوتا رہے گا حتّٰی کہ ۵۶عرض البلد (گلاسکو) میں ۲۰/جون سے ۱۲/جولائی تک بحری شفق غائب ہی نہ ہوگی اور ۵۸-۶۰عرض البلد (بالائی اسکاٹ لینڈ) میں ۱۲مئی سے ۲۵/جولائی تک شفق مذکور غائب ہی نہیں ہوتی، ان دونوں میں ساری رات شفق پر اجالا رہتا ہے۔ گویا سوال نمبر:۱۷۲کے حاشیہ میں جو اقسام بیان کئے گئے ہیں ان میں سے یہ نمبر ۱ (ب) ہے یہاں مندرجۂ ذیل سوالات پیدا ہوتے ہیں۔

۱۔ جوممالک ۴۵/عرض البلد پر ہیں وہاں شفق ابیض اور صبح صادق میں بہت کم فاصلہ رہتا ہے اس لئے شفق ابیض کے بعد عشا ادا کرنا ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہے۔

۲۔ جب ان اوقات میں رمضان آجائے تو تراویح، سحری وغیرہ مسائل بھی حل طلب ہوجائیں گے یعنی جہاں شفق ابیض اور صبح صادق میں فاصلہ ہی نہیں ہو تو وہاں سحری کب ختم کی جائے۔

۳۔ مثلین کے بعد غروب تک سردیوں میں صرف گھنٹہ بھر کا فاصلہ رہتا ہے تو کیا حنفی المسلک مثل ثانی میں نماز عصر ادا کرسکتا ہے۔

حضرت مجیب قدس سرہ نے مذکورہ سوالات میں سے یہاں صرف شفق اور صبح صادق سے بحث کی ہے، بقیہ مسائل کی بحث سوال نمبر ۴۲۷ کے جواب میں کی گئی ہے۔ راقم نے اس سلسلہ میں ایک مفصل جواب لکھا ہے، جس میں تمام سوالات کا حل ہے، جو صدق جدید لکھنؤ، جلد:۲۰، شمارہ نمبر:۳۴-۳۵ میں شائع ہوگیا ہے۔(سعید احمد)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

(من الاحقر)　　قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ صبح صادق سے طلوع شمس تک جتنا فصل ہوتا ہے اتنا ہی غروب سے وقت عشا تک، سو اگر پہلا فصل معلوم ہو سکے تو اتنا ہی دوسرا سمجھا جاوے اور اگر معلوم نہ ہو سکے تو یہی پرچہ پھر واپس کیا جاوے میں اس کی فن دانوں سے تحقیق کر کے اطلاع دوں گا۔

اس کے بعد دوسرا خط آیا:

سوال:　آنجناب کے حکم کے بموجب پرچہ واپس کر رہا ہوں۔ صبح صادق کا معلوم ہونا مشکل ہے کیونکہ یہاں پر روشنی مثل صبح صادق کے رات کے کبھی ایک بجے تک رہتی ہے اور اس طرف پھر تین بجے کے قریب شروع ہو جاتی ہے یہاں پر اوقات بہت جلد جلد بدلتے رہتے ہیں۔ پچھلے دنوں جون کے مہینہ میں سورج کے نکلنے کا وقت چار بجے تک آ گیا تھا اور غروب رات دس بجے تک ہوتا تھا لیکن تھوڑے ہی عرصہ کے بعد اب طلوع کا وقت چھ بجے ہے اور غروب کا وقت ساڑھے آٹھ بجے ہو گیا، یہ معلوم ہوا ہے کہ دن بدن بڑھتا ہی جائے گا اور یہاں تک پہونچ جائے گا کہ طلوع دن کے نو بجے ہوگا اور غروب تین بجے دن کے پیشتر اس کے کہ یہ صورت ہو حضرت اس صورت میں نماز کے اوقات کس طرح پر قائم کئے جائیں اور اگر رمضان شریف اس زمانہ میں آیا تو روزے اور سحری کے کیا اوقات ہونے چاہئیں؟

(سائل بالا)

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

(من المولوی عبدالکریم)

صبح صادق کی شناخت یہ ہے کہ ایک روشنی مشرق میں لمبی شروع ہوتی ہے، یعنی طلوع آفتاب کی جگہ ایک اونچا ستون سا ہوتا ہے، یہ صبح کاذب ہے، بعد ازاں یہ روشنی تقریباً غائب ہو کر دوبارہ ایک روشنی عرض آسمان میں یعنی شمالاً جنوباً پھیلتی ہے، اس کی ابتداء سے قبل سحری موقوف کر دینا لازم ہے اور اس کے پھیل جانے پر پھر فجر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور اسی مذکورہ روشنی کے پھیلنے سے پیشتر اسی طرح ایسی سفید روشنی جب تک غروب کے بعد رہے وہ شفق ہے، اس وقت تک عشاء کی نماز نہ پڑھی جاوے۔ جب یہ روشنی غائب ہو جائے عشا پڑھ لی جاوے۔ سحری کھا کر روزہ شروع ہوتا ہے اور غروب آفتاب پر افطار کرنا چاہئے، خواہ دن چھوٹا ہو یا بڑا اس کا کوئی اعتبار نہیں، (البتہ بہت بڑا ہو تو اس کا حکم دوسرا ہے جو سوال نمبر: ۱۷۲ کے جواب میں مذکور ہے)۔

(من الاحقر)

اصل یہ ہے کہ صبح صادق کا معلوم ہونا مشکل نہیں۔ اسی طرح غروب کے بعد کی سفید روشنی شفق کی معلوم ہونا مشکل

نہیں، کیونکہ اس کی خاص پہچان یہ ہے؛ یعنی رات کی تاریکی تو ممتاز چیز ہے تو جو روشنی مشرق یا مغرب میں اس کے خلاف ہوگی، وہ بھی ممتاز ہے۔ سو یہ روشنی جب تک مغرب کی جانب رہے، وہ مغرب کا وقت ہے اور جب یہ غائب ہوجاوے، وہ عشا کا وقت ہے اور ایسی ہی روشنی جب تک مشرق میں نمودار نہ ہو، وہ رات ہے اور جب مشرق میں نمودار ہوجاوے، وہ صبح صادق ہوگئی، نماز کا وقت ہوگیا۔

(النور، شوال: ۱۳۵۰ھ، صفحہ: ۱۰۔ والنور، صفحہ: ۳۔ ذی قعدہ: ۱۳۵۰ھ)

نوٹ: سوال نمبر: ۱۷۲(۱) وسوال نمبر: ۱۷۳(۲)، ایک ہی سائل کے ہیں، جو مقام رین فیرو اسکاٹ لینڈ ملک انگلستان سے آئے۔ (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۱۷۴۔۱۸۱)

وہ مقامات جہاں شفق ابیض اسی طرح شفق احمر غائب نہیں ہوتی، وہاں نماز وروزہ کا حکم:

سوال: وہ علاقہ جہاں پر شفق ابیض غائب نہ ہوتی اسی طرح جہاں پر شفق احمر بھی غائب نہیں ہوتی، وہاں کے لئے فقہا نے لکھا ہے کہ عشا کی نماز کے لئے تقدیر کرے۔ جیسا کہ درمختار میں ہے:

فيقدر لهما. (۳)

اور فجر کے متعلق لکھتے ہیں کہ فجر طلوع ہوئی ہے۔

كبلغار فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق، الخ. (۴)

اس سے معلوم ہوا کہ جہاں پر عشا کا وقت نہیں ہوتا وہاں پر طلوع فجر ہوتی ہے، اس میں حسب ذیل سوالات وارد ہوتے ہیں، امید ہے کہ ان کو حل فرمائیں گے۔

(الف) درمختار کی عبارت ہے۔ ''فيقدر لهما''. علامہ شامیؒ بحث کرتے ہیں، جس سے بظاہر یوں مفہوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اقرب البلاد پر قیاس کرکے عمل کرنا غیر صحیح ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

بقي الكلام في معنى التقدير والذي يظهر من عبارة الفيض أن المراد أنه يجب قضاء العشاء بأن يقدر أنَّ الوقت أعني سبب الوجوب قد وجد كما يقدر وجوده في أيام الدجال على مايأتي لأنه لايجب بدون السبب فيكون قوله ويقدر الوقت جواباً عن قوله في الأول لعدم السبب.

---

(۱) بعنوان ''کئی ماہ تک جہاں سورج طلوع یا غروب نہ ہو، وہاں نماز کے اوقات''۔

(۲) بعنوان ''جس مقام پر طلوع شمس وغروب کا علم دشوار ہے، وہاں مغرب وعشا کی نماز میں فرق کا بیان''۔

(۳۔۴) الدر المختار على صدر رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار: ۱/۳۶۲، دار الفكر العربي بيروت. انيس

وحاصلہ أنا لا نسلم لزوم وجود السبب حقیقة بل یکفی تقدیرہ کما فی أیام الدجال ویحتمل أن المراد بالتقدیر المذکور ہو ما قالہ الشافعیة من أنہ یکون فی حقہم بقدر ما یغیب فیہ الشفق فی أقرب البلاد إلیہم والمعنی الأول أظہر، الخ. (۱)

لہٰذا عرض ہے کہ درمختار کی عبارت میں تقدیر سے کیا مراد ہے۔

(ب) فقہا نے لکھا ہے کہ جہاں عشا کا وقت مفقود ہے؛ وہاں فجر طلوع ہوئی ہے۔ اس میں ایک علمی سوال وارد ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾. (۲)

اس میں بالاتفاق اسود سے رات کی سیاہی اور ابیض سے صبح صادق کی سفیدی مراد ہے۔ (۳)

اب سوال یہ ہے کہ ملک بلغاریا اس کے مانند بلاد میں واقع علاقہ جہاں تمام لیل شفق ابیض باقی رہتی ہے؛ یعنی غائب نہیں ہوتی، اس لئے عشا کا وقت نہیں ہوتا ہے اور آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ طلوع فجر کے لئے اسود ہونا لازم ہے اور ان علاقوں میں پوری رات بیاض موجود ہونے کی وجہ سے طلوع فجر کس طرح ہوگی۔

لہٰذا عرض یہ ہے کہ فقہاء کی عبارت میں طلوع فجر سے کیا مراد ہے؟ کیوں کہ تمام فقہا جنہوں نے اس مسئلہ کو بیان کیا ہے، تمام یک زبان ہیں کہ طلوع فجر ہوئی ہے اور کسی نے تردید نہیں کی۔

نیز آیت مذکورہ میں اسود سے کیا مطلب ہے؛ رات کی مکمل تاریکی یا نفس تاریکی؟ اسی طرح وجود شفق بیاض کی وجہ سے طلوع فجر کی جو تعریف فقہا نے کی ہے وہ کس طرح صادق آئے گی۔

۲- طلوع فجر صادق سے قبل کاذب کا ہونا لازم ہے؟

۳- طلوع فجر جہاں سے کھانا پینا روزہ رکھنے والوں کے لئے حرام ہے اور فجر کی نماز پڑھنا جائز ہے وہ طلوع فجر صادق کے حصہ اوّل سے یا انتشار سے۔

---

(۱) ردالمحتار، کتاب الصلاة، مطلب في فاقد وقت العشاء کتاب الصلاة: ۲۴۲/۱، دارإحیاء التراث، بیروت

(۲) سورة البقرة: ۱۸۷۔

(۳) عن عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ قال: لما نزلت ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ﴾ عمدت إلی عقال أسود وإلی عقال أبیض، فجعلتہما تحت وسادتی فجعلت أنظر فی اللیل فلا یستبین لی، فغدوت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکرت لہ ذلک فقال: إنما ذلک سواد اللیل وبیاض النہار. (الصحیح للبخاری، باب قولہ تعالیٰ: كُلُوْا وَاشْرَبُوْا (ح: ۱۹۱۶)/ الصحیح لمسلم، باب بیان أن الدخول فی الصوم یحصل، الخ (ح: ۱۰۹۰)/ سنن أبی داؤد، باب وقت السحور (ح: ۲۳۴۹) انیس)

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

”قال في الحلية: نعم في كون العبرة بأول طلوعه أو استطارته أو انتشاره اختلاف المشايخ ... وذكر فيها أن الأول أحوط والثاني أوسع“. (۱)

اس عبارت میں بظاہر گنجائش معلوم ہوتی ہے کہ طلوع فجر کے بعد بھی سحری وغیرہ کھائی جاسکتی ہے لہٰذا والثانی اوسع اور عبارت مذکورہ کی مالہ وما علیہ مراد کیا ہے؟ نیز اگر اوسع صحیح ومفتی بہ ہے تو استطار وانتشار کا معیار کیا ہوگا۔

امید ہے کہ مذکورہ سوالات کو حل فرما کر ممنون فرمائیں گے، یہ احقر برائے تشفی اور ازدیاد علم کے لئے عرض خدمت کر رہا ہے، لہٰذا مدلل جواب مرحمت فرمائیں گے، اگر جرم نہ ہو، ورنہ ان دلائل کی طرف اشارہ کر دیا جائے۔

(یوسف باٹلی، یوکے، انگلینڈ)

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

(۱) وہ علاقہ جہاں پر شفق ابیض غائب نہیں ہوتی، یا وہ علاقہ جہاں پر شفق احمر بھی غائب نہیں ہوتی، یا وہ علاقہ جہاں آفتاب اس سے بھی کم یا محض تھوڑی دیر کے لئے غائب رہتا ہے۔ ان سب مقامات کے لئے متن درمختار میں ہے۔

”وفاقد وقتهما مكلف بهما فيقدر لهما، وقيل: لا“. (۲)

اس عبارت کا کھلا ہوا مفہوم یہ ہے کہ ان تمام مقامات میں یعنی عشا اور فجر دونوں کے لئے لوگ مکلّف رہیں گے اور ان دونوں نمازوں کے لئے یعنی (عشا و فجر کے لئے)، ایک وقت مقدر مانا جائے گا، یہ عام فقہا کا قول ہے اور ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ باقی بعض فقہا کے نزدیک ایسا نہیں ہے اور درمختار میں بطور مثال کے ”**كبلغار فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق**“ کہا ہے اور بعض فقہا نے جو ”**لهما**“ کا مرجع عشا کا فرض و وتر لیا ہے، اس میں بھی یہی مندرجہ گفتگو جاری ہوگی۔

ان عبارتوں سے معلوم ہوا کہ جہاں پر عشا کا وقت نہیں ملتا؛ یعنی اس کے غایت درجہ خفی ہونے کی وجہ سے نہ نظر آتا ہے اور نہ اس کا ادراک ہی ہوتا ہے، وہاں بھی فجر کا طلوع ہوتا ہے اور ”**فاقد وقتهما**“ کا ترجمہ عشا کا وقت نہیں ہوتا صحیح نہیں ہے، بلکہ نہ پانا صحیح ترجمہ ہوگا، اس لئے کہ فاقد کے معنی نہ پانے والا ہے، نہ کہ نہ ہونے والا۔ کیونکہ فقدان کے معنی نہ پانے کے ہیں؛ نہ ہونے کے نہیں ہیں، **كما لا يخفى**، اور دونوں کے مفہوم میں بہت فرق ہے۔

ان عبارات پر جو اشکالات جناب نے ظاہر فرمائے ہیں؛ بجا ہیں۔ ان سب کا حل احقر اپنی بضاعت کے مطابق

(۱) ردالمحتار، كتاب الصلاة، تحت قول الدر: وقت صلاة الفجر، الخ: ۳۵۷/۱، دار الفكر بيروت، بيروت

(۲) الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب في فاقد وقت العشاء: ۳۶۲/۱، دار الفكر بيروت، بيروت

عرض کرتا ہے، خدا کرے صحیح ہو۔ مذکورہ بالا متن اور اس کی شرح (درمختار) پر علامہ شامی نے جو دو تین صفحہ تک بے نظیر بحث فرمائی ہے، (۱) اس میں فقہاء کرام کے متضاد نظریات وتحقیقات منقول ہیں اور ظاہر ہے کہ ان سب سے اتفاق ممکن نہیں، بلکہ محض کسی ایک کی مطلقاً موافقت کا کوئی مرجح نہیں ہے۔

اس لئے کہ ذہین انسان کے ذہن میں لامحالہ بہت سے اشکالات وارد ہوں گے، جیسا کہ جناب نے بھی متعدد اشکالات فرما کر ان کا حل طلب فرمایا ہے، احقر اپنے بے بضاعت و بے استعداد و کم فہم ہونے کے باوجود انہیں فقہائے کرام (کے اس مقولہ: **إن کان) صواباً فمن اللّٰہ وإن کان خطأً فمن تلقاء نفسی بل علی اللّٰہ التکلان وإلیہ المرجع والمآب ومنہ أسئل التوفیق والسدا**" (کے مطابق) ہر ایک کا حل حسب نمبر سوال مذکور ہے۔

"الف" یہ صحیح ہے کہ اقرب بلاد پر قیاس کرنا غیر صحیح ہے اور فیض کی عبارت کا یہ مفہوم (۲) تو صحیح اور تسلیم ہے، مگر ایام دجال پر قیاس کرنا بہ ہمہ وجوہ صحیح نہیں، بلکہ یہ قیاس قیاس مع الفارق ہے، اس لئے کہ حدیث دجال میں آتا ہے کہ وہ چالیس دن رہے گا۔ (۳)

اور اس کا ایک دن چھ ۶ رمہینہ کا ہوگا اور ایک دن چالیس دن کے برابر ہوگا اور سات ۷ دن ایک ہفتہ کا ہوگا باقی اور ایام ایسے ہی ہوں گے۔ آج کل تو ظاہر ہے کہ ان دنوں میں جو آج کل کے مثل ہوتے ہیں ان سے تو اس تقدیر کا تعلق نہیں ہے جو وہ انہیں دنوں سے ہے جن میں روزانہ کی طرح یعنی چوبیس گھنٹہ میں آفتاب غروب ہو کر طلوع نہ ہوگا وہاں کا کیا حکم ہوگا (اندازہ کر کے نماز پڑھتے رہنا)۔

اور صورت مجوثہ عنہا میں آفتاب چوبیس ۲۴ گھنٹہ میں غروب ہو کر طلوع ہوتا ہے، پس "**یقدر لھما**" کا مفہوم یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ مثل حدیث دجال کے وقت کا اندازہ کر کے اس کے اندر نماز ادا کی جائے بلکہ یہ مفہوم ہوگا کہ غروب وفجر کے درمیان میں ایک وقت عشا کا ضرور گذرتا ہے اور اگر چہ وہ وقت نہایت دقیق وخفی ہونے کی وجہ سے نظر نہ آئے یا اس کا ادراک نہ ہو سکے اور اس کے اندر نماز نہ پڑھی جا سکے تو بھی اس وقت کو مقدر اور موجود مان کر اس کے ختم ہو جانے اور گذر جانے کی وجہ سے عشا وتر کی دوسرے وقت میں قضا کی جائے جس طرح اوقات ظاہر کے ختم ہوجانے اور

---

(۱) رد المحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فاقد وقت العشاء: ۱/ ۲۶۶ -۲۶۸، مکتبہ فیض القرآن دیوبند

(۲) أن المراد أنہ یجب قضاء العشاء بأن یقدر أن الوقت أعنی سبب الوجود قد وجد. (ردالمحتار، کتاب الصلاۃ، مطلب فاقد وقت العشاء: ۲۶۶/۱، مکتبہ فیض القرآن دیوبند)

(۳) روی أنہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذکر الدجال.... قلنا: یا رسول اللّٰہ! ومالبثہ فی الأرض؟ قال: "أربعون یومًا، یوم کسنۃ ویوم کشہر ویوم کجمعۃ وسائر أیامہ کأیامکم"، قلنا: فذالک الیوم الذی کسنۃ أتکفینا فیہ صلاۃ یوم؟ قال: لا، اقدروا لہ قدرہ. (رواہ مسلم (باب ذکر الدجال: ۲/ ۴۰۱)، ردالمحتار: ۱/ ۲۶۷، مکتبہ فیض القرآن)

گذر جانے پر قضا کی جاتی ہے۔(وھذا ظاھر) اور اس گفتگو سے جناب کا یہ اشکال حل ہو گیا کہ تقدیر سے کیا مراد ہے یعنی اس سے وقت کا اندازہ کر کے اس میں پڑھنا مراد نہیں ہے بلکہ نفس وقت کے وجود کو مقدر اور تسلیم کرنا مراد ہے اور یہ الگ بات ہے کہ عشا کا سارا وقت یا اس کا بعض حصہ غیر محسوس اور غیر مدرک ہوتا ہے یا فجر کے وقت کی ابتداء و شروع غیر محسوس اور غیر مدرک ہے اور باقی حصے میں اتنا وقت مل جائے کہ نماز فجر ادا کی جا سکے خواہ مختصر ہی سہی اور طلوع آفتاب کے کچھ ہی پہلے سہی تو بجائے قضا کے ادا کر لی جائے ہاں اگر اس میں بھی اتنا وقت نہ ملے کہ نماز ادا کی جا سکے تو مثل عشا کے اس کی بھی قضا کی جائے۔ زیلعی کے کلام سے اس طرح اشارہ ملتا ہے۔(۱)

اور درمختار کا یہ قول: "ولا ینوی القضاء،الخ". (۲)

متن کے بالکل متضاد ہے اور تسلیم نہیں اسی طرح مقطوع الیدین رجلین پر قیاس تسلیم نہیں کیوں کہ یہاں محل حکم ہی مفقود ہے اور فاقد وقت میں ایسا نہیں نیز اس شخص کے اصول پر قیاس کرنا بھی تسلیم نہیں جو طلوع آفتاب کے بعد اسلام قبول کرتا ہے اور اس پر اس سے قبل کی نمازوں کا وجوب نہیں ہوتا اس لئے کہ یہاں قبل اسلام کا وہ شخص خطاب و نصاب کا اہل نہیں رہتا کہ یہ حکم متوجہ ہو اور یہاں اہل رہتا ہے اسی طرح یہاں حائضہ وغیرہ کے حکم پر بھی قیاس کرنا تسلیم نہیں اس لئے کہ یہاں وجوب کے منافی احادیث صحیح وصریح سے ثابت ہیں اور یہاں نہیں اس لئے یہ سب قیاسات مع الفارق ہوں گے، اور کلام الٰہی ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾. (۳) میں اسود سے رات کی سیاہی مراد لینے پر جو اشکالات فرمایا ہے وہ بھی غایت ذہانت سے ہے، اور اس کا حل یہ ہے کہ منطوق کلام الٰہی میں خیط اسود رات کی سیاہی سے مقصد یہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک تعبیر ہے اور عام حالات واماکن کے اعتبار سے ہے اور غلط نہیں ہے اور اگر کوئی قید اس منطوق ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾. (۴) میں ہے تو "من الفجر" کی ہو سکتی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ فجر طلوع ہوتے وقت جو ایک سیاہی ہوتی ہے، رات کے حصہ میں ہو یا شفق احمر یا ابیض کے حصہ میں ہو اور خواہ گہری سیاہی ہو یا مفصل سیاہی ہو وہ سیاہی جب فجر کے بیاض سے (جو چمکدار ہوتی ہے) تبین ہو جائے تو وہ تبیّن صائم کے لئے منتہائے اکل و شرب ہوگا اور وہیں سے ابتداء فجر وسحر شروع ہوتی ہے۔ جیسا کہ فقہا کی اس عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے:

"(وقت الصبح من) ابتداء (طلوع الفجر الصادق) وهو الذی یطلع عرضاً منتشراً". (۵)

---

(۱) ما أورده الزيلعی علیه من أنه یلزم من عدم نیة القضاء أن یکون أداء ضرورة. (ردالمحتار: ۲٦٧/۱، مکتبه فیض القرآن)

(۲) الدرالمختار علی صدر ردالمحتار: ۲٦٧/۱، مکتبه فیض القرآن

(۳-۴) سورة البقرة: ۱۸۷۔

(۵) مراقی الفلاح شرح نورالإیضاح، ص: ۱۷۵، دار الکتب العلمیة، بیروت، لبنان

وهكذا فی عامة كتب الفقه. اور یہ تبیّن وتمیز ایک لمعہ (چمک) سے ہوتا ہے کہ فجر صادق طلوع ہونے کے وقت جہاں سے آفتاب طلوع ہونے والا ہے وہاں ایک خاص قسم کی چمک پیدا ہوتی ہے جو سابق کے رنگ وحالات سے جدا اور متمیز ہوتی ہے پھر وہی چمک افق میں دائیں بائیں پھیلنے لگتی ہے اور ابتداء فجر ہی اس چمک وانتشار کی تعین میں فقہا کا اختلاف ہوا ہے جیسا کہ طحطاوی علی المراقی (ص ۱۳۹) سے جو (جواب ۳) میں آئے گی معلوم ہوتا ہے اور اصحاب متون نے احکام میں لمعہ کی ابتدا معتبر ماننے کے بجائے اس کے استطار وانتشار کو حدیث مسلم وترمذی کی مدد سے اختیار فرمایا ہے اور یہ لمعہ (چمک) اس خاص وقت میں ہر جگہ اور ہر ملک میں جہاں آفتاب طلوع ہونے والا ہوتا ہے ہوتی ہے خواہ رات کی سیاہی میں ہو یا شفق احمر یا شفق ابیض میں ہو ہر جگہ ہوتی ہے اور اپنے ماقبل کی حالت سے متمیز ہوتی ہے۔ خواہ اول وہلہ میں دقیق مخفی رہے اور بعد چند سیکنڈ کے نمایاں اور واضح ہو۔ غرض اس تمیز کی حالت سے قبل کی حالت جو مضمحل وکمزور ہوگی، اس کا مفہوم ہی ہے کہ اس میں سیاہی مشوب ومختلط ہوتی ہے، خواہ وہ سیاہی شفق ہی ہو یا غیر شفق ہو، یہی سیاہی آیت کریمہ میں مذکور ہے، جس کا حاصل محض رات کی سیاہی نہیں ہے، بلکہ نفس سیاہی ہے اور یہی سیاہی منطوق نص میں مراد ہے اور اس سے طلوع فجر کی تعریف جو فقہا نے کی ہے، پھر وہ بھی واضح ہوگئی۔

(۲)　طلوع فجر صادق سے قبل فجر کاذب کا ہونا ہر جگہ لازم نہیں ہے بلکہ انہیں مقامات میں ہوتا ہے جہاں شفق ابیض کے غروب کے بعد رات کا معتد بہ حصہ گذرتا ہے جیسے ارض سے قبل کے بعض حصے۔

(۳)　ابتداء طلوع فجر صادق میں فقہا کے دو قول ہیں جیسا کہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے:

"فی مجمع الروايات: ذكر الحلوانی فی شرحه للصوم" أن العبرة لأول الطلوع وبه قال بعضهم فإذا بدت لمعة له أمسک عن المفطرات، وقال بعضهم: العبرة لاستطارته فی الأفق وهذا القول أبين وأوسع والأول أحوط، وروى عن محمد أنه قال: اللمعة غير معتبر فی الأفق فی حق الصوم و حق الصلوة وإنما يعتبر الانتشار فی الأفق، قاله فی الشرح". (۱)

مگر اصحاب متون نے عموماً قول ثانی کو لیا ہے۔ اس لئے کہ اس کی تائید وتقویت مسلم شریف وترمذی شریف کی روایت **"لا يمنعكم من سحوركم أذان بلال ولا الفجر المستطيل ولكن الفجر المستطير فی الأفق".** (۲) معلوم ہوتی ہے؛ لیکن اس فرق سے یہ بات نہیں نکلتی کہ لمعہ نمودار ہونے کے بعد بھی سحری کھانے کی باقاعدہ اجازت دی جائے، اس لئے لمعہ نمودار ہونے کے محض دو تین منٹ میں لمعہ کے دائیں اور بائیں ہر دو طرف

---

(۱)　حاشية الطحطاوی علی المراقی فی اول كتاب الصلوة: ۱۷٤، دار الكتب العلمیه بیروت، لبنان

(۲)　هذا حديث متفق على صحته أخرجه مسلم (شرح السنة: ۲/ ۳۰۰، ح: ٤۳۵، مطبوعه المكتب الإسلامی) (باب بيان أن الدخول فی الصوم يحصل... (ح: ۱۰۹٤) انيس) / ترمذی كتاب الصوم باب ماجاء فی بيان الفجر (ح: ۷۰٦)

چمکدار لہریں پیدا ہونی شروع ہوجاتی ہیں جیسا کہ انار وانہ یا فوارہ میں دائیں بائیں چھوٹی چھوٹی لہریں اور انہیں چھوٹی لہروں کا دائیں بائیں نمودار ہونا استطار وانتشار کا معیار ہے، بس بہت سے بہت اس فرق سے یہ فائدہ حاصل ہوسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس وقت محض ایک دوگھونٹ پانی پی لے یا پہلے سے سحری کھا پی رہا ہو اور لمعہ نمودار ہونے پر جلدی ختم کر کے منھ صاف کرلے تو اس کے صوم کو غیر صحیح نہیں کہیں گے اور بس۔

اور حدیث پاک میں جو اجازت دی گئی ہے، وہ صبح کاذب کے بعد کھانے کی دی گئی ہے، نہ کہ ظہور لمعہ کے بعد اور طلوع صبح کاذب اور طلوع صبح صادق کے مابین کافی فصل ہوتا ہے، کم از کم اتنا فصل ضرور ہوتا ہے کہ ایک شخص اطمینان سے کھا پی لے اور حدیث پاک میں اس کو بیان کیا گیا ہے اور اس کی اجازت دی گئی ہے۔ **فافترقا**

اور فقہا کے اختلاف سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ سحری کھانا نمودار ہونے سے قبل احتیاطاً بند کردیا جائے اور انتشار واستطار نمایاں ہونے سے قبل نماز فجر نہ پڑھی جائے اور بس اب امید کہ اس گفتگو سے انتشار واستطار اور فجر مستطیر (صبح صادق) فجر مستطیل (صبح کاذب) سب کا معیار واضح ہوجائے گا۔فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور ۱۸/۱/۴/۱۴۰۴ھ۔(منتخبات نظام الفتاویٰ:۱/۱۷۹-۱۸۵)

جن مقامات میں عشا کا وقت نہیں ملتا، وہاں نماز پڑھنے کا طریقہ:

سوال:(الف) دنیا میں بعض مقامات ایسے ہیں کہ وہاں پر بعض موسموں میں بائیس، تئیس گھنٹہ کا دن ہوتا ہے، ایک طرف سورج غروب ہوا کہ دوسری طرف سے ایک ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد دن ہوجاتا ہے، وہاں پر مغرب تو پڑھ سکتے ہیں عشا کا وقت نہیں ہوتا، اور فجر پڑھیں گے یا نہیں؟ نیز وہاں پر ظہر وعصر دن کے کون سے حصہ میں پڑھیں گے؟

نارتھ شمال میں سیوون ناروے اور دوسرے جزیرے ہیں، وہاں پر ایک مسلمان بھائی خود رہا تھا اور اس نے خود وہاں پر دیکھا ہے، نیز وہاں پر ترک مسلمانوں کی مسجد ہے اور وہ لوگ نماز پڑھتے ہیں، مگر نہیں معلوم کہ کونسے وقت میں پڑھتے ہیں۔

(ب) نیز سردیوں میں رات لمبی ہوتی ہے، ایک دوگھنٹہ کے لیے سورج طلوع ہوجاتا ہے اور غروب ہوجاتا ہے، وہاں پر پانچوں نمازیں کس وقت پڑھیں گے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیق

(الف) اگر چہ دن ۲۲/۲۳ گھنٹہ کا ہوتا ہے مگر جب آفتاب کا طلوع وغروب روز ہوتا ہے تو غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز پڑھ لیں اور طلوع ہونے سے کچھ پہلے فجر کی نماز پڑھ لیں۔ درمیان میں اگر چہ عشا کا وقت نظر نہیں آتا،

لیکن مغرب وفجر کے درمیان جب موقع ہو عشا کی نماز بھی بلا لحاظ جمع بین الصلوتین پڑھ لینا ضروری ہے، اگر چہ وقت کی تنگی وقلت سے سنن ونوافل کا موقع ووقت نہ ملے مگر فرض، وتر پڑھ لینا چاہئے، مفتیٰ بہ قول میں ایسا نہیں ہے کہ عشا کی نماز ساقط ہو جائے۔(۱)

(ب) اسی طرح سردیوں میں بھی جب تک آفتاب روزانہ طلوع وغروب ہوتا رہے اگر چہ گھنٹہ دو گھنٹہ ہی کے لیے تو طلوع وغروب کی پوری مقدار کے نصفِ ثانی کے شروع ہوتے ہی ظہر پڑھ لیں اور غروب ہونے سے کچھ قبل عصر پڑھ لیں سنن ظہر کا وقت نہ ملے جب بھی فرض ضرور پڑھ لیا کریں، اتنی ہی مقدار کے یہ لوگ مکلّف ہیں، اس سے پورے عابد شمار ہوں گے۔

(ت) جہاں مسلسل کئی دن یا کئی ہفتہ یا ماہ آفتاب غروب نہیں ہوتا یا طلوع نہیں ہوتا، وہاں بھی ۲۴ گھنٹہ کا ایک دورہ یوم ولیل (دن رات کا ایک چکر) متعین کر کے اس کے اجزا میں پانچوں نمازیں ادا کریں گے اور نمازوں کے درمیان فصل وفاصلہ کا وہی تناسب رکھیں گے جو یہاں معتدل ایام کے ملکوں میں ہوتا ہے۔(۲)

اور چوبیس گھنٹہ کا ایک دورہ یومی ولیلی معلوم کرنے کیلئے کہ اس کی ابتداء کب سے اور کس طرح کریں تو اس کا آسان اور سہل طریقہ یہی ہے کہ جس دن آفتاب غروب ہو کر طلوع نہ ہونا شروع ہو جائے، بلکہ مسلسل غروب ہی رہے، اس دن کے غروب سے ۲۴ رگھنٹہ تک کی مقدار کو جو پورے ایک دن اور ایک رات کی مقدار شمار کر کے اس میں حسب تصریح بالا پانچوں نمازیں ادا کریں اور پھر اس ۲۴ رگھنٹہ کے ختم ہونے پر دوسرا ۲۴ ر گھنٹہ، پھر تیسرا ۲۴ ر گھنٹہ مقرر کرتے جائیں اور ان سب میں مثل اول ۲۴ گھنٹہ کے نصف اول رات قرار دے کر اس میں رات کی نمازیں اور نصف ثانی کو دن قرار دے کر دن کی نمازیں پڑھتے چلے جائیں اور دن بڑا ہوتے ہی جس دن آفتاب طلوع ہو کر مسلسل طلوع رہے غروب نہ ہو تو اس میں پہلا دورہ مکمل کرنے کیلئے صرف ۱۲ گھنٹہ کی مقدار پر ایک دورہ یومی ولیلی مکمل قرار دیں اور اس بارہ گھنٹہ میں دن کی نمازیں ادا کریں، اس بارہ گھنٹہ کا دورہ ختم ہونے کے بعد پھر ۲۴/۲۴ گھنٹہ کی مقدار کا یومی ولیلی (دن رات کا مجموعہ) مقرر کرتے جائیں اور اس کے نصف اول میں رات کی نمازیں (مغرب، عشا، فجر) پڑھتے جائیں اور نصف ثانی میں دن کی نمازیں (ظہر وعصر) پڑھتے جائیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور۔

الجواب صحیح: العبد محمود غفرلہ۔ سید احمد علی سعید، مفتی دارالعلوم دیوبند (منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۱۷۸-۱۷۹)

(۱) حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح، مدخل: ۱/۱۷۸/ ردالمحتار، أول کتاب الصلاة: ۱/۳۶۲. انیس

(۲) قال الرملی فی شرح المنهاج: ویجری ذلک فیما لو مکثت الشمس عند قوم مدة، آہ. ح، ==

شہر بلغار (میں عشا) کا حکم:

سوال: فتاویٰ محمدی مع شرح دیوبندی مصنفہ مولانا اصغر حسین صاحب میں یہ لکھا ہے کہ بلغار ایک شہر ہے، جہاں مغرب کی نماز کے شفق غروب ہونے کے ساتھ صبح صادق نمودار ہوجاتی ہے، عشا کا وقت نہیں آتا۔ یہ مسئلہ صحیح ہے یا نہیں کہ ان لوگوں پر نماز عشا فرض نہیں ہوتی؟ جواب مفصل مع حوالہ کتب تحریر فرماویں۔ ایک صاحب اس مسئلہ کا شدومد سے انکار کرتے ہیں اور اہل بلغار پر نماز عشا فرض ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

یہ مسئلہ جو فتاویٰ محمدی میں درج ہے، صحیح ہے۔ فقہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہے۔

درمختار وشامی جو معتبر کتابیں فقہ کی ہیں، ان میں یہ مسئلہ لکھا ہے۔

معلوم نہیں وہ شخص کیوں انکار کرتا ہے۔ اگر یہ وجہ ہے کہ بلغار میں ایسا نہیں ہے تو واضح ہو کہ بلغار اور اس کے متعلقات بہت وسیع جگہ ہے، اس میں بعض ایسا ہی حصہ ہے، جہاں یہ حالت ہوتی ہے۔ فقہانے بھی تجربہ اور مشاہدہ سے لکھا ہے، انکار کرنا اس کا، جہالت ہے۔ باقی یہ کہ جس جگہ عشا کا وقت نہ ہو وہاں عشا کی نماز پڑھنی چاہئے یا نہیں؟ سو بعض فقہا کا تو یہی مذہب ہے کہ وہاں عشا کی نماز فرض نہیں کیونکہ وہاں وقت عشا کا نہیں ہوتا، جیسا کہ فتاویٰ محمدی میں مولوی سید اصغر حسین صاحب نے لکھا ہے۔ مگر محققین فقہا جیسے ابن الہمام وغیرہ فرماتے ہیں کہ اگر چہ عشا کا وقت وہاں نہیں آتا، لیکن عشا کی نماز وہاں بھی فرض ہے اور دلیل ان کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں پر پانچ وقت کی نماز فرض فرمائی ہے ان کو ہر جگہ اور ہر وقت پڑھنا چاہئے، جیسا کہ حدیث دجال میں وارد ہے کہ ایک دن سال بھر کا ہوگا، صحابہ نے عرض کیا کہ! نمازوں کی نسبت کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس دن میں سال بھر کی نمازیں پانچوں وقت کی انداز کر کے پڑھو؛ یعنی ہر ایک چوبیس گھنٹہ میں پانچ نمازیں ادا کرو۔ (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۶۰/۲-۶۱)

== قال في إمداد الفتاح قلت: وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكاة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والإجارة، وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة و النقص، كذا في كتب الأئمة الشافعية، ونحن نقول بمثله إذ أصل التقدير مقول به إجماعًا في الصلوٰة. (ردالمحتار، كتاب الصلوٰة، قبيل مطلب في طلوع الشمس من مغربها: ۲٤٤/۱)

(۱) (وفاقد وقتهما) كبلغار، فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق في أربعينية الشتاء (مكلف بهما فيقدر لهما) ولاينوي القضاء وقت الأداء به أفتى البرهان الكبير واختاره الكمال وتبعه ابن الشحنة في ألغازه فصححه فزعم المصنف أنه المذهب وقيل لايكلف بهما لعدم سببهما وبه جزم في الكنز والدرر والملتقى وبه أفتى البقالي ووافقه الحلواني والمرغيناني، الخ. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار: ۳۳٦/۱. وانظر تحقيق المسائل في ردالمحتار، ظفير)

بلغاریہ میں نماز فجر کا حکم:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل میں کہ فتاویٰ وددو دیہ ص ۱۰۳،۱۰۴ میں تحریر ہے کہ بلغاریہ کے ملک میں کبھی کبھی شام کی نماز کے بعد شفق کے غائب ہونے سے پہلے سورج آسمان پر نکل آتا ہے، مصنف فتاویٰ جناب مولوی محمد ابراہیم مرحوم نے لکھا ہے "کہ خفتن کی نماز خواہ قضا کرے یا نہ کرے" لیکن جب سورج نکل آتا ہے تو فجر کی نماز بھی نہیں ہوتی، تو آپ مرحوم نے فجر کے متعلق نہیں لکھا ہے کہ قضا کرے گا یا نہیں فجر کے متعلق مسئلہ واضح فرماویں؟ بینوا توجروا۔　　(المستفتی: اورنگ زیب پی، پشاور.....۲۴/۸/۱۹۷۶ء)

الجواب

بلغاریہ میں بعض موسموں میں غروب شفق سے طلوع فجر ہوا ہے، لہٰذا وہاں نماز فجر باقاعدہ ادا کی جائے گی۔

كما في الدر المختار: كبلغار فان فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق في أربعينية الشتاء. (هامش رد المحتار: ۳۴۲/۱) (۱) **وهو الموفق** (فتاویٰ فریدیہ: ۱۶۱/۲)

لندن میں نماز عشا اور نماز فجر کے متعلق ایک سوال:

سوال: گرمیوں میں لندن میں سورج ۹-۳/۴ (پونے دس) بجے غروب ہوتا ہے، تو گویا اس وقت مغرب کی نماز ادا کی، عشا کا وقت مغرب کے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ہوتا ہے، تو اس کے لئے ۱۱-۱/۴ (سوا گیارہ) بجے تک انتظار کرنا پڑتا ہے، اس سے پہلے سو نہیں سکتے، اس صورت میں کیا ہو، کیونکہ نماز پڑھنے کے بعد کہیں ۱۱-۳/۴ (پونے بارہ) بجے سونے جا سکتے ہیں اور پھر ۱۲ بجے کے بعد نیند آتی ہے، ویسے تو عموماً اتنی دیر تک پڑھتا رہتا ہوں، لیکن پھر صبح کا وقت ضائع ہو جاتا ہے، کیونکہ پھر جلد نہیں اُٹھ سکتا، ان دنوں میں فجر کی نماز کا وقت قریب ۲-۱/۲ (ڈھائی) بجے ہوتا ہے، کیونکہ سورج ۳ بجے نکلتا ہے، میرا ہندوستان میں ۵/ بجے یا ۶/ بجے اٹھنا دشوار تھا۔ ۳/ بجے کون اٹھائے گا، اگر میرا کالج ۱۱/ بجے شروع ہوا کرتا تو میں ڈھائی بجے تک پڑھتا رہا کرتا، اس صورت میں عشا اور فجر دونوں مل جاتیں، اور پھر ۳/ بجے سے ۱۰/ بجے تک سوتا، لیکن یہ بھی مشکل ہے، غرض ان تمام باتوں سے ضرور مطلع کیجئے گا کہ میں کیا کروں؟

(۱) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب في فاقد وقت العشاء كأهل بلغار: ۲۶۶/۱۔

"قال العلامة ابن عابدين: قال الرملي في شرح المنهاج: ويجري ذلك فيما لو مكثت الشمس عند قوم مدة، آه، ح. قال في إمداد الفتاح قلت: وكذلك يقدر لجميع الآجال كالصوم والزكوة والحج والعدة وآجال البيع والسلم والاجارة وينظر ابتداء اليوم فيقدر كل فصل من الفصول الأربعة بحسب ما يكون كل يوم من الزيادة والنقص كذا في الكتب الائمة الشافعية ونحن نقول بمثله إذ أصل التقدير مقول به إجماعًا في الصلوات (رد المحتار هامش الدر المختار: ۲۶۸/۱، مطلب في طلوع الشمس من مغربها)

الجواب

اس صورت میں جب کہ غروب کے بعد ۵ گھنٹہ رات ہوتی ہے، لندن والوں پر مغرب وعشا وفجر تینوں نمازیں اپنے اپنے وقت میں پڑھنی واجب ہیں، اس صورت پر سائل نے جو اشکال کیا ہے کہ عشا پڑھ کر ۱۲ بجے سونا ملے گا تو ڈھائی بجے جاگنا دشوار ہوگا اس کے متعلق چند باتیں معروض ہیں۔

(۱) دن میں کوئی وقت فرصت کا نکال کر جس میں بہتر وقت دوپہر کا ہے خوب سولیا کریں۔

(۲) الارم کی گھڑی کو صبح کے وقت پر لگا کر سویا کریں آنکھ ضرور کھل جائے گی۔

(۳) عشا کی نماز غروب کے ایک گھنٹہ بعد معاً پڑھ لیا کریں، صاحبین کے مذہب پر شفق احمر کے غائب ہوجانے سے عشا کا وقت ہوجاتا ہے، اور شفق احمر غروب کے بعد ایک گھنٹہ میں غائب ہوجاتی ہے، اور سہولت کے لئے فتویٰ قول صاحبین پر دیا گیا ہے گو احتیاط بعد شفق بیاض کے پڑھنے میں ہے، مگر ضرورت کے وقت قول صاحبین پر عمل کرلینا بھی جائز ہے، پس غروب سے ایک گھنٹہ بعد نماز عشا پڑھ کر فوراً سو رہا کریں، اس طرح سائل کو ۱۱ر بجے سونا مل جائے گا۔ واللہ اعلم

۱۰ر شعبان ۱۳۴۱ھ۔ (امداد الاحکام: ۲۰/۲)

کینیڈا میں عصر اور عشا کے وقت کا تعین:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہاں کینیڈا میں دن ساڑھے سترہ گھنٹے کا ہوتا ہے نماز کا ایک چارٹ ارسال خدمت ہے چونکہ یہاں مئی میں گھڑیوں کو ایک گھنٹہ آگے اور نومبر میں ایک گھنٹہ پیچھے کرلیا جاتا ہے، یہ نقشہ اوقات امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق ہے حنفی مسلک کے تحت عصر کی نماز کا وقت کیا ہوگا ؟ نیز ہمارے یہاں غروب آفتاب کے بعد شفق احمر غائب ہوجاتا ہے لیکن شفق ابیض رات گیارہ بجے یا اس سے بھی دیر تک رہتا ہے، اس وقت انتظار بہت مشکل ہوتی ہے کیا نماز مغرب کے بعد فوراً ہم نماز عشا پڑھ سکتے ہیں؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: محمد اشفاق، کینیڈا...... ۵/۸/۱۹۷۹ء۔)

الجواب

غروب سے زیادہ زیادہ دو گھنٹہ قبل نماز عصر پڑھا کریں غروب کے سوا گھنٹہ بعد نماز عشا ادا کریں۔(۱) **وھو الموفق**

(فتاویٰ فریدیہ: ۱۶۷/۲)

---

(۱) حنفیہ کے معمول میں عصر کا وقت دن کی پوری مقدار (طلوع سے غروب شمس تک) کا تقریباً آخری حصہ ہے، لیکن اس میں اتنی تاخیر کرنا جو اصفرار الشمس تک مفضی ہو مکروہ ہے۔

نینی تال میں وقت عشا:

سوال: نینی تال میں مغرب کا وقت مدراس ٹائم سے سات بجکر بیس منٹ پر ہوتا ہے، اب اسی اعتبار سے عشا کا وقت کتنے بجے ہوگا اور وتر وسحر کا انتہائی وقت کیا ہوگا؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر غروب آفتاب سات بج کر بیس منٹ پر ہے تو وقت عشا آٹھ بج کر چون منٹ پر ہے اور طلوع آفتاب اگر پانچ بج کر ۲۲ / یا ۲۳ / منٹ پر ہے، تو صبح صادق ۳ / بج کر ۴۸ / یا ۴۹ / منٹ پر ہے۔ یہی انتہائی سحری کا وقت ہے۔ فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳٦/۲)

دو تقویموں میں تقابل سے صبح صادق، طلوع وغروب اور شفق میں فرق کی بنیاد:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں: ہمارے یہاں دو تقویمیں رائج ہیں، ایک تقویم میں مغرب اور عشا اسی طرح صبح صادق اور طلوع آفتاب میں فاصلہ کم ہے، اور دوسری میں زیادہ۔ کم فاصلہ والی تقویم حاجی عبدالحفیظ منیار صاحب سورت والوں کی ہے، جو دارالعلوم کنتھاریہ سے بھی شائع ہو چکی ہے اور زیادہ فاصلہ والی تقویم کا مدار مفتی کفایت اللہ صاحب کا وہ فتویٰ ہے، جو بحوالہ شامی، فتاویٰ رحیمیہ جلد سوم میں شائع ہوا ہے، جس میں مغرب اور عشا کے درمیان اسی طرح صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیان مساوی فاصلہ بتلایا ہے، جو مفتی صاحب کے فتویٰ کے اعتبار سے ایک گھنٹہ اکیس منٹ سے کم نہیں، اور ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ سے زیادہ نہیں۔

اب سوال عام مہینوں سے زیادہ رمضان المبارک میں پیدا ہوتا ہے، کہ اگر رمضان المبارک میں ختم سحر حاجی عبدالحفیظ منیار صاحب کی تقویم کے اعتبار سے کی جاوے، تو مفتی صاحب کے فتویٰ کے اعتبار سے ختم سحر بعد صبح صادق

==

قال الحصكفي: وأخر (العصر إلى اصفرار ذكاء) فلو شرع فيه قبل التغير فمده إليه لايكره. (الدر المختار: ۳٦۸/۲)

نیز شفق احمر وہ ہے جو سورج کے افق مغرب میں ہونے کی وجہ سے ہو، اور سورج افق میں رات کے آٹھویں حصہ سے عموماً زیادہ نہیں رہتا، بہر حال جب اوقات میں اسی قسم کا تغیر واقع ہو اور رات ودن کی پورا امتیاز ناممکن ہو، تو قریبی ممالک کے اعتبار سے چوبیس گھنٹوں میں پانچ نمازوں کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔

قال الحصكفي: (وفاقد وقتهما) كبلغار، فإن فيها يطلع الفجر قبل غروب الشفق في أربعينية الشتاء (مكلف بهما فيقدر لهما) ولاينوي القضاء لفقد وقت الأداء. (الدر المختار، مطلب في فاقدوقت العشاء: ۳٦۲/۱)

وكما في حديث مسلم، باب ذكر الدجال: ۴۰۱/۲ ـ قلنا: فذلك اليوم الذي كسنة أتكفينا فيه صلاة يوم؟ قال: لا، اقدروا له قدره"، الخ. (ازمرتب)

لازم آتی ہے۔اور اگر مفتی صاحب والے فاصلہ کو صحیح مان کر عمل کیا جائے اور صبح صادق ہونے کے پانچ منٹ بعد اذان دی جائے، تو حاجی عبدالحفیظ صاحب کی تقویم کے اعتبار سے قبل صبح صادق اذان دینا لازم آتا ہے۔

مثلاً: اس سال رمضان المبارک کی ابتداء دسمبر کی اکیس کو منیار صاحب کی تقویم کے اعتبار سے صبح صادق ۵:۵۲ کو تھی اور مفتی صاحب کے فاصلہ کے اعتبار سے صبح صادق ۵:۴۳ کو ہوتی ہے، اب ظاہر بات ہے کہ منیار صاحب کی تقویم کے اعتبار سے اگر روزہ بند کیا جائے تو مفتی صاحب کے نزدیک روزہ صحیح نہ ہوگا، اسی طرح مفتی صاحب کی تقویم کے اعتبار سے فجر کی اذان دی جائے، تو منیار صاحب کی تقویم کے اعتبار سے اذان صبح صادق سے پہلے ہوگی، جو صحیح نہ ہوگی، تو برائے کرم تفصیل کے ساتھ بتلایئے کہ ہم کس پر عمل کریں کیونکہ یقیناً دو میں سے ایک صحیح ہے اور دوسری غلط۔فقط والسلام

از احقر موسیٰ آچھودی، دعا گو دعاجو، بچوں کا گھر آمود، ابراھیم سلیمان عیسیٰ آچھودی، ضلع بھروچ،
ولی فلاحی عفی عنہ آچھودی، علی بھائی ابراہیم عفی عنہ بچوں کا گھر آمود، خالد علی موسیٰ خانپوری۔

الجواب ــــــــــــــ حامداً و مصلیاً و مسلماً

آپ کے استفتا کا جواب دینے سے پہلے کچھ وضاحت اور صراحت ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱)　آپ کا استفتا موصول ہونے کے بعد آپ پر تنقیح کی غرض سے ایک تحریر حسب ذیل مضمون پر مشتمل بھیجی تھی۔آپ نے جن دو تقویموں کا حوالہ دیا ہے، ان میں سے ایک جناب عبدالحفیظ صاحب منیار والی تو ہمارے پاس موجود ہے، البتہ دوسری تقویم جس کا مدار مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتوی پر بتلایا ہے، یہاں موجود نہیں ہے، برائے کرم آپ وہ تقویم احقر پر روانہ فرمائیں، اس کے جواب میں آپ نے ''احمدی تقویم'' ارسال فرمائی، آپ نے سوال میں جس دوسری تقویم کا حوالہ دیا، اس سے مراد یہی تھی تو جس طرح پہلی تقویم کے سلسلہ میں مرتب اور شائع کنندہ کی تصریح فرمائی تھی اور حوالہ دے دیا تھا، اس دوسری تقویم کے معاملہ میں بھی شائع کنندہ کی تصریح فرما کر حوالہ دیدینا کافی تھا، لیکن آپ نے ایسا غالباً اس لیے نہیں کیا کہ آپ اس تقویم اصلی پر عمل نہیں کرتے، بلکہ اس میں آپ نے ترمیم فرما رکھی ہے۔

(۲)　مغرب اور عشا کے درمیان فاصلہ کے سلسلہ میں ہمارے اکابر کے فتاویٰ مختلف ہیں، صبح صادق اور طلوع آفتاب کے درمیانی فاصلہ کا بھی یہی حال ہے، نمونہ کے طور پر چند فتاویٰ نقل کرتا ہوں۔

امداد الفتاویٰ، جلد اول، صفحہ: ۱۴۹، پر حضرت حکیم الامت تھانویؒ کا ایک فتویٰ ہے:

سوال (۱۴۸):　کس قدر حصہ رات کا گذرنے سے وقت نماز عشا شروع ہوتا ہے؟

الجواب:　غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد عشا کا وقت آجاتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

اس پر حضرت مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم حاشیہ تحریر فرماتے ہیں:

تمام سال کے لیے یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔الخ

امداد الفتاویٰ:۹۸/۲، پر ایک اور فتویٰ ہے:

سوال (۱۴۸): ماہ رمضان المبارک کی رات میں کس قدر حصہ رات کا باقی رہتا ہے کہ اس وقت تک سحری کھانا درست ہے؟

الجواب: ہیئت کے قاعدہ سے طلوع آفتاب کے وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ قبل تک سحری کھا سکتے ہیں۔الخ

نوٹ از احقر: ان دونوں جوابات میں حضرت تھانویؒ نے ڈیڑھ گھنٹہ کا جو حساب لکھا ہے، یہ زیادہ سے زیادہ فاصلہ ہے، جو ہوسکتا ہے، یعنی جو آدمی سال بھر یہ اہتمام کرتا ہے کہ عشا کی نماز ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد پڑھے، اس سے پہلے نہ پڑھے تو اس کی نماز عشا درست ہو جائے گی۔ چنانچہ حضرتؒ کے اسی جواب کے متعلق ایک اشکال و جواب ''امداد الاحکام'' میں ہے:

حضرت اقدس نے ''امداد الفتاویٰ'' جلد اول میں وقت عشا غروب آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد تحریر فرمایا ہے، بادی النظر میں شبہ سا ہوتا ہے، خوب سمجھ میں نہیں آیا، اس فرمان واجب الاذعان کے موافق اگر کوئی شخص غروب آفتاب سے گھنٹہ یا سوا گھنٹہ بعد مغرب پڑھے تو درست ہونا چاہیے، مگر مشاہدہ نہیں مانتا۔ براہ کرم ذرا مکرر تفصیل فرمادی جائے۔غروب آفتاب سے ڈیڑھ گھنٹہ کی مدت بہت زیادہ سی معلوم ہوتی ہے۔

الجواب: اس کا مطلب یہ نہیں جو آپ نے سمجھا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ عشا کی نماز غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ گزرنے پر پڑھنا چاہئے، عشا اس سے پہلے نہ پڑھے، یہ مطلب نہیں کہ مغرب کی نماز اتنی دیر تک درست ہے چنانچہ عبارت سوال دیکھ کر کہ (سائل نماز عشا پڑھنے کیلئے وقت عشا دریافت کر رہا ہے۔صفحہ:۶۴) یہ مطلب ظاہر ہے جو ہم نے بیان کیا۔(امداد الاحکام:۳۱۵/۱)

نوٹ از احقر: لیکن حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتویٰ کے مطابق پھر بھی اشکال باقی رہتا ہے، اس لیے کہ ان کے فتویٰ کے بموجب یکم جون سے یکم اگست تک مغرب وعشا کا درمیانی فاصلہ ڈیڑھ گھنٹہ سے بھی زیادہ ہے اس لیے غروب سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد فوراً پڑھی ہوئی نماز عشا صحیح نہیں ہوگی۔(نوٹ کا مضمون ختم ہوا)

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی صاحبؒ کے جوابات ملاحظہ فرمائیں:

''پس مغرب وعشا میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کم فاصلہ نہ کرنا چاہیے''۔الخ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۴۳/۲)

''اس کے بعد واضح ہو کہ شفق ابیض غروب آفتاب سے تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بعد غائب ہوتا ہے اور اس میں صیفاً وشتاءً

چند منٹ کا تفاوت ہوتا ہے''۔ (ایضاً:۲/۴۶)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ رقم طراز ہیں:

''مغرب کا وقت عامۃً ہمارے اطراف میں ڈیڑھ گھنٹہ سے کچھ کم رہتا ہے''۔ (فتاویٰ محمودیہ:۱۶/۳۶۹)

نوٹ از احقر: ان دونوں جوابات پر بھی وہی اشکال باقی رہتا ہے، جو حضرت تھانویؒ کے جوابات پر تھا، جس کی تفصیل اگلے نوٹ میں کر چکا ہوں۔ (نوٹ کا مضمون ختم ہوا)

(۳) حقیقت یہ ہے کہ غروب آفتاب اور غروب شفق ابیض کا درمیانی فاصلہ اور اسی طرح طلوع صبح صادق اور طلوع آفتاب کا درمیانی فاصلہ ہر جگہ اور ہر موسم میں یکساں نہیں رہتا بلکہ موسم اور مقام کے اعتبار سے بدلتا رہتا ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں:

غروب شفق کا وقت اختلافات زمان ومکان سے مختلف ہوتا رہتا ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ:۲/۲۰۱)

حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت شدہ ایک سوال اور ان کی طرف سے دیا گیا۔ جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ مغرب سے عشا تک کتنا وقت ہونا چاہیے۔ ہمارے یہاں علماء کرام بعض کہتے ہیں کم سے کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ پر عشا کا وقت شروع ہوتا ہے، اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ پینتیس منٹ پر عشا کا وقت ہو جاتا ہے، بعض کہتے ہیں ایک گھنٹہ بیس منٹ پر عشا کا وقت ہوتا ہے۔ برائے کرم مفتی بہ قول ذکر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب باسم ملھم الصواب: مغرب اور عشا کے درمیان خط استواء کے مقام پر معتدل ایام میں کم از کم ۵۷ منٹ ہے۔ اس وقت سفید شفق غروب ہوتی ہے، شفقِ سرخ اس سے بھی بارہ منٹ پہلے غروب ہو جاتی ہے، اس کے مطابق غروب آفتاب سے ۴۵ منٹ کے بعد وقت عشا شروع ہو جائے گا، یہ قول ارجح ہے اور قول اول احوط، دوسرے ایام اور دوسرے مقامات میں اس سے زیادہ وقت ہوتا ہے اور زیادتی کی کوئی تحدید نہیں حتیٰ کہ بلغار میں موسم گرما میں عشا کا وقت آتا ہی نہیں، اس وقت کی مقدار ہر شہر اور ہر موسم میں مختلف ہے۔ الخ (احسن الفتاویٰ:۲/۱۴۶)

آگے ایک اور مقام میں تحریر فرماتے ہیں:

بعض علما نے منتہاء سحر وطلوع آفتاب کے درمیان کچھ وقت (مثلاً ڈیڑھ گھنٹہ یا کم وبیش) کی تعیین فرمائی ہے، اس سے ان کا یہ مقصد ہر گز نہیں، کہ ہر موسم میں ہر مقام پر طلوع اور صبح صادق کے درمیان اتنا ہی وقفہ ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ امر تو بداہۃً غلط ہے، ہر شخص جانتا ہے کہ یہ وقفہ ہر تاریخ میں اور ہر مقام میں مختلف ہوتا ہے، اس کی تصدیق مشاہدات

سے بھی کی جاسکتی ہے اور مختلف مقامات کے اوقات نماز کے پرانے نقشوں سے بھی۔ الخ (احسن الفتاویٰ:۲/۱۸۳)

(۴) کسی بھی فن سے استفادہ کے شرائط میں سے یہ ہے، کہ اس فن کے اصول و قیود کی رعایت کی جائے، اوقات نماز کی تعیین کیلئے جو جنتریاں تیار کی جاتی ہیں اس کا تعلق فن ہیئت سے ہے، سو اس سلسلہ میں اصول یہ ہے کہ جب بھی کوئی ماہر فن جنتری تیار کرنا چاہتا ہے، تو وہ پہلے اس مقام کی تعیین کرتا ہے جس کے لیے جنتری تیار کرنا مطلوب ہو، پھر اس مقام کا عرض البلد طول البلد معلوم کر کے اس کے مطابق جنتری تیار کرتا ہے، پھر وہ جنتری اس مقام میں بھی کام دے سکتی ہے، جہاں کا طلوع وغروب اس مقام کے طلوع وغروب کے موافق ہو جس کیلئے جنتری تیار کی گئی ہے، اور جن مقامات کا طلوع وغروب مکمل طور پر تو موافق نہ ہو لیکن دو تین منٹ کا فرق ہو ان مقامات میں بھی اتنی احتیاط کرتے ہوئے کام دے سکتی ہے۔ مثلاً: شہر سورت کا طول البلد ۷۲ درجہ، اور ۵۲ دقیقہ ہے، اور عرض البلد ۲۱ درجہ، اور ۱۲ دقیقہ ہے، اب اگر کوئی جنتری سورت کیلئے تیار کی جائے تو وہ مندرجہ بالا تفصیل کے ساتھ دوسرے مقامات کیلئے بھی کار آمد ہو سکتی ہے، اسی اصول کے پیش نظر ماہرین کی تیار کردہ تمام جنتریوں میں اس بات کی صراحت ہوتی ہے، کہ یہ جنتری فلاں مقام کے لیے تیار کی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ فلاں فلاں مقامات کے لیے کام دے سکتی ہے، اس اصول کے پیش نظر دیکھا جائے تو آپ نے اپنے سوال میں جن دو جنتریوں کے متعلق دریافت کیا ہے، ان میں سے ایک یعنی جناب الحاج عبد الحفیظ منیار صاحب کی تیار کردہ جنتری اصول فن کے مطابق ہے، جب کہ دوسری جنتری جس کا زیروکس zerox آپ نے بھیجا ہے اس میں اس قسم کی کوئی وضاحت اور ہدایت نہیں ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ یہ جنتری پورے گجرات میں جہاں جہاں بھی استعمال ہوتی ہے؛ وہاں اسی طرح استعمال میں لائی جارہی ہے، چاہے وہ گجرات کا مشرقی علاقہ ہو یا مغربی، شمالی ہو یا جنوبی، حالانکہ یہ بداہۃً غلط ہے، آپ نے اصل جنتری کے عشا و فجر کے اوقات میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتویٰ کو بنیاد بنا کر تغیر و تبدل کر دیا، اس کی وجہ سے دیگر اوقات نماز کے معاملہ میں آپ کا ذمہ بری نہیں ہو جاتا، آپ کا یہ رویہ تو مزید اعتراض پیدا کرتا ہے کہ جس جنتری کے اوقات عشا و فجر قابل اعتماد نہیں، اس کے دیگر اوقات نماز کیونکر قابل اعتماد قرار پائے؟ ممکن ہے آپ طلوع وغروب کیلئے مشاہدہ کو دلیل میں پیش فرما کر جواب دیں کہ ہم نے مشاہدہ سے اس کی تصدیق کر لی ہے، لیکن مثل اور مثلین (یعنی عصر شافعی وحنفی) کے سلسلہ میں تو یہ دلیل بھی کار آمد نہیں ہوگی، بہر حال آپ نے عملی طور پر جو انداز اختیار کیا ہے، وہ محض آپ کا (یا آپ کی بستی والوں کا) تفرد ہے، جس میں آپ کا حال ﴿نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ﴾(۱) کے مشابہ ہو جاتا ہے اور اصول فن کی رو سے بھی یہ جنتری قابل اعتراض ہے۔

(۱) سورۃ النساء: ۱۵۱. انیس

(۵) حضرت مولانا مفتی کفایت اللہؒ صاحب کے جس فتویٰ کا آپ نے اپنے سوال میں حوالہ دیا ہے، اس میں غروب آفتاب اور غروب شفق ابیض کے درمیان جو فاصلہ گھنٹہ اور منٹ کی تعیین کے ساتھ دیا گیا ہے، اس کے متعلق یہ یاد رہے کہ یہ تعیین شامی سے نہیں لی گئی ہے، بلکہ شامی کے حوالہ سے تو صرف اتنا بتلایا گیا ہے کہ فجرین (یعنی صبح صادق اور صبح کاذب) کا درمیانی فاصلہ تین درجات کے بقدر ہوتا ہے، اسی طرح شفقین (یعنی شفق احمر اور شفق ابیض) کا درمیانی فاصلہ تین درجات کے بقدر ہوتا ہے، یہ یاد رہے کہ اہل ہیئت کے یہاں ایک درجہ کی مقدار عموماً چار منٹ شمار ہوتی ہے، اس حساب سے یہ فاصلہ بارہ منٹ کا ہوتا ہے، کسی بھی فقہی کتاب میں آپ کو مغرب وعشا کے درمیانی فاصلہ کی تعیین گھنٹہ اور منٹ کے حساب سے نہیں ملے گی اور یہ ممکن بھی نہیں، اس لیے کہ جیسا کہ آگے نمبر (۳) میں تفصیل سے بتلا چکا ہوں کہ یہ فاصلہ مکان وزمان کے اعتبار سے مختلف ہوتا رہتا ہے، اس لیے حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے فتویٰ میں مذکور نقشہ کے متعلق اتنی بات تو یقینی اور حتمی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ یہ نقشہ تمام انڈیا اور اس کے تمام علاقوں یا شہروں کے لیے نہیں ہے، بلکہ نمبر (۴) کی وضاحت کے مطابق کسی خاص مقام کو سامنے رکھ کر تیار کرایا گیا ہے، اس لیے اس کو اسی مقام اور اس کے قرب وجوار میں واقع مقامات کے لیے (اس فن کے اصول وقیود کے مطابق) استعمال کیا جا سکتا ہے، اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کس مقام کے لیے ہے؟ تو خود اس فتویٰ میں تو اس کی صراحت نہیں ہے، البتہ کفایت المفتی: ۳۲/۳ میں حضرت مفتی صاحبؒ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں: ''مغرب کا وقت غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ بیس منٹ سے ایک گھنٹہ پینتیس منٹ تک مختلف موسموں کے لحاظ سے رہتا ہے، ایک گھنٹہ بیس منٹ سے کم نہیں ہے اور ایک گھنٹہ پینتیس منٹ سے زیادہ نہیں ہے''، یہ مستفتی جس کے سوال کے جواب میں حضرت مفتی صاحبؒ نے مذکورہ عبارت تحریر فرمائی ہے، بارک پور کا رہنے والا ہے اور یہ مقام مغربی بنگال میں واقع ہے، حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے تھانہ بھون کے اوقات نماز کے لیے ایک نقشہ تیار فرمایا ہے؛ جس کا نام ''**الساعات للطاعات**'' رکھا ہے، اس میں چند تنبیہات تحریر فرمائی ہیں۔ نمبر: ۵ میں ہے! صبح صادق اور طلوع شمس میں فرق کم سے کم بماہ فروری ومارچ ودسمبر واکتوبر ایک گھنٹہ بیس منٹ اور زیادہ سے زیادہ بماہ جون شروع جولائی ایک گھنٹہ ۳۷/منٹ ہوتا ہے۔ (بوادر النوادر: ۴۲۹/۲)

اس کے بعد اسی رسالہ میں اضافہ وترمیم کے نام سے ایک مضمون اخیر میں دیا، اس میں ''مقام ثانی ترمیم'' کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں: یہ نقشہ بالا ان مقامات میں تو بلا کسی قید کے کام دے سکتا ہے، جہاں کا طلوع وغروب یہاں کے طلوع وغروب کے موافق ہو اور جن مقامات کا طلوع وغروب یہاں سے مقدم ومؤخر ہو وہاں بھی ایک قید سے کام دے سکتا ہے، وہ قید یہ ہے کہ وہاں کے دن کی مقدار یہاں کے دن کی مقدار کے برابر ہو اور وہاں کی رات کی مقدار یہاں کی رات کی مقدار کے برابر ہو، پھر اگر چہ طلوع وغروب یہاں کے موافق نہ ہو تو اگر۔ الخ (بوادر النوادر: ۴۳۲/۲)

حضرت تھانویؒ نے اس نقشہ میں ماہ دسمبر میں طلوع صبح صادق اور طلوع آفتاب کا فرق ایک گھنٹہ بیس منٹ بتلایا ہے، اس سے قطع نظر کہ یہ فرق حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کے اس تاریخ میں بتلائے ہوئے فرق سے آٹھ منٹ کم ہے، ہم اگر اکیس دسمبر کا تھانہ بھون کا طلوع وغروب دیکھ کر وہاں کے دن کی مقدار معلوم کرتے ہیں تو وہ دس گھنٹہ سترہ منٹ ہوتی ہے اور سورت کا اسی دن کا طلوع وغروب (آپ کی مرسلہ تقویم کے مطابق) دیکھ کر سورت کے دن کی مقدار معلوم کرتے ہیں تو دس گھنٹہ چون منٹ ہوتی ہے، حضرت تھانویؒ نے نقشۂ اوقات کے استعمال کیلئے جو اصول ''مقام ثانی ترمیم'' کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ نقشہ یہاں کارآمد نہیں، جس کا نتیجہ لازمی طور پر یہ نکلا کہ صبح صادق اور طلوع آفتاب کا درمیانی فاصلہ جو وہاں ایک گھنٹہ بیس منٹ ہے، سورت میں فاصلہ کی یہی مقدار نہیں؛ بلکہ الگ ہے۔

(۶) ماہرین فن جو جنتریاں تیار کرتے ہیں، باوجود اس کے کہ اصول وقواعد فن کی رعایت کرتے ہوئے وہ جنتریاں تیار کی جاتی ہیں لیکن ان میں بھی اختلاف وفرق ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کے تیار کرنے والے وہ حضرات ہیں جن کی مہارت وثقاہت مسلم ہوتی ہے، اس کے بعد جو حضرات مفتیان عظام اور علماء کرام ان کی تصدیق وتائید فرماتے ہیں وہ بھی ان تیار کرنے والے حضرات کی فنی مہارت وشہرت پر اعتماد کرتے ہوئے غلبۂ ظن کی بنیاد پر تائید وتصویب کرتے ہیں، نہ وہ جنتریاں قطعی ہیں کہ ان میں سہو ونسیان کا امکان نہ ہو، اور نہ حضرات علماء کی طرف سے کی گئی تائید وتصویب قطعی ہے کہ اس کو نص قطعی کا درجہ دے کر دوسروں کی تغلیط وتردید کی جائے، جب مذاہب فقہیہ اربعہ کے مسائل اجتہادیہ میں قطعیت کا دعویٰ کرنے کی اجازت نہیں ہے حالاں کہ ان کی بنیاد دلائل اربعہ پر ہے تو پھر جنتریوں کے معاملہ میں یہ غلو کیا معنی رکھتا ہے؟

ایسا ہی ایک سوال سیدی فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ سے کیا گیا، اس کا حضرتؒ نے جو جواب دیا وہ چشم کشا اور دل ودماغ کے تمام شکوک وشبہات کی جڑ کاٹنے والا ہے اور حضرتؒ کی عمیق فقہی بصیرت کا غماز، لیجیے اس کو پڑھ لیجیے:

سوال: پاکستان سے ایک تحقیق بہ سلسلۂ وقت فجر وعشاء شائع ہوئی ہے کہ صبح صادق کا وقت جو کہ جنتریوں میں چھپتا ہے وہ صحیح نہیں ہے، رمضان شریف میں اس وقت کے لحاظ سے نماز فجر قبل طلوع صبح صادق ہو جاتی ہے، جب کہ متصل ختم وقت سحر پڑھی جاوے، دریافت طلب یہ ہے کہ یہ تحقیق آپ کے نزدیک صحیح ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شخص نماز فجر متصل وقت سحر پڑھے تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداً و مصلیاً: مجھے فلکیات میں درک نہیں ہے، ایک دفعہ مدرسہ کی جانب سے افطار وسحر سے

متعلق جنتری کا مرتب کرنا میرے سپرد کر دیا گیا تھا، اس لیے صبح صادق، طلوع یا زوال، مثلین یا غروب شمس، غروب شفق کی تحقیق وتفتیش کے لیے متعدد جنتریوں کو سامنے رکھا، دور بین سے دیکھا، دھوپ گھڑی سے کام لیا، قطب نما اور قبلہ نما سے مدد لی، ایک ہی مقام سے متعلق ایک سے لیکر ۱۸/منٹ تک فرق نکلا۔ تقریباً دو ہفتہ تک کوشش کر کے معذرت کر دی تھی کہ یہ کام میرے بس کا نہیں۔ ایک ضلع کے ایک قصبہ میں ایک وقت سحری کھائی جارہی ہے اور اسی وقت دوسرے قصبہ میں نماز فجر ادا کی جارہی ہے۔ اب یا تو ایک قصبہ والوں کے روزے غلط، یا دوسرے قصبہ والوں کی نماز فجر غلط۔ جنتری اور نقشہ دونوں کے پاس موجود۔ گھڑی دونوں تار سے ملاتے ہیں اور بعض نصف النہار سے بھی ملاتے ہیں اور ہر جنتری کو تصدیق علما کا شرف بھی حاصل ہے۔ اگر سحری صبح کے وقت مشتہر سے قبل ختم کر دی جائے اور نماز فجر اسفار میں ادا کی جائے جو کہ اصل مذہب ہے تو کوئی خدشہ نہ رہے یا اسفار میں نہ ہو تو کم از کم اتنا تو لحاظ کر لیا جائے کہ یہ خدشہ دفع ہو کر نماز بالتعین صحیح وقت پر ادا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ محمودیہ: ۳۹۱/۱۶) (موجودہ نسخہ: ۳۶۱/۵-۳۶۲)

مذکورہ بالا تمہید کے بعد آپ کے سوال کا جواب دیتا ہوں۔

اسلامی احکامات سے واقف حضرات پر یہ مخفی نہیں کہ اسلام تمام امور میں سادگی و بے تکلفی اور فطری طریقے اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے اور ہر ہمہ گیر مذہب کیلئے ایسا کرنا ضروری ہے، کیونکہ آلات اور فنی حسابات کے جاننے والے لوگوں کا اور اس سے متعلق چیزوں اور آلات کا ہر جگہ مہیا ہونا یقینی نہیں ہوتا، اگر ان فنی اصول وآلات پر احکام شرعیہ کا دارومدار ہوتا تو وہ بہت سے لوگوں بلکہ شاید اکثریت کے لیے ناقابل عمل ہو جاتے یا طویل مدت (آلات کے ایجاد کا زمانہ آنے تک) عمل نہ ہو سکتا۔ اسلام جس کے مخاطب عرب وعجم، دیہاتی اور شہری آبادیوں سے دور اور وسائل زندگی سے مہجور، صحرانورد و بادیہ نشیں اور خلاباز وکوہ پیما؛ غرضیکہ ہر طرح اور سطح کے لوگ ہیں اس کے قوانین میں سب ہی کی رعایت کی گئی ہے، اس وجہ سے ہر عمل کا وہ طریقہ بتلایا گیا ہے جو سب کے لیے آسان ہو اور اس کی تعمیل ''تکلیف مالا یطاق'' کا مصداق نہ ہو، چنانچہ عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز جس کا تعلق وقت سے ہے، اس کے وقت کی تعیین کے سلسلہ میں بھی شریعت نے اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی بنیاد آفتاب کے طلوع وغروب وزوال اور صبح وشفق جیسی آسمانی نشانیوں پر رکھی جن کا پہچاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہر خواندہ اور ناخواندہ، شہری و دیہاتی کے لیے بسہولت ممکن ہے۔ اور شروع اسلام سے لے کر آلات رصدیہ کی ایجاد تک بلکہ اس کے بعد بھی آج تک ان مقامات میں جہاں ان کا حصول دشوار ہے، اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا اور ہو رہا ہے۔ البتہ بعض عارضی عوامل وموانع (ابر وبارش وغیرہ) کی وجہ سے ان علامتوں کی تعیین یا پہچان بعض لوگوں کے لیے دشوار ہو جاتی ہے، ایسی صورت میں

شریعت ہی کے ایک دوسرے بنیادی اصول (یعنی جہاں قطعی علم و معرفت ممکن نہ ہو یا دشوار ہو غلبۂ ظن کو اس کے قائم مقام شمار کیا جائے) پر چلنے کی بھی اجازت دی ہے۔ اسی غلبۂ ظن کے حصول کا ایک طریقہ وہ جنتریاں بھی ہیں جو فن ہیئت کے اصول وقواعد کے مطابق تیار کی جاتی ہیں۔ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بعض مرتبہ فن کے جاننے والوں میں ان کی مہارت وثقاہت وحذاقت کے باوجود اختلافات ہوتے ہیں۔ مثلاً اطباء میں مرض کی تعیین وتشخیص اور علاج کی تجویز اور طریق علاج میں اختلاف ہوتا ہے اور یہ اختلاف لوگوں کو اس فن سے استفادہ سے مانع اور رکاوٹ نہیں بنتا، بلکہ ایسے مواقع میں ہر آدمی اس کو جس پر زیادہ اعتماد ہوتا ہے اس کی بات پر عمل کرتا ہے اور اپنا کام چلاتا ہے، یہاں بھی اسی اصول کو مدنظر رکھ کر جس کی مہارت وثقاہت وحذاقت پر اعتماد ہو اور اس کی تیار کردہ جنتری سے غلبۂ ظن حاصل ہو جاتا ہے، اس پر شرعاً عمل کرنے کی اجازت ہے، یہ حکم خود عمل کرنیوالے کے لیے ہے، لیکن اس کو یہ حق نہیں کہ دوسرے پر یہ حکم لازم کردے؛ بلکہ اگر دوسرے آدمی کو دوسرے کی تیار کردہ جنتری پر اعتماد ہو اور وہ اس پر عمل کر رہا ہے تو اس کو اس پر عمل کرنے سے منع نہیں کرسکتا، اب اگر کوئی احتیاطی پہلو کو مدّنظر رکھتے ہوئے ایسی صورت اختیار کرے کہ دونوں جنتریوں کے مطابق عبادات کی یقینی ہو جائے اور کوئی شک وشبہ نہ رہے، تو یہ بہتر اور افضل کہلائے گا۔ اب ایک جواب فقیہ الامّت حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب کا نقل کرتا ہوں؛ جس میں یہی بات مختصر اور جامع عبارت میں پیش کی گئی ہے۔

سوال: ہر شہر میں مقامی ریلوے وقت، پوسٹ کا نماز کے لیے مقامی وقت میں آدھا گھنٹہ سے زیادہ فرق پڑ جاتا ہے، اس لیے شریعت کے مسئلہ سے واقف کرائیں تاکہ مقامی لوگوں کو وقت نماز صحیح معلوم ہو جائے، چند لوگوں نے ریڈیو کے وقت پر زور دیا ہے، مشاہدہ ہے کہ بجلی کی کڑک اور چمک سے دو تین سکنڈ اور زیادہ بھی فرق پڑ جاتا ہے، گو ایک ہی میل کے اندر ہی واقع ہوتے ہیں بجلی سے چلائی جانے والی ریڈیو، رصدگاہ مدراس سے ہم تک سو کیلومیٹر سے زائد ہے، چار پانچ منٹ کا فرق ہو جاتا ہے، اکثر مسجدوں میں صحیح وقت بتانے والی گھڑی مستعمل ہے جو بہت ہی قیمتی ہے اس کے پرزے گرمی اور جاڑے میں صحیح وقت بتاتے ہیں، ایسی گھڑی کا استعمال کرنا لازم ہے یا اندازہ سے نماز ادا کرلینی چاہئے، مقامی وقت (جس مسجد میں) دریافت کرلینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اوقات الصلوٰۃ کے مطابق غروب آفتاب میں دس منٹ زیادہ کرلیتے ہیں، ایک مقام پر طلوع اور غروب میں کتنے منٹ کا اضافہ کرلینا چاہیے؟ شہر میں کئی مسجدیں ہوں ایک ساتھ اذان دینا ناممکن ہے، اگر آگے پیچھے ہو جائیں تو کیا درست ہے؟

الجواب حامدًا ومصلیاً: اوقات نماز کی تعیین اصالۃً علامات سماویہ سے کی جاتی ہے، جیسا کہ قرآن کریم،

حدیث شریف اور کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے انہیں علامات سے جنتریاں بنائی جاتی ہیں، اگر ان علامات سے واقفیت نہ ہو، ابر و باراں وغیرہ کی وجہ سے علامات کا ظہور نہ ہو تو واقفینِ فن کی بنائی جنتریوں پر مجبوراً اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ جس جنتری اور جس گھڑی پر صحت کا ظن غالب ہو اور تجربہ سے اس کا صحیح ہونا معلوم ہو چکا ہو اس کے مطابق عمل کر لینا براءۃ ذمہ کے لیے انشاء اللہ کافی ہے۔ طلوع، غروب، زوال، صبح صادق کا وقت ہر علاقہ میں یکساں نہیں۔ اس لیے اوقات نماز میں بھی تفاوت ہو جاتا ہے۔ ایک ہی شہر کے متعدد مساجد میں اگر اذانیں قدرے تفاوت سے ہوں تب بھی درست ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۳۳۵)

خلاصۂ جواب یہ ہے!

عملی طور پر آپ کے لیے دو صورتیں ہیں:

(۱) پہلی صورت جو مستحسن و احتیاط والی ہے وہ یہ ہے کہ آپ اس طرح عمل کریں کہ دونوں تقویموں کے اعتبار سے آپ کا روزہ اور اذان و نماز درست ہو جائیں۔ مثلاً: آپ کی سوال میں ذکر کردہ تاریخ اکیس دسمبر کو آپ روزہ تو ۵:۴۳ سے پہلے بند کر دیں، اور اذان ۵:۵۲ کے بعد دیں۔

(۲) دوسری صورت جو جائز ہے، وہ یہ ہے کہ دونوں میں سے جس تقویم پر اعتما ہو اس پر عمل کریں، لیکن دوسری تقویم پر عمل کرنے والے کی تغلیط نہ فرمائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

نوٹ:

اس جگہ یہ بتلا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ منیار صاحب کی تیار فرمودہ تقویم کو مفتیان گجرات کی تصدیق کا شرف حاصل ہے اور جس حسابی فارمولہ کے مطابق یہ تیار کی گئی ہے، اس کے مطابق کراچی میں تیار کیے گئے ''عالمی نقشۂ اوقات نماز'' کو حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ (صدر مفتی و شیخ الحدیث مدرسہ بنوریہ کراچی) اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم (شیخ الحدیث و مفتی دار العلوم کراچی) کی تصدیق کا شرف اور اسی حسابی فارمولہ کے مطابق دہلی میں تیار کردہ کتابچہ اوقات الصلوٰۃ کو حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب مدظلہم (شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند ماہر علم ہیئت) اور مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہم (شیخ الحدیث وقف دار العلوم دیوبند) اور دیگر حضرات علما کی تصدیق کا شرف حاصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد احمد عفی عنہ خانپوری۔ ۱۶/ صفر ۱۴۲۰ھ۔

الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ (محمود الفتاویٰ: ۱/ ۳۸۷-۴۰۲)

دارالعلوم کراچی کے نقشۂ اوقات نماز میں صبح صادق کے وقت پر اعتراض اور اس کا جواب:

محترم واجب الاحترام مفتی تقی عثمانی صاحب زید مجدکم!　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ نے تقریباً ایک مہینہ سے دارالعلوم کے مفتیوں کے ساتھ صبح صادق اور صبح کاذب کے بارے میں گفت وشنید کی جس سے معلوم ہوا کہ ان کو اس فن کا علم ہی نہیں سوائے اندھی تقلید کے۔

جناب مولانا اشرف صاحب بیت المکرّم والے سے تین بار فون پر گفت وشنید کی، اور ان سے عرض کیا کہ ہمیں وقت دیدیں کہ ہم تین آدمی اس بارے میں دلائل سے گفتگو کریں۔ مشاہدات کے لئے میں محمد اشرف جنوبی وزیرستانی، علم جدید کے لئے احمد نفیس انجینئر، علم ہیئت قدیم کے لئے مفتی بلال صاحب۔ لیکن وہ اس پر تیار نہ ہوئے بالآخر تیسری بار یہ فرمایا کہ یہ نقشہ اوقات نماز عباسی صاحب نے مرتب کیا ہے غرضیکہ سوائے اندھی تقلید کے اور کوئی دلائل زیرافق اٹھارہ درجہ پر صبح صادق ہونے کے نہیں تھے۔

آخر میں یہ فرمایا کہ آپ مفتی رفیع عثمانی صاحب اور مفتی تقی عثمانی صاحب سے بات کریں۔

جناب محترم:　　آپ دونوں بھائیوں نے اور علماء حضرات کے ساتھ اندازاً تین بار مشاہدات کئے ہیں اور آپ صاحب نے اپنے قلم سے زیرافق اٹھارہ درجہ صبح کاذب ثابت کیا ہے، پھر آپ نے اسی صبح کاذب کو صبح صادق کیسے ثابت کیا؟ غرضیکہ مشاہدات سے بھی اور احساسات سے بھی آپ دونوں بھائی زیرافق اٹھارہ درجہ پر صبح کاذب کے قائل ہوگئے تھے پھر بغیر مشاہدات اور احساسات کے زیرافق پندرہ درجہ صبح صادق کی کیوں مخالفت شروع کی ہے؟

جناب محترم:　　مؤدبانہ التماس ہے کہ بندوں کو سیدھی راہ دکھانے کی خاطر آئندہ کے لئے ہٹ دھرمی اور اندھی تقلید چھوڑیں اور مسئلے کو صحیح حل فرمائیں، تاکہ عوام کی نماز فجر ضائع ہونے سے بچ جائے امید واثق ہے کہ دارالعلوم سے شائع ہونے والے نقشہ اوقات نماز کی اپنے لکھے ہوئے اصول کے مطابق شائع کرنے کی ہدایت جاری فرمائیں گے۔

یعنی انتہاء سحر پرانے نقشوں کے مطابق، اذان فجر صبح صادق مفتی رشید احمد دامت برکاتہم کے مرتب کردہ حساب کے مطابق، صبح صادق زیرافق پندرہ درجہ پر ہونے کو شائع کرنے کی ہدایت جاری فرمائیں۔ فقط واللہ تعالیٰ

بندہ محمد اشرف عفا اللہ تعالیٰ، جنوبی وزیرستان۔ ۲۲ شوال ۱۴۱۷ھ۔

(مذکورہ تحریر کے بعد سائل کی طرف سے ذیل کا استفتا بھی آیا)

محترم المقام واجب الاحترام مفتیان حضرات زید مجدکم

ومفتی تقی عثمانی صاحب دارالعلوم کورنگی کراچی۔۱۴　　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے حق کو نہ چھپاؤ حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ۔ یہاں کراچی شہر میں صبح وانتہاء سحر وافطار کے نقشے

چھپتے ہیں ان نقشوں میں سحر کے وقت اور اذان فجر کے مابین کوئی فرق نہیں لکھا ہے تعجب کی بات ہے کہ انتہاء سحر کے وقت لاؤڈ اسپیکر پر اذانیں دینا بھی شروع کر دیتے ہیں ساتھ ہی لوگ انفرادی واجتماعی طور پر فجر کی نماز ادا کرتے ہیں لیکن بہت سے ایسے مفتیان وعلماء کرام جن کو معلوم ہے مروجہ جنتریوں میں جو صبح صادق کا وقت لکھا ہے وہ صبح کاذب کا ہے لیکن پھر بھی وہ غلط نقشوں کی نشر واشاعت کر رہے ہیں۔

اب بندہ اپنے پندرہ سال کے عینی مشاہدات لکھ رہا ہے وہ یہ کہ زیرافق اٹھارہ درجے صبح کاذب کا وقت اور زیرافق پندرہ درجے صبح صادق کا وقت ہے نیز پرانے نقشے جو برصغیر پاک وہند میں چھپتے ہیں ان میں صبح وعشا کا وقت غلط ہے جو نقشہ صاحب احسن الفتاوی مفتی رشید احمد صاحب نے مرتب کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

کراچی شہر میں جتنے اوقات مدارس والے یا کوئی اور چھاپتے ہیں اس میں صبح صادق کا وقت غلط ہے، دارالعلوم کراچی کا نقشہ بھی غلط ہے جو صبح کا وقت لکھا ہے وہ صبح کاذب ہے اب آئندہ کے لئے اگر کراچی شہر کے مفتیوں اور علماء نے اس مروجہ جنتری کے غلط ہونے کا فتوی نہیں دیا اور خود بھی عمل نہیں کیا تو جن لوگوں کی نمازیں ضائع ہوئی ہیں ان کا وبال ان علما پر پڑے گا۔

آپ کراچی شہر کے علما سے دردمندانہ اپیل ہے کہ اس مسئلے کے حل کے لئے جدوجہد شروع فرمائیں اور اس بارے میں عینی مشاہدات کریں جس کی صورت یہ ہے کہ کراچی شہر سے باہر جا کر مہینے میں پانچ دن مشاہدات کیے جائیں اس طرح آپ حضرات پر اپنی غلطی روز روشن کی طرح عیاں ہو جائے گی۔

مفتیان کرام کی پانچ رکنی کمیٹی نے نقشہ مرتب کرنے کے جو دو اصول مقرر فرمائے ہیں:

(۱) سال بھر عینی مشاہدات کئے جائیں اس کے بعد نقشہ مرتب کیا جائے۔

(۲) حسابات کے مطابق نقشہ مرتب کیا جائے، لیکن اس کے لئے بھی سال بھر مشاہدات کیے جائیں۔

دارالعلوم کا مرتب کردہ نقشہ ان دونوں اصولوں کے خلاف ہے۔غرضیکہ پورے پاکستان میں شائع کیے جانے والے نقشہ میں صبح صادق کی جگہ صبح کاذب کا وقت لکھا ہے، جب کہ صبح صادق اور کاذب کے مابین بارہ سے بیس منٹ کا فرق ہے۔دوبارہ التماس ہے کہ کراچی کے علما اور مفتیان حضرات اس مسئلے کے حل کے لئے جدوجہد شروع کریں۔میں یہ بات پورے وثوق سے کہہ رہا ہوں کہ دنیا کا کوئی بھی شخص زیرافق اٹھارہ درجہ پر صبح صادق ثابت نہیں کرسکتا اور نہ کر سکے گا اگر کسی کو دعوی ہے تو مشاہدہ کے لئے آئے۔(بندہ محمد اشرف عفا اللہ عنہ)(۱)

(۱) سائل کو جواب میں ٹنڈوآدم کے مشاہدات کے نتیجے میں مرتب کردہ درج ذیل تحریر بھی بھیجی گئی اور ساتھ ہی حضرت والا دامت برکاتہم نے مستقل جواب بھی تحریر فرمایا جو اس تحریر کے بعد درج ہے۔از مرتب عفی عنہ

صبح صادق:

حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم کے رسالہ صبح صادق کے دلائل پر غور وخوض کرنے کے لئے ۱۳/ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ کو مجلس منعقد ہوئی، جس میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم، حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اور حضرت مفتی تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے شرکت فرمائی، اس تحریر میں یہ تمام حضرات متفق تھے اور اس میں سب حضرات کے دستخط بھی ثبت تھے اور مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اگر چہ اس مجلس میں موجود نہ تھے، مگر بعد میں حضرت نے اس تحریر سے اتفاق کیا اور اپنے تصدیقی دستخط ثبت فرمائے۔ یہاں وہ تحریر بعینہ نقل کی جارہی ہے۔

الحمد للّٰہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی، أما بعد :

آج بتاریخ ۱۳/ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ صبح صادق اور عشا کے اوقات کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے مجلس منعقد ہوئی، جس میں مندرجہ ذیل حضرات شامل تھے:

حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب، حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب، حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب، احقر تقی عثمانی۔

اس مجلس میں مولانا رشید احمد صاحب کے رسالہ صبح صادق کے دلائل پر غور کیا گیا اور متعلقہ کتب کی مراجعت کی گئی نیز مسئلہ کی تحقیق اور مشاہدات کے لئے ٹنڈو آدم کا سفر کیا گیا، اس کے نتائج زیر غور آئے، بحث وتمحیص کے بعد مندرجہ ذیل باتیں پایہ ثبوت کو پہنچیں:

(۱) مروجہ جنتریوں میں صبح صادق اور عشا کا جو وقت لکھا ہوا ہے، وہ اس وقت کا ہے جب آفتاب افق سے اٹھارہ درجے نیچے ہوتا ہے، اس کی تصریح محکمہ موسمیات نیول ہیڈ کواٹر کے خطوط رسالہ صبح صادق، ص: ۶۵، ج:۲، و ص: ۶۷ میں موجود ہے اور ناٹیکل المینک جو گرین وچ سے شائع ہوتی ہے، اس سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

(۲) اٹھارہ درجے زیر افق فلکیات کے جدید ماہرین کی تصریحات کے مطابق وہ وقت ہے، مشرق کی طرف صبح کو اس سے پہلے اور مغرب کی طرف رات کو اس کے بعد کوئی ہلکی سی روشنی بھی افق پر نہیں ہوتی آخر شب میں، جو روشنی سب سے پہلے نمودار ہوتی ہے، اسے اسٹرانومیکل ٹوایلائٹ کہتے ہیں۔

(۳) ہیئت کی قدیم کتابوں سے بھی قول راجح ومشہور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اٹھارہ درجہ زیر افق صبح کاذب کا وقت ہے، نہ کہ صبح صادق کا، بعض کتب میں سترہ زیر افق اور بعض میں انیس زیر افق کے اقوال بھی بصیغہ تمریض موجود ہیں، لیکن وہ مرجوح ہیں۔

(۴) اس مسئلہ کے زیر غور آنے کے بعد متفرق ایام میں جتنے مشاہدات کیے گئے، ان میں سے کسی میں بھی

مروجہ جنتریوں کے مطابق صبح صادق نہیں ہوئی، بلکہ اس کے بعد ہوئی ان سب امور سے ثابت ہوتا ہے کہ مروجہ جنتریوں میں صبح صادق کے نام سے جو وقت لکھا گیا ہے، وہ حقیقت صبح کاذب کا ہے اور غالباً روزہ کے بارے میں احتیاط کے پیش نظر لکھا گیا ہوگا۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ پھر صبح صادق کا صحیح وقت کیا ہے؟ اس کا تعین دو طریقوں سے ممکن تھا، ایک مشاہدات، دوسرے حسابات۔ جہاں تک مشاہدات کا تعلق ہے، ان کی بنیاد پر کوئی جنتری اس وقت بنائی جاسکتی ہے، جب کہ سالہا سال مکمل مشاہدات کیے جائیں اور ظاہر ہے اس کے مواقع میسر نہیں اور جو تھوڑے بہت مشاہدات کئے گئے، ان سے سال بھر کے لئے اوقات کا تعین ممکن نہیں تھا، دوسرا طریقہ حسابات کا تھا حضرت مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ نے بعض ہیئت کی کتابوں کی تصریح کے مطابق پندرہ درجے زیر افق صبح صادق کا وقت قرار دے کر حسابات سے اس کا نقشہ بنایا ہے، علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ صبح صادق اور صبح کاذب کے درمیان تین درجات کا فرق ہے اور جب مذکورہ بالا دلائل کی رو سے ثابت ہوا کہ صبح کاذب اٹھارہ درجہ زیر افق پر ہوتی ہے، تو علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان سے یہی نتیجہ نکلے گا کہ صبح صادق پندرہ درجہ زیر افق پر ہوگی، اس بنا پر حضرت مفتی رشید احمد صاحب نے صبح صادق کے جو اوقات نکالے ہیں، ان کا مقابلہ ٹنڈو آدم کے مشاہدات سے کیا گیا تو زیادہ سے زیادہ تین منٹ کا فرق نکلا، مگر یہ تین منٹ کا فرق صبح کاذب میں بھی تھا۔ اس لئے صبح کاذب اور صادق کے درمیان پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ مفتی رشید احمد صاحب نے بارہ جون کو وہاں کے لئے چار بج کر تین منٹ صبح کاذب (اٹھارہ زیر افق) کا اور چار بج کر بیس منٹ صبح صادق (پندرہ درجہ زیر افق) کا وقت لکھا ہے، مگر مشاہدہ سے صبح کاذب پورے چار بجے اور صبح صادق چار بج کر سترہ منٹ پر نظر آئی، یہ تین منٹ کا فرق شبہے کی وجہ بن سکتا تھا، لیکن بقول حضرت مفتی صاحب مدظلہم طول وعرض نصف النہار کے پیش نظر اتنا فرق ہوسکتا ہے، اس کے لئے مفتی صاحب کی رائے میں بھی پانچ منٹ کی احتیاط ضروری ہے اور بعد میں مفتی صاحب نے دوبارہ احتیاط کے ساتھ اس تاریخ اور اس طول وعرض کا حساب نکالا تو معلوم ہوا کہ فرق صرف ایک منٹ کا تھا اور پہلے حساب میں کچھ غلطی ہوگئی تھی۔

بہرکیف مذکورہ بالا تحقیق سے ہمیں بھی یہ ظن غالب ہوتا ہے کہ مولانا مفتی رشید احمد صاحب نے جو حسابی طریقہ سے اوقات نکالے ہیں، اس کے مطابق نقشے بنالینے میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن معلوم ہوا کہ بعض دوسرے علما کا اس پر اطمینان نہیں ہوسکا، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ صبح صادق پندرہ درجے زیر افق سے پہلے ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ ہمارے ظن غالب کی بنیاد بھی حسابات ہیں، نہ کہ ایسے مسلسل مشاہدات جو کہ دائمی جنتریوں کی بنیاد بن سکیں، جب کہ شریعت میں اصل مدار مشاہدات پر ہے اور حسابی جنتریوں پر اعتماد اس وقت صحیح ہوسکتا ہے، جب کہ مشاہدات سے متواتر تائید ہوگئی

ہو، اس لئے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ نقشوں میں وقت فجر کے لئے دو خانے الگ الگ لکھے جائیں، ایک کا عنوان ہو احتیاطی منتہاء سحر اور اس کے تحت قدیم معمول کے مطابق قدیم جنتریوں کے اوقات لکھے جائیں، دوسرا عنوان ہو وقت اذان فجر اور اس میں حضرت مفتی رشید احمد صاحب کے نکالے ہوئے اوقات صبح صادق لکھے جائیں، دونوں کے درمیانی وقت میں نہ سحری کھائی جائے اور نہ نماز پڑھی جائے۔

احقر محمد تقی عثمانی۔۱۴ ذیقعدہ ۱۳۹۲ھ۔

اس سے اتفاق ہے، اگرچہ میں حاضر مجلس نہ تھا۔

محمد شفیع عفا اللہ عنہ۔۱۴/ذیقعدہ ۱۳۹۲/ہجری، دار الافتاء دار العلوم کراچی نمبر ۱۴۔

محمد عاشق الٰہی، رشید احمد، العبد محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ، بندہ عبد الرؤف سکھروی۔۲۱ شعبان ۱۴۱۷ھ۔(۱)

الجواب

محترمی ومکرمی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ صبح صادق کے مسئلے پر حضرت والد صاحبؒ اور حضرت مولانا بنوری صاحب قدس سرہ کے زمانے میں مہینوں تحقیق جاری رہی، جس میں مشاہدات بھی کئے گئے اور حسابی تحقیق بھی کی گئی، آپ نے ٹنڈو آدم کے جس مشاہدے کا ذکر فرمایا ہے، وہ متعدد مشاہدات کا ایک مرحلہ تھا کوئی حتمی مشاہدہ نہیں تھا، اس وقت یہ بات سب پر واضح تھی کہ مطلع گرد آلود ہونے کی بنا پر اس مشاہدے کو کسی حتمی فیصلے کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا۔ اس کے بعد بھی متعدد مشاہدات کئے گئے کتابی تحقیق بھی ہوئی، بالآخر حضرت والد صاحبؒ اور حضرت مولانا بنوری صاحبؒ دونوں نے حضرت مفتی رشید احمد صاحب مد ظلہم کی تحقیق سے اختلاف اور اس پر عدم اطمینان کا اعلان فرمایا، اس کے بعد انہی حضرات کے حکم سے خود احقر نے ایک مفصل تحریر حضرت مفتی رشید احمد صاحب مد ظلہم العالی کی خدمت میں بھیجی، جس میں ان بزرگوں کے فیصلے کی وجوہ عرض کی تھیں، حضرت مد ظلہم کی طرف سے اس تحریر کا کوئی جواب بھی موصول نہیں ہوا، بہر صورت یہ مسئلہ مہینوں کی محنت اور تحقیق ومشاہدہ کے بعد کم از کم ہماری حد تک واضح ہو گیا، افسوس ہے کہ اس کے باوجود ہر موقع پر ٹنڈو آدم کے اس نا تمام مشاہدے کی بنیاد پر بزرگوں کو مطعون کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ان حضرات کی بعد کی تحریروں، مشاہدات اور زبانی گفتگو کا کوئی حوالہ نہیں دیا جاتا۔

بہر کیف! اگر کسی صاحب کو حضرت مفتی رشید احمد صاحب مد ظلہم کی تحقیق پر ہی اعتماد ہے تو بے شک اس پر عمل

(۱) مذکورہ بالا تحریر کے علاوہ حضرت والا دامت برکاتہم نے سائل کے استفتا کے جواب میں باقاعدہ فتویٰ بھی تحریر فرمایا، جو درج ذیل ہے۔ مرتب عفی عنہ

فرمائیں۔لیکن مذکورہ بزرگوں کے موقف کو اندھی تقلید پر مبنی قرار دینا اوران وفات یافتہ بزرگوں کے بارے میں زبان طعن دراز کرنا کسی طرح مناسب نہیں۔ والسلام

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔۲۵/۱۱/ ۱۴۱۷ھ (فتوی نمبر: ۲/۲۶۰) (فتاویٰ عثمانی: ۱/۳۸۲-۳۸۸)

تخریج اوقات وسمت قبلہ کے قواعد اور قطبین کے قریب اوقات نماز کی تعیین کا ضابطہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۸/شوال ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۲/ستمبر ۱۹۷۷ء

بخدمت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی　　مہتمم دارالافتاء والارشاد، ناظم آباد کراچی، پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تقریباً ایک سال ہوا؛ یہاں آلبنی (Albany new york) میں اسلامی مرکز اور مسجد کے لئے نقشہ بنتے وقت سمت قبلہ کے تعین کا مسئلہ پیش آیا تھا، ہم میں کسی کو اس پر مسلم علما کی تحقیق کا پتہ نہ تھا۔علم ہیئت کی تھوڑی بہت شد بد جو مجھے تھی اس کی بناء پر میں نے کروی مثلث حل کر کے یہاں کی سمت قبلہ محسوب کی (جو بعد میں امریکہ اور کنیڈا کی انجمن طلبہ مسلمین کی طرف سے شائع شدہ ایک چارٹ سے مقابلہ کرنے پر اور پھر آپ کے دئے ہوئے قواعد کے ذریعہ حساب لگانے پر بحمد اللہ صحیح ثابت ہوئی) لیکن مجھے اس وقت کچھ اطمینان نہیں تھا۔بہر حال اسی موقع سے مجھے اس کا شوق پیدا ہو گیا کہ میں اس مسئلہ میں اور دوسرے متعلقہ مسائل جیسے اوقات نماز کی تخریج ، رؤیت ہلال ہجری اور عیسوی تقویموں کی مطابقت کے بارے میں شرعی احکامات اور علم ریاضی اور ہیئت کی رو سے ان کے لئے صحیح ضابطے معلوم کروں ، میرے اس شوق کی تسکین بڑی حد تک جلد ہی ہو گئی ، کیوں کہ پچھلی سردیوں میں پاکستان جانے پر مجھے اتفاقاً اپنے والد صاحب (محمد عثمان ابدالی صاحب) کے پاس ملک بشیر احمد بگوی صاحب کی کتاب ''فن تخریج سمت قبلہ واوقات اسلامی'' مل گئی اور پھر اس میں آپ کے اسم گرامی کا حوالہ دیکھ کر میں نے آپ کی کتابیں ''صبح صادق'' اور ''ارشاد العابد'' بھی خرید لیں ، یہ میرے لئے بے حد معلومات افزا ثابت ہوئیں اور ان کے ملنے سے مجھے اتنی خوشی ہوئی جس کا بیان مبالغہ آمیز سمجھا جائے گا۔

واپسی کے بعد میری خواہش رہی کہ میں ایسے کمپیوٹر پروگرام لکھوں ، جس میں کسی بستی کے لئے بھی حسب طلب اوقات نماز اور سائے کے ذریعے سمت قبلہ متعین کرنے کی جدول فراہم ہو سکے، خدا کا شکر ہے کہ یہ پروگرام مکمل ہو گئے ہیں اور بظاہر صحیح کام کر رہے ہیں۔ان پروگراموں کے نتیجوں کے چند نمونے ارسال خدمت ہیں، ان نتائج کو میں نے آپ کی کتاب ''صبح صادق'' میں دئے ہوئے اوقات سے مقابلہ کر کے صحیح پایا ہے۔تھوڑا بہت فرق جو ہے وہ

کچھ تو کمپیوٹر کے حساب کی تقریبی غلطیوں (Approximation errors) پر محمول کیا جا سکتا ہے اور دوسرے اس بات پر کہ پروگرام میں میل شمسی وغیرہ ہر وقت کے لئے محسوب کیا جاتا ہے، بجائے اس کے کہ دوپہر کے وقت کی قیمت استعمال کی جائے۔اس فرق کی تفصیل میں آگے عرض کروں گا۔

اس پروگرام کی درآمد ایسی معلومات ہوتی ہیں: مقام کا نام، عرض بلد، طول بلد کیا ہے؟ معیاری وقت کا طول بلد کیا ہے؟ کیا کسی مخصوص سال کا حساب درکار ہے یا ''دائمی'' (اس کے لئے فی الوقت ۱۹۷۸ء استعمال ہوتا ہے) کیا گرمی اور سردی کے وقت کا فرق ملحوظ رکھا جائے؟ کیا صرف اوقات نماز کی جدول چاہئے یا صرف سایہ سے قبلہ متعین کرنے کی جدول یا دونوں؟ عصر کا وقت سائے کے یک چند ہونے پر لیا جائے یا دو چند؟ پروگرام کی برآمد ایسے نقشے ہیں جن کے نمونے حاضر خدمت ہیں۔

اس پروگرام کے لکھنے میں ایک یہ خیال میرے ذہن میں رہا کہ اگر چہ اوقات نماز کے لئے تو دائمی جدول ہی مناسب ہے، کیوں کہ سال بسال اوقات میں صرف ایک آدھ منٹ کا ہی فرق پڑتا ہے اور وہ بھی ہر چار سال کے بعد بہت خفیف رہ جاتا ہے۔مگر سائے کے ذریعے مختلف تاریخوں میں سمت قبلہ کی تعیین میں وقت کے اتنے سے سالانہ تغیر کے اثر سے غلط سال کے چارٹ سے متعین کی ہوئی سمت قبلہ میں ایک درجہ بھر (یا اس سے ذرا زیادہ) غلطی کا احتمال ہے۔اس لئے خصوصاً مسجدوں کی توجیہ کے لئے اگر ہر سال کا زیادہ صحت سے چارٹ بن سکے تو اور بہتر ہوگا۔دوسرا خیال یہ رہا کہ اب کمپیوٹر اور دستی کیلکو لیٹر اتنے عام اور زود فراہم ہوگئے ہیں کہ جدولوں کا استعمال غیر ضروری ہوتا جا رہا ہے۔مثلاً اب کمپیوٹر پروگراموں میں مثلثی نسبتیں اور لوکارتم وغیرہ جمع کر کے رکھنے کی بجائے کفایت اور سہولت اس میں محسوس ہوتی ہے کہ ان چیزوں کی جب بھی ضرورت ہو، ان کو نئے سرے سے محسوب کر لیا جائے، اس لئے میرے پروگرام میں بھی ''میل شمسی''، وغیرہ کی جدولیں استعمال نہیں ہوتیں۔ بلکہ ہر چیز صرف معدودے چند مستقل مقداروں کی بنیاد پر محسوب کی جاتی ہے۔ چنانچہ ہر مخصوص تاریخ کے مخصوص وقت نماز کے لئے پہلے مدار میں سورج کا طول بلد محسوب کیا گیا ہے۔اس سے صعود مستقیم (Right ascension) اور میل شمسی اور ساعتی زاویہ (Hour angle) پھر کوکبی وقت (Sidereal time) اور اس سے مقامی وقت اور معیاری وقت، نماز کے وقت کی تقریبی قیمت سال کے پہلے دن کے لئے دو دفعہ عمل کر کے نکالی گئی ہے اور پھر ہر گذشتہ روز کے وقت کو اگلے دن کے وقت کی تقریب کے طور پر استعمال کیا گیا ہے، ہر سال کے لئے چند ابتدائی مقداریں ۱۹۰۰ء کے حوالے کی مستقل مقداروں سے محسوب کی گئی ہیں۔اس طرح سالوں کے فرق کا اثر بھی ملحوظ رہتا ہے اور دائمی جدولوں میں بھی حساب انشاء اللہ زیادہ قابل اعتبار اور صحیح ہوگا۔

ہاتھ سے یا کیلکو لیٹر کی مدد سے بھی کسی سال بھر کے لئے اتنا حساب بہت وقت طلب ہوگا اور غلطیوں کے مواقع بھی بہت بڑھ جائیں گے، لیکن کمپیوٹر سے جب کام لیا جا رہا ہو تو حساب کی اس طوالت میں کوئی نقصان نہیں ہے۔اپنے

استعمال کئے ہوئے ضابطے علیحدہ سے لکھ کر حاضر کررہا ہوں ان میں جو مستقل اعداد استعمال ہوئے ہیں وہ ہر سال American Ephemeris کی تمہید میں موجود رہتے ہیں۔ اس میں New comb,s table کا بھی حوالہ دیا رہتا ہے، جس میں یہ اعداد اخذ کئے گئے ہیں۔ ان Tables میں سورج کی حرکت کے حساب میں اور بہت طرح کی Perturbations اور دوسری پیچیدگیوں کی بھی تفصیل ہے، لیکن میرے پروگرام میں یہ سب نظر انداز کی گئی ہیں، کیونکہ ان کو شامل کرنے سے ایک منٹ بھر کے درجہ صحت میں مزید ترقی نہیں ہوتی اور حساب مشکل ہوجاتا ہے اگر پروگرام کے نتائج یا زیر استعمال حسابی ضابطوں میں آپ کو کوئی عیب نظر آئے یا اس کی بہتری کی کوئی بات آپ کے ذہن میں آجائے تو ضرور مطلع فرمایئے گا۔

یہ پروگرام شمال کے بعض شہروں کے لئے کام نہیں کرتا، کیوں کہ وہاں عام معنوں میں فجر اور عشا کے اوقات نہیں ہوتے۔ آپ کو خط لکھنے کا میرا اصل مقصد انہی مسائل میں آپ کی رائے دریافت کرنا ہے۔

یہ سوال اکثر پوچھا جاتا ہے کہ قطبین پر جہاں چھ مہینے رات رہتی ہے، نماز کن اوقات میں پڑھی جائے، اس کا تشفی بخش جواب سننے سے اب تک محروم ہوں۔ لیکن چوں کہ قطبین پر اور منجمد منطقوں میں آبادی (مسلمانوں کی) نہیں ہے، اس لئے اس سوال کی فی الوقت عملی اہمیت زیادہ نہیں ہے۔ مگر شمالی امریکہ اور یورپ کے بہت سارے اتنے اونچے عرض بلد کے مقامات ہیں جہاں مسلمان موجود ہیں لیکن جہاں بعض تاریخوں میں فجر اور عشا کے اوقات سورج کے رأسی فاصلہ (Zenith distamce) کی تعریف کی رو سے متعین نہیں ہوتے (آپ کی کتاب ''صبح صادق'' میں یہ خانے خالی چھوڑ دئے گئے ہیں) پھر قطبین کے اور قریب کے مقامات میں مغرب کی تعیین بھی ایسی تعریف سے ناممکن ہے چوں کہ وہاں ان تاریخوں میں سورج افق تک نیچے نہیں اترتا بلکہ آسمان میں دائرہ لگاتا رہتا ہے۔ ان مقامات کے لئے یہاں کئی حضرات نے یہ رائے دی ہے کہ ان میں مکہ مکرمہ کے اوقات استعمال کئے جائیں۔ کچھ دوسرے حضرات کا یہ خیال ہے کہ ان جگہوں میں قریب ترین دوسرے ان مقامات کے اوقات اختیار کئے جائیں جہاں ایسے اوقات ممکن ہیں۔ مجھے یہ نہیں معلوم ہے کہ یہ رائیں کتنی مستند ہیں۔ لیکن ان دونوں سے مجھے اب تک تسلی نصیب نہیں ہوئی ہے۔ مکہ مکرمہ کے اوقات اختیار کرنے میں مجھے یہ مشکل نظر آتی ہے (جو شاید دوسروں کی نظر میں قابل اعتناء نہ ہو) کہ اس طرح عرض بلد بڑھنے سے اوقات کا تغیر غیر مسلسل طریقے سے واقع ہوتا ہے۔ یعنی یوں تو شمال کی طرف ہر چند میل بڑھنے پر اوقات نماز میں صرف چند منٹوں کا فرق (بتدریج) پڑتا ہے، لیکن جس نقطہ سے مکہ مکرمہ کے اوقات اختیار کئے جائیں وہاں پر اوقات نماز میں اچانک گھنٹوں کا فرق پڑ جائے گا۔ اس طرح یہ صورت پیش آئے گی کہ دو بستیاں جو شمالاً جنوباً معمولی سے فاصلہ پر واقع ہیں ان میں اوقات نماز بالکل مختلف ہوں گے حالانکہ تمام فلکی مظاہر اور سورج کی حرکت کے اعتبار سے ان میں اوقات کا فرق معمولی اور بتدریج ہوتا ہے۔ دوسرے طریقے (یعنی جس مقام میں تخریج اوقات نہ ہو سکے وہاں قریب

ترین مقام کے اوقات لے لئے جائیں) میں جو حل بیان ہوا ہے وہ میری سمجھ میں نہیں آیا ہے کیوں کہ اگر کسی اونچے عرض بلد کے مقام کے لئے صرف اسی طول بلد پر واقع کم عرض بلد کے مقام کی تلاش کی بھی جائے تو کیسے؟ سب سے پہلے ایک ایسا مقام آئے گا جہاں سورج کا طلوع غروب پر منطبق ہوگا (یہاں دائرۃ الشّمس افق کو مس کرتا ہے) ذرا اور نیچے جانے پر طلوع اور غروب تو مختلف ہوں گے مگر فجر اور عشاء ایک ہوں گے۔ پھر جیسے جیسے عرض بلد اور کم ہوتا جائے گا فجر اور عشاء میں فرق بڑھتا جائے گا، مگر یہ بالکل واضح نہیں ہے کہ فجر اور عشاء میں کتنا عرصہ کم از کم ہونا چاہئے۔ دوسرے کیا طلوع وغروب کے اوقات ایک مقام کے اختیار کئے جائیں اور فجر وعشا کہیں اور کے؟

عشا اور فجر کے بارے میں یہ صورت حال بھی خاصی پریشان کن ہے کہ اونچے عرض بلد کے مقامات پر بعض تاریخوں میں اگرچہ عشا اور فجر دونوں واقع ہوتے ہیں اس لئے کہ وہاں سورج مغرب اور مشرق دونوں میں رأس سے ۱۰۵ (ڈگری) نیچے پہنچ جاتا ہے، لیکن ان دونوں اوقات کے درمیان کا عرصہ بہت مختصر ہوتا ہے مثال کے طور ۵۲ (ڈگری) شمال پر ۷/جون کو (بحوالہ کتاب صبح صادق ص: ۳۷) عشا کا وقت رات کے ۱۱ بجکر ۳۴ منٹ پر شروع ہے پھر اس کے ۵۲ منٹ کے اندر ۱۲ بجکر ۲۶ منٹ پر فجر کے وقت کی ابتدا ہوجاتی ہے۔ چند دقیقے اور شمال کی جانب جانے پر عشا اور فجر کا درمیانی عرصہ اور کم ہوجائے گا اور اتنا وقت باقی نہیں رہے گا کہ آدمی صحیح طریقے سے نماز ادا کرسکے۔

اس لئے مجھے اس بات میں کچھ تذبذب ہے کہ سورج کے اسی فاصلہ کو مطلق طور پر نماز کے وقت کی بنیاد قرار دیا جائے۔ یہ تعریف استوائی اور نشیبی معتدل منطقوں میں تو کام دیتی ہے، لیکن بالائی منطقوں میں اس سے کہیں تو اوقات نماز متعین ہی نہیں ہونے پاتے اور کہیں متعین ہونے کے باوجود بھی غیر عملی نظر آتے ہیں، مثلاً اگر عشا اور فجر میں صرف ۱۵ منٹ کا فرق ہو تو بجائے اس کے کہ آدمی عشا پڑھ کر سوئے اور پھر نیند سے بیدار ہوکر فجر پڑھے، دونوں نمازیں ’’آدھی رات‘‘ میں اٹھ کر ساتھ پڑھی جائیں گی۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا ایسا جائز ہوسکتا ہے کہ بالائی منطقوں میں سورج کے ’’ساعتی زاویے‘‘ (Hour angle) جس کو آپ غالباً تعدیل النہار کہتے ہیں) کے ذریعے اوقات نماز کی تعریف کی جائے۔ یعنی دائرۃ الشّمس میں نچلے ایک مخصوص حصہ کو رات قرار دیا جائے اور اسی حصہ میں کسی طرح طلوع، فجر، عشا اور غروب کے اوقات اختیار کئے جائیں مثلاً شکل میں مقامات ا، ب، ج جو بتدریج شمال تر ہیں ان تینوں کے لئے دائرۃ الشّمس کے حصہ ط، غ

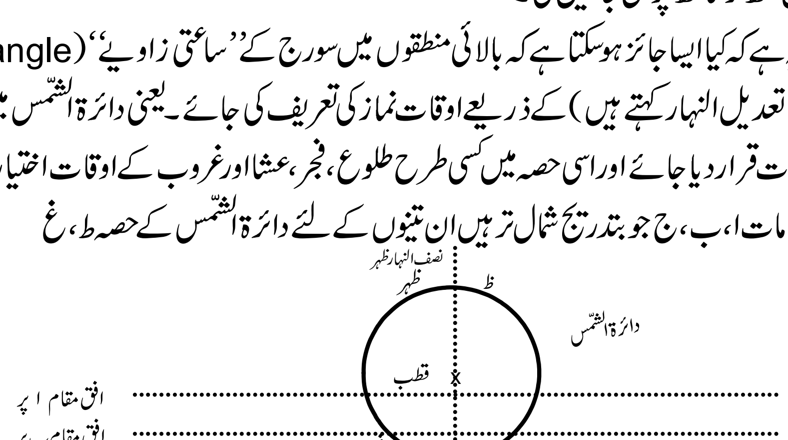

کورات مانا جائے اور ط، ف، ع، غ کو طلوع، فجر، عشا اور غروب کے وقت کے طور پر اختیار کیا جائے۔ حالانکہ مظہر فلکی کے لحاظ سے صرف مقام ''ب'' پر طلوع حقیقی اور طلوع اختیاری ہم وقت ہیں۔ مقام ''ا'' پر طلوع اختیاری، طلوع حقیقی کے بعد ہے اور مقام ج کے لئے طلوع حقیقی واقع ہی نہیں ہوتا اور طلوع اختیاری ایک مفروضہ چیز ہے۔ اس حل میں ایک بڑا عیب ہے کہ بعض دفعہ (جیسے مقام ''ا'' پر) سورج کے حقیقۃً غروب ہونے سے پہلے مغرب مان لی جائے گی اور طلوع ہو جانے کے بعد تک فجر کا وقت باقی سمجھا جائے گا۔ مگر یہ صورت حال قطبین کے پاس پیش آنی ضروری ہے۔ اب اگر قطبین کے پاس کے لوگوں کو رخصت ملتی ہے، تو اس سے ملتی جلتی رخصت رات کے بہت مختصر ہونے کے باعث قطبین سے ذرا نیچے کے باشندوں کو جائز ہوگی؟ شمالی یورپ کے شہروں میں جہاں دن اور رات کا فرق بہت زیادہ ہے زندگی کے روزمرہ کے مشاغل دفتر اور کاروبار کے اوقات وغیرہ اسی طرح گھڑی دیکھکر طے ہوتے ہیں۔

اگر اس طریقے سے اوقات نماز متعین کرنے کا اصول قابل قبول سمجھا جائے تو پھر یہ مسئلہ حل طلب رہے گا کہ فجر، طلوع، مغرب اور عشا میں ہر ایک کا ساعتی زاویہ کتنا ہے؟ اور کتنے درجے عرض بلد کے بعد سورج کے رأسی زاویہ کی بجائے ساعتی زاویہ سے اوقات نماز مقرر کئے جائیں۔

میں نے آپ کی خدمت میں صرف یہ سوال پیش کیا ہے۔ آپ اس کو شرعی احکام میں میری جسارت پر محمول نہ فرمائیں اور اگر فرصت ہو تو اس کا جواب ضرور دیں، کیونکہ شمالی یورپ اور کینیڈا میں کافی مسلمان بحمداللہ موجود ہیں اور ان کے لئے اوقات نماز کا صحیح تعین ایک اہم عملی مسئلہ ہے۔ والسلام نیازمند

(کمال ابدالی)

ضابطے جو اوقات نماز اور جدول قبلہ کے پروگرام میں مستعمل ہوئے ہیں:

(۱) مطلوبہ سال کے لئے ایک دفعہ محسوب کئے ہوئے مستقل اعداد۔

علامات:۔ و=۱۲ بجے دن صفر جنوری ۱۹۰۰ء سے صفر ساعت صفر جنوری مطلوبہ سال تک وقت ۳۶۵۲۵ دنوں کی اکائیوں میں۔

طش، بقش، کو=صفر ساعت صفر جنوری مطلوبہ سال پر سورج کا اوسط طول بلد، اوسط بے قاعدگی (Anomaly) اور کوکبی وقت (Sidereal time)

فبق، فطش، فکو، مطق = یومیہ فرق بے قاعدگی میں، اوسط شمسی طول بلد میں، کوکبی وقت میں اور میلان طریق الشمس (چاروں کو سال کے دوران مستقل فرض کیا گیا ہے)

ک۱، ک۲ = مساوات مرکز (Equation of center) کے سر (Coefficients)

وہ مساوات یہ ہیں:

حقیقی طول بلد شمسی ۔ اوسط طول بلد شمسی = حقیقی بے قاعدگی ۔ اوسط بے قاعدگی = ک۱ جب بقش + ک۲ جب (۲ بقش) + خفیف رقمیں

ضابطے:

مطق = ۲۳°، ۲۷ َ ۲۶ ً ۸ء۔ ۸۴۵ء۴۶ ً × و + خفیف رقمیں

طش = ۲۷۹°۰ ۴۱ َ ۴ ۴۸ء۰۴ ً + ۶۰۰۰۰°۳، ۴۶ َ ۱۳ ۸ء ً × و + خفیف رقمیں

بقش = ۳۵۸° ۲۸ َ ۳۳ء۰ ً + ۳۵۹۹۹° ۲ َ ۱ء۵۹ ً × و + خفیف رقمیں

کو = ۶ گھ ۳۸ م ۴۵ء۸۳۶ س + ۲۴۰۰ گھ ۳ م ۴ء۵۴۲ س × و + ۰۹۲۹ء۰ س × و۲ + خفیف رقمیں

فبق = (۳۵۹۹۹° ۲ َ ۱ء۵۰) / ۳۶۵۲۵ فطش = (۳۶۰۰۰° ۴۶ َ ۱۳ ۸ء ً) / ۳۶۵۲۵

فلو = (۲۴۰۰ گھ ۳ م ۴ء۵۴۲ س) / ۳۶۵۲۵

ک۱ = ۱° ۵۵ َ ۱۰ء۰۵۷ ً ۔ ۱۴۰ء۱۷ ً × و ۔ ۰۵۲ء۰ ً × و۲ + ۰۰۰۰

ک۲ = ۱ َ ۱۲ء۳۳۸ ً ۔ ۳۶۱ء۰ ً × و + ۰۰۰۰

۲۔ نماز کا وقت کسی مطلوبہ تاریخ پر متعین کرنے کا حساب:

علامات:

ع، ط، طع = مقام کا عرض بلد، طول بلد، معیاری وقت کا طول بلد

ت، و، ی = نماز کے لئے تاریخ، تقریبی وقت، صفر ساعت صفر جنوری سے نماز تک کا وقت دنوں میں۔

بقش، طش، طحش = نماز کے وقت سورج کی بے قاعدگی (Anomaly) اوسط طول بلد، حقیقی طول بلد (شمسی)

ص، م، س، ر = نماز کے وقت سورج کا صعود مستقیم (Right ascension) میل، ساعتی زاویہ (Hourangle) رأسی فاصلہ (Zenith distance)

کو، مو، معو = کوکبی وقت (Sidereal time)، مقامی وقت، معیاری وقت

ضابطے:

ی = ت + $\frac{\text{ط} + \text{و}}{۲۴}$

بقش = بقش + ی × فبق   طش = طش + ی × فطش

طحش = طش + ک$_{۱}$ × جب بقش + ک$_{۲}$ × جب (۲ × بقش) + خفیف رقمیں

ص = مس^{۱} (جم مطق × مس طحش)   [ص اسی ربع میں ہو جس میں طحش ہے]

م = جب^{۱} (جب مطق × جب طحش)   [-۹۰ ≥ م ≥ +۹۰]

س = جم$^{-۱}$ $\frac{\text{جم ص} - \text{جب م} \times \text{جب ع}}{\text{جم م} \times \text{جم ع}}$ [صفر ≥ س ≥ ۲۴ گھ ذیل کی شکل کے مطابق ربع چنا جائے

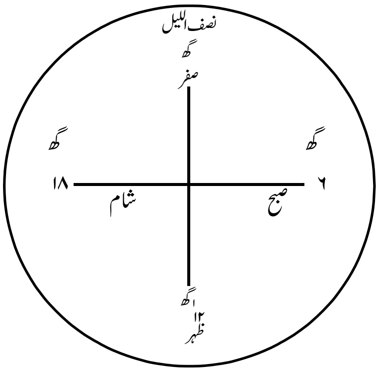

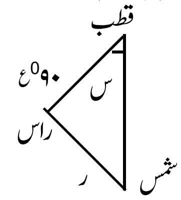

کو = س + ص

مو = کو - (کو + ی × فلو)

یہ رقم مطلوبہ تاریخ کی صفر ساعت پر کوبی وقت ہے۔

معو = مو + ط - ط$_{مع}$

الجواب ـــــــــــــ باسم ملہم الصواب

قولکم: اس کے لئے فی الوقت ۱۹۷۸ء استعمال ہوتا ہے۔

اقول: دائمی نقشہ کے لئے لیپ کا سال لینے میں نتائج زیادہ صحیح برآمد ہوتے ہیں۔

قولکم: عصر کا وقت سائے کے یک چند ہونے پر لیا جائے، یا دو چند؟

اقول: احناف کے یہاں بھی ایک مثل کے بعد نماز عصر پڑھنے کی گنجائش ہے، اور مرض وسفر وغیرہ اعذار کی حالت میں اس کی ضرورت بھی پڑتی ہے، لہذا دونوں وقت دینے کی ضرورت ہے، اسی طرح غروب شفق احمر یعنی ۱۲° زیر افق (ناٹیکل ٹوائیلائٹ) کا وقت بھی ضروری ہے کیونکہ ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی قول شفق احمر راجح ہے، قولکم، سائے کے ذریعے مختلف تاریخوں میں سمت قبلہ کی تعیین میں وقت کے اتنے سے سالانہ تغیر کے اثر سے غلط سال کے چارٹ سے متعین کی ہوئی سمت قبلہ میں ایک درجہ بھر یا اس سے ذرا زیادہ غلطی کا احتمال ہے۔

اقول: اس نقشہ کی عام افادیت اور ہر کس وناکس کے لئے سہولت کے پیش نظر ایک درجہ کا معمولی تفاوت کوئی

اہمیت نہیں رکھتا، بالخصوص جبکہ عملاً اس قدر معمولی فرق سے احتراز متعسر ہے، اگر لیپ کا سال استعمال کیا جائے تو اس سے بھی کم تفاوت رہے گا۔

قولکم: اگر پروگرام کے نتائج یا زیر استعمال حسابی ضابطوں میں آپ کو کوئی عیب نظر آئے یا اس کی بہتری کی کوئی بات آپ کے ذہن میں آئے تو ضرور مطلع فرمایئے گا۔

اقول: محررہ ضوابط پر کما حقہ غور کرنے اور تجربۃً تخریج کی فرصت نہیں، سرسری جائزہ سے ان ضوابط کی صحت کا ظن غالب ہوتا ہے۔ بالخصوص جبکہ آپ نے ان کے نتائج کا بندہ کی کتابوں ارشاد العابد اور صبح صادق میں مندرجہ ضوابط اور ان کے نتائج کے ساتھ مقابلہ بھی کرلیا ہے۔

آپ نے کراچی کے لئے زاویہ سمت قبلہ ۹۲ء۱ لیا ہے، جبکہ ارشاد العابد میں مندرجہ قواعد کے مطابق صحیح تخریج ۹۲ء۴ ہے، اسی لئے سایہ کے سمت قبلہ پر آنے کے اوقات میں نسبۃً زیادہ تفاوت ہے۔

قولکم: یہ سوال اکثر پوچھا جاتا ہے کہ قطبین پر جہاں چھ مہینے دن اور چھ مہینے رات رہتی ہے، نماز کن اوقات میں پڑھی جائے؟

اقول: ان مقامات میں اوقات نماز کی تعیین کا صحیح طریقہ وہی ہے جو آپ نے تحریر کیا ہے یعنی جس طرح زندگی کے روزمرہ کے مشاغل، دفتر اور کاروبار کے اوقات تخمینہ اور اندازہ سے مقرر کرلئے جاتے ہیں، اسی طرح نمازوں کے اوقات کی تعیین گھنٹوں سے کی جائے گی، اگر یہ تعیین معتدل ایام کے پیش نظر کی جائے تو اس کا حساب یوں ہوگا، معتدل ایام میں طلوع صبح صادق سے غروب شفق ابیض تک چودہ گھنٹے ہوتے ہیں اور غروب شفق ابیض سے طلوع صبح صادق تک دس گھنٹے، اس کے پیش نظر اوقات نماز کی تعیین یوں ہوگی۔

وقت فجر ایک گھنٹہ پھر چھ گھنٹے گزرنے پر ظہر، پھر تقریباً ساڑھے چار گھنٹے کے بعد عصر (مثلین) انتہاء وقت فجر سے بارہ گھنٹے گزرنے پر مغرب پھر ایک گھنٹہ کے بعد عشا پھر دس گھنٹے کے بعد فجر، مگر راجح یہ ہے کہ اس تعیین اوقات میں معتدل ایام کا حساب لگانے کی بجائے اس علاقہ میں جن ایام میں چوبیس گھنٹے کے اندر اوقات خمسہ پائے جاتے ہیں ان میں سے سب سے آخری دن کو معیار بناکر اس کے مطابق سب اوقات کی تعیین کی جائے۔ اور اگر عرض البلد اتنا زیادہ ہو کہ وہاں کبھی بھی چوبیس گھنٹے کے اندر اوقات خمسہ نہیں پائے جاتے تو اس علاقہ سے قریب تر ایسا علاقہ جس میں چوبیس گھنٹے کے اندر اوقات خمسہ پائے جاتے ہوں اس کے اوقات کے مطابق تعیین کی جائے۔

یہ حکم جب ہے کہ چوبیس گھنٹے میں آفتاب غروب نہ ہو، اگر چوبیس گھنٹے کے اندر آفتاب غروب ہوتا ہے تو ظہر اور عصر کی نماز بہرکیف ان کے معہود اوقات میں پڑھی جائے گی، اور مغرب، عشا، فجر میں تفصیل ذیل ہوگی۔

(۱)　اگر شفق احمر (ناٹیکل ٹوائیلائٹ =۱۲° زیر افق) غروب ہوتی ہے، تو ان تینوں نمازوں کے اوقات بھی موجود ہیں، ہر نماز اپنے وقت میں ادا کی جائے۔

شفق ابیض معترض (۱۵° زیر افق) کے وقت کی تنصیف کی جائے گی نصف اول عشا میں داخل ہوگا اور نصف ثانی فجر میں۔ اگر نصف اول میں اتنا وقت ہو کہ اس میں تکبیر تحریمہ کہی جا سکتی ہو تو عشا کی نماز فرض ہے، اس وقت میں نماز شروع کر دی جائے، اگر چہ اس کی تکمیل خروج وقت کے بعد ہو، اور اگر شفق ابیض معترض کا نصف اول بقدر تکبیر تحریمہ سے بھی کم ہے تو عشا کا وقت مفقود شمار ہوگا جس کا حکم آگے آ رہا ہے۔

(۲)　اگر شفق احمر غروب نہیں ہوتی تو یہ علاقہ فاقد وقت العشاء ہے، اس سے متعلق حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں ایک یہ کہ ان پر نماز عشا فرض نہیں، دوسرا یہ کہ ان پر بھی نماز عشا فرض ہے اور یہی ارجح و احوط ہے۔

نمبر اول میں مذکور تفصیل کے مطابق شفق احمر کی بھی تنصیف ہوگی، نصف اول مغرب میں شمار ہوگا اور نصف ثانی فجر میں، اگر نصف اول بقدر تحریمہ ہے تو مغرب کی نماز فرض ہے اگر چہ اس کی ادائیگی خروج وقت کے بعد ہو، اگر طلوع سے قبل تکمیل ممکن نہ ہو تو طلوع کے بعد قضا پڑھے، اگر نصف اول بقدر تحریمہ بھی نہیں تو اس کا حکم انہی ایام جیسا ہوگا جن میں چوبیس گھنٹے کے اندر طلوع و غروب نہیں ہوتا۔

(۳)　اگر شفق احمر کے نصف ثانی میں تکبیر تحریمہ کی گنجائش تو ہے، مگر صرف فرائض کی دو رکعتیں (بالاختصار بترک السنن والآداب) ادا نہیں ہو سکتیں تو فجر کی نماز فرض ہے، مگر اس وقت نہ پڑھے، بلکہ طلوع کے بعد قضا پڑھے، پہلے عشا پھر فجر، اگر مغرب بھی نہیں پڑھ سکا، تو پہلے مغرب پھر عشا، فجر پڑھے۔

قولکم:　ان مقامات کے لئے یہاں کئی حضرات نے یہ رائے دی ہے کہ ان میں مکہ مکرمہ کے اوقات استعمال کئے جائیں، کچھ دوسرے حضرات کا یہ خیال ہے کہ ان جگہوں میں قریب ترین دوسرے ان مقامات کے اوقات اختیار کئے جائیں جہاں ایسے اوقات ممکن ہیں۔

اقول:　قول اول بالکل غلط ہے، یہ نہ کہیں منقول ہے اور نہ ہی کسی طرح بھی معقول، قول ثانی صحیح ہے، مگر راجح یہ ہے کہ اس پر صرف اس علاقہ میں عمل کیا جائے جہاں کبھی بھی چوبیس گھنٹے کے اندر اوقات خمسہ نہ پائے جاتے ہوں، دوسرے مقامات میں تعیین اوقات کا ضابطہ اوپر تحریر کیا جا چکا ہے، یعنی جن ایام میں چوبیس گھنٹے کے اندر اوقات خمسہ پائے جاتے ہیں، ان میں سب سے آخری دن کو معیار قرار دیا جائے۔

قولکم:　اگر کسی اونچے عرض بلد کے مقام کے لئے صرف اسی طول بلد پر واقع کم عرض بلد کے مقام کی تلاش کی بھی جائے تو کیسے؟ الخ

اقول:　وہ مقام لیا جائے گا جس میں نماز عشا کے لئے بقدر تکبیر تحریمہ وقت پایا جائے۔

قولکم: کیا طلوع وغروب کے اوقات ایک مقام کے اختیار کئے جائیں اور فجر وعشا کہیں اور کے؟

اقول: وقت طلوع وغروب بھی اسی مقام کا لیا جائے گا جہاں عشا کی نماز کا وقت بقدر تحریمہ پایا جاتا ہو۔ طلوع وغروب کے لئے ایک مقام اور فجر وعشا کے لئے دوسرے مقام کا وقت لینے میں یہ محذور ہے کہ مغرب وعشا کا وقت ایک ہوجائے گا اور وقت فجر طلوع کے بعد متصور ہوگا۔ البتہ روزہ افطار کرنے کے لئے اس مقام کا غروب لیا جائے گا جہاں غروب کے بعد بقدر ضرورت کھایا جاسکے، اس میں یہ اشکال ضرور ہے کہ مغرب کی نماز ایک مقام کے مطابق ادا کی جائے گی اور افطار اس سے کافی دیر کے بعد دوسرے مقام کے مطابق ہوگا، مگر یہ محذور اول کی بنسبت اہون ہے، جہاں آفتاب غروب ہوتا ہو، مگر وقت مغرب بہت قلیل ہو وہاں وقت عشا کے لئے جو ضابطہ بیان کیا گیا ہے اس میں بھی وقت مغرب وعشا کا اتحاد لازم آتا ہے مگر اس کا تحمل اس لئے ناگزیر ہے کہ یہاں غروب حقیقۃً موجود ہے بخلاف صورت زیر بحث کے کہ اس میں وقت مغرب وعشا دونوں تقدیری ہیں۔ لہذا دونوں کی تقدیر ایک ہی مقام سے کی جائے گی۔

قولکم: عشا اور فجر کا درمیانی حصہ اور کم ہوجائے گا اور اتنا وقت باقی نہیں رہے گا کہ آدمی صحیح طریقہ سے نماز ادا کرسکے۔

اقول: اس کی تفصیل اوپر لکھی جاچکی ہے کہ اگر بقدر تکبیر تحریمہ وقت مل گیا تو اس میں نماز شروع کردی جائے نماز کی تکمیل سے قبل ہی اگر وقت ختم ہوگیا تو جتنی نماز وقت کے اندر پڑھی اتنی ادا اور باقی قضا شمار ہوگی۔

قال ابن عابدین فی بحث فاقدوقت العشاء تحت(قوله:ولا ینوی القضاء،الخ): المنقول عن المحیط وغیره أن الصلوٰة الواقع بعضها فی الوقت وبعضها خارجه یسمی ما وقع منها فی الوقت أداءً وما وقع خارجه یسمی قضاءً اعتبارًا لکل جزء بزمانه،فافهم (ردالمحتار: ۱/ ۳۳۶)

قولکم: اگر عشا اور فجر میں صرف پندرہ منٹ کا فرق ہو تو بجائے اس کے کہ آدمی عشا پڑھ کر سوئے اور پھر نیند سے بیدار ہوکر فجر پڑھے، دونوں نمازیں آدھی رات میں اٹھ کر ساتھ پڑھی جائیں گی؟

اقول: اس میں شرعاً یا عقلاً کیا حرج یا کیا قباحت ہے؟ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (۲۴ رشوال ۱۳۹۷ھ)

الحاق:

(۱) جہاں چوبیس گھنٹے تک آفتاب غروب نہیں ہوتا وہاں اوقات خمسہ کی تقدیر کے لئے دائرہ نصف النہار کو معیار بنانا اگرچہ عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں نظر سے نہیں گذرا مگر اصول شریعت کے مطابق اس کا اعتبار لازم معلوم ہوتا ہے، لہذا آفتاب کے دائرہ نصف النہار سے گذرنے کے بعد وقت ظہر کی ابتدا ہوگی، پھر جانب مخالف میں جب آفتاب اس دائرہ پر پہنچے گا وہ وقت نصف شب شمار ہوگا، ان دو حصوں میں ایک میں وقت فجر اور دوسرے میں

بقیہ چاروں اوقات کا اندازہ کیا جائے گا۔

اس سے ان حضرات کے نظریہ کا ابطال ہوتا ہے جو چھ ماہ تک طویل دن میں بھی صرف پانچ ہی نمازوں کے قائل ہیں، اس لئے کہ چوبیس گھنٹے میں ایک بار آفتاب کے دائرہ نصف النہار سے گذرنے کی وجہ سے نماز ظہر کا سبب وجوب پایا جاتا ہے، اور ظہر کا تکرار دوسری نمازوں کے تکرار کو مقتضی ہے۔

(۲)　۹۶ عرض البلد شمالی سے کچھ کم عرض میں جون میں آفتاب کے غروب اور طلوع کے درمیان اتنا کم وقت ہوتا ہے کہ اس میں مغرب اور فجر کی نماز نہیں پڑھی جاسکتی۔

اسی طرح دسمبر میں ۹۷ عرض البلد شمالی سے کچھ زائد عرض میں دن اتنا چھوٹا ہوگا کہ اس میں نصف النہار کے بعد ظہر اور عصر کی نماز ادا نہیں کی جاسکتی۔

عرض البلد جنوبی میں اس کا عکس ہوگا۔

اس سے ثابت ہوا کہ حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا صرف فقدان وقت عشا کے بیان پر اقتصار اس لئے ہے کہ فقدان اوقات کے لحاظ سے یہ قریب ترین علاقہ ہے اور زمانۂ قدیم سے آباد ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ پانچوں نمازوں کے اوقات میں یہی سوال پیدا ہوتا ہے، جواب مذکور میں ایسے مقامات پر فجر ومغرب کا حکم صراحۃً اور ظہر وعصر کا دلالۃً گذر چکا ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم (احسن الفتاویٰ:۲/۱۱۵-۱۲۷)

ہوسٹن کا نقشۂ اوقات نماز:

سوال:　ٹیکساس (یو۔ایس۔اے) کے شہر ہوسٹن میں میرا بچہ زیر تعلیم ہے، لہذا براہ کرم وہاں اوقات نماز معلوم کرنے کا کوئی طریقہ تحریر فرمائیں۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

ہر ماہ کی یکم اور پندرہ تاریخ کے اوقات لکھے جاتے ہیں درمیانی تاریخوں کے لئے حساب لگا لیا جائے۔

اوقات صلوٰۃ برائے شہر ہوسٹن، ٹیکساس (متحدہ امریکہ)

	فجر		طلوع		نصف النہار		عصر		غروب		عشا	
	گ	م	گ	م	گ	م	گ	م	گ	م	گ	م
یکم جنوری	۶	۶	۷	۱۶	۱۲	۲۴	۳	۵۴	۵	۳۲	۶	۴۲
۱۵/جنوری	۶	۸	۷	۱۷	۱۲	۳۰	۴	۶	۵	۴۳	۶	۵۲

یکم فروری	۶ ۴	۷ ۱۲	۱۲ ۳۵	۴ ۲۱	۵ ۵۸	۷ ۶
۱۵/ //	۵ ۵۵	۷ ۲	۱۲ ۳۵	۴ ۳۱	۶ ۸	۷ ۱۵
یکم مارچ	۵ ۴۱	۶ ۴۶	۱۲ ۳۳	۴ ۴۰	۶ ۲۰	۷ ۲۵
۱۵/ //	۵ ۲۵	۶ ۳۱	۱۲ ۳۰	۴ ۴۸	۶ ۲۹	۷ ۳۵
یکم اپریل	۵ ۳	۶ ۱۰	۱۲ ۲۵	۴ ۵۴	۶ ۴۰	۷ ۴۷
۱۵/ //	۴ ۴۵	۵ ۵۴	۱۲ ۲۱	۴ ۵۸	۶ ۴۸	۷ ۵۷
یکم مئی	۵ ۲۷	۶ ۳۸	۱۱ ۱۸	۶ ۲	۷ ۵۸	۹ ۹
۱۵/ //	۵ ۱۳	۶ ۲۷	۱۱ ۱۷	۶ ۵	۸ ۷	۹ ۲۱
یکم جون	۵ ۴	۶ ۲۰	۱۱ ۱۹	۶ ۱۰	۸ ۱۸	۹ ۳۴
۱۵/ //	۵ ۱	۶ ۱۹	۱۱ ۲۱	۶ ۱۴	۸ ۲۳	۹ ۴۱
یکم جولائی	۵ ۶	۶ ۲۴	۱۱ ۲۵	۶ ۱۸	۸ ۲۶	۹ ۴۴
۱۵/ //	۵ ۱۴	۶ ۳۰	۱۱ ۲۷	۶ ۱۸	۸ ۲۴	۹ ۴۰
یکم اگست	۵ ۲۷	۶ ۳۹	۱۱ ۲۷	۶ ۱۴	۸ ۱۵	۹ ۲۷
۱۵/ //	۵ ۳۷	۶ ۴۸	۱۱ ۲۵	۶ ۷	۸ ۲	۹ ۱۳
یکم ستمبر	۵ ۵۰	۶ ۵۸	۱۱ ۲۱	۵ ۵۵	۷ ۴	۸ ۵۲
۱۵/ //	۵ ۵۹	۷ ۵	۱۱ ۱۶	۵ ۴۲	۷ ۲۷	۸ ۳۳
یکم اکتوبر	۶ ۹	۷ ۱۵	۱۱ ۱۱	۵ ۲۶	۷ ۷	۸ ۱۳
۱۵/ //	۶ ۱۷	۷ ۲۴	۱۱ ۷	۵ ۱۲	۶ ۵۰	۷ ۵۷
یکم نومبر	۵ ۲۸	۶ ۳۶	۱۲ ۵	۳ ۵۸	۵ ۳۴	۶ ۴۲
۱۵/ //	۵ ۳۸	۶ ۴۷	۱۲ ۶	۵ ۴۸	۵ ۲۵	۶ ۳۴
یکم دسمبر	۵ ۵۰	۶ ۵۹	۱۲ ۱۰	۵ ۴۴	۵ ۲۱	۶ ۳۰
۱۵/ //	۵ ۵۸	۷ ۹	۱۲ ۱۶	۵ ۴۶	۵ ۲۳	۶ ۳۴

تنبیہ: اپریل کی آخری اتوار سے اکتوبر کی آخری اتوار تک وہاں ایک گھنٹہ وقت بڑھا دیا جاتا ہے، اس نقشے میں اس کی رعایت رکھی گئی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۴؍رجب ۱۳۹۳ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۱۲۸/۲)

اوقات نماز کے نقشے:

سوال: ایک نقشہ یہاں مولانا مظہر اللہ شاہ نقشبندی شاہی امام ومفتی مسجد فتح پوری دہلی سے تیار کرایا ہوا اوقات نماز طلوع وغروب وغیرہ کا پورے سال کا اور ایک نقشہ ویسا ہی مولوی محمد دین صاحب کتب خانہ اشرفیہ راولپنڈی کی طرف سے مسجدوں میں آویزاں ملتا ہے، ایک دفعہ آپ کی تحریر سے اس نقشہ میں کچھ فرق ظاہر فرمایا گیا تھا (جب کہ ان دونوں نقشوں میں بھی کہیں کہیں فرق پایا جاتا ہے، یعنی سب اوقات ایک دوسرے کے برابر نہیں) سو دریافت طلب امر یہ ہے کہ جناب نے کون سے نقشہ کے متعلق عدم اطمینان کا اظہار فرمایا تھا، بعض اوقات اول الذکر کے طلوع و غروب وغیرہ واقع کے مطابق ظاہر ہوئے ہیں یا دونوں نقشے جناب والا کی خدمت میں بھیج کر تحقیق کی جائے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

آج تک جتنے نقشے بھی شائع ہوئے ہیں ان سب میں صبح صادق اور عشا کے اوقات غلط ہیں، ایک بنیادی غلطی کی وجہ سے جس کی تفصیل بندہ کے رسالہ صبح صادق میں ہے، بقیہ اوقات سے متعلق نقشہ دیکھ کر کچھ عرض کر سکتا ہوں۔ لیپ (۱) کے ایک سال سے لیکر لیپ کے دوسرے سال تک چار سال میں طلوع وغروب وغیرہ کے اوقات ایک دو منٹ تک متفاوت ہوتے ہیں، لہٰذا دائمی نقشہ مرتب کرنے کے لئے اس تفاوت کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے، اسی لئے نقشے آپس میں متفاوت ہو جاتے ہیں، اس سے کوئی مفر نہیں، البتہ لیپ کے سال کو نقشہ کی بنیاد بنایا جائے تو اوقات میں احتیاط کا پہلو نکلتا ہے، بہر کیف ہر نقشے پر تین چار منٹ تک احتیاط کی تنبیہ لکھنا لازم ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

۶؍ربیع الاول ۱۳۹۳ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۱۴۰/۲)

اوقات الصلاۃ کے نقشہ کا ضابطہ:

سوال: نقشہ اوقات الصلاۃ جو مولانا مولوی حاجی .... کی جانب سے بزبان تمل طبع ہو کر مشہور ہے، وہ صحیح ہے یا نہیں؟ اظہار فرمائیں۔ تاکہ اس پر اعتماد کلی ہو اور یہ نقشہ اوقات کتنے سال تک قابلِ عمل ہیں؟ اس نقشۂ اوقات کے مندرجہ وقت پر آمبور کے لئے جو چھ منٹ کا اضافہ کیا جاتا ہے، وہ اور سرکار نے جو نو (۹) منٹ

(۱) جو سال 4 سے تقسیم ہو جائے وہ لیپ کا سال کہلاتا ہے، اس سال میں فروری ماہ 29 دن کا ہوتا ہے۔ انیس

کا اضافہ کیا ہے، وہ دونوں ملا کر جملہ پندرہ منٹ کا اضافہ کر کے دیکھنا ٹھیک ہے یا نہیں؟ نیز ۱۹ر فروری سے ۴ بجکر ۳۰ منٹ پر ہی مذکورہ پندرہ منٹ بڑھائے بغیر چوب یا وجب ایستادہ کر کے دیکھنے سے دومثل سایہ پورا ہو جانا معلوم ہوتا ہے۔ ایسا بالشت سے دیکھنا معتبر ہے یا نہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ

معرفت الاوقات کا قاعدہ ٹھیک ہے، یہ ہمیشہ ہر سال میں برابر رہتا ہے، مگر مدراس سے جانب مغرب کے علاقہ کے لوگ نو (۹) منٹ اور اپنے اپنے وطن کا تفاوتِ درجہ کی رو سے معلوم کر کے مدراس کی رو سے بڑھا لینا چاہئے، یہ معرفت الاوقات کا نقشہ ان بلاد کے لوگوں کے واسطے ہے جو عرض البلد میں مدراس کے مانند تیرہ درجہ پر ہوں یا قریب اس کے مثلاً چار پانچ درجے جنوب یا شمال میں ہوں، چوب یا بالشت کا حساب صحیح نہیں کیونکہ اس میں سایہ اصلی کا اعتبار چھوٹ جاتا ہے۔ (فتاویٰ باقیات صالحات:۶-۷)

گھڑی کے لحاظ سے اوقات نماز:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ!

فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشا کے اوقات گھڑی کے لحاظ سے بتائیں، مثلاً صبح کا وقت کتنا ہوتا ہے اور عشا کا وقت بعد از مغرب کب سے شروع ہوتا ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: عبدالفتاح پابینئی صوابی.....۲۴ر شعبان ۱۴۰۳ھ)

الجواب ـــــــــــــــــــ

ہمارے بلاد میں صبح اور مغرب کا تمام وقت غالباً سوا گھنٹہ رہتا ہے۔(۱) اور عصر کا وقت غالباً دن کا چھٹا حصہ(۲) اور دیگر اوقات معلوم ومشہور ہیں۔ **وهو الموفق.** (فتاویٰ فریدیہ:۱۵۵/۲)

---

(۱) وفي المنهاج: قلت: وصرح المشائخ بتفاوت الوقت بين طلوع الفجر الصادق وطلوع الشمس وكذا بين غروب الشمس وغيوب البياض بتفاوت المواسم والبلاد، و المشاهد في ديارنا قدرساعة وربع ساعة. (منهاج السنن شرح جامع السنن، باب مواقيت الصلاة : ١٠/٢)

(۲) وفي المنهاج: قال بتعجيل العصر في أول وقتها مالك والشافعي و أحمد وقال أبو حنيفة وأصحابه بتأخيرها.

قال العلامة الشامي: إن الوقت بعد العصر أي بعد دخول العصر إلى الغروب قدرسدس النهار. (منهاج السنن شرح جامع السنن، باب ماجاء في تعجيل العصر : ٢٦/٢)

اوقات نماز کی تعیین گھنٹوں سے ممکن نہیں:

سوال: محترم مولانا مفتی رشید احمد صاحب　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دار العلوم کراچی سے ایک سوال لکھ کر دریافت کیا تھا، انہوں نے آپ کی طرف رجوع کی ہدایت فرمائی ہے، نقل سوال مع جواب روانہ کررہا ہوں، امید ہے کہ آپ میری رہنمائی فرمائیں گے، اپنے سوال کی مزید وضاحت کے لئے عرض ہے کہ جس طرح غروب آفتاب کے ایک گھنٹہ بیس منٹ بعد تک مغرب کا وقت رہتا ہے اور اس کے بعد نماز عشا کا وقت شروع ہوجاتا ہے اور یہ وقفہ ایک گھنٹہ اور بیس منٹ ہر موسم میں یکساں رہتا ہے۔ اسی طرح عصر کی نماز کا وقت بھی غروب آفتاب سے دو گھنٹے پہلے شروع ہوتا ہے یا ایسا ہی صحیح وقفہ معلوم ہوجائے تو عصر کی نماز کا وقت مقرر کرنا آسان ہوجائے گا۔ مزید اگر یہ معلوم ہوجائے کہ طلوع آفتاب سے قبل ایک گھنٹہ تیس منٹ (یا تحقیق کے بعد جو وقفہ بھی معلوم ہو) صبح صادق ہوتی ہے، اور یہ وقفہ بھی ہر موسم میں یکساں ہوتا ہے، تو طلوع وغروب آفتاب سے فجر، عصر، مغرب اور عشا کے صحیح اوقات معلوم کرنا انتہائی آسان ہوجاتا ہے، اور ظہر کی نماز کے وقت کی بھی نصف النہار سے صحیح تعیین ہوسکتی ہے، لہٰذا بعد تحقیق آپ مجھے مطلع فرمائیں کہ ایسا کوئی قاعدہ کلیہ ممکن ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــــ باسم ملہم الصواب

صبح صادق کی ابتدا سے طلوع آفتاب تک اور غروب آفتاب سے غروب شفق تک، اسی طرح ابتداء عصر سے غروب آفتاب تک کے اوقات گھنٹوں سے متعین کرنا ممکن نہیں، مختلف موسموں میں میل شمس کے اختلاف کی وجہ سے ان اوقات کی مقدار مختلف ہوتی ہے۔ نیز اختلاف عرض البلد کی وجہ سے بھی یہ مقدار متفاوت ہوتی ہے، فن سے ناواقف بعض لوگوں نے کچھ اس قسم کے قواعد لکھے ہیں جو قطعاً غلط ہیں، زیادہ سے زیادہ ان کی تاویل یہ کی جاسکتی ہے کہ انہوں نے (۱) کسی خاص علاقے میں (۲) خاص ایام میں، (۳) تقریبی حساب لگالیا، اور فن سے ناواقفیت کی وجہ سے اسے قاعدہ کلیہ ہر مکان اور ہر زمان کے لئے سمجھ لیا، تخریج اوقات اور سمت قبلہ سے متعلق بندہ کے دو رسالے، ارشاد العابد وصبح صادق ہیں، ممکن ہے کہ آپ ان سے کچھ استفادہ کرسکیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غرہ شعبان ۱۳۹۲ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۲/ ۱۳۹۔ ۱۴۰)

اوقات میں حساب کا اعتبار:

سوال: کوئی عالم یہ فتویٰ دے کہ فلاں دن غروب آفتاب اتنے بجے ہوگا یا طلوع آفتاب اتنے بجے ہوگا اور

حساب لگا کر یہ بتائے کہ شفق ابیض گھڑی سے اتنے بجے ختم ہوگی یا طلوع صبح صادق گھڑی سے اتنے بجے ہوگی تو کیا ان کا یہ بتانا درست ہے؟

هــو المصــوب

طلوع آفتاب یا غروب آفتاب کا تعلق مشاہدہ سے ہے۔ اگر حساب مشاہدہ کے مطابق ہے تو ٹھیک ہے اور اگر حساب مشاہدہ کے خلاف ہے تو مشاہدہ کا اعتبار رہوگا۔(۱)

تحریر: محمد ظہور ندی عفا اللہ عنہ۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۴۴)

سوال مثل بالا:

سوال: جیسا کہ رب کریم ورحیم کا قرآن کریم میں فرمان ہے ''بیشک مومنوں پر نماز کو مقررہ وقتوں پر فرض کیا گیا ہے'' یہ مقررہ اوقات قرآن کریم، احادیث شریفہ وکتب فقہ میں بھی مذکور ہیں۔ نماز وروزہ کی ادائیگی کے لئے لوگ مختلف قسم کا نقشہ اوقات صلوٰۃ وصوم استعمال کرتے ہیں اور طلوع وغروب پر نظر رکھنے کی عادت کو ترک کر کے، فقط جنتری پر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ خواہ وہ جنتری صحیح ہو یا غلط، اس کی تحقیق وتصدیق کی فکر کوئی نہیں کرتا، گورکھپور، لکھنؤ اور کانپور وغیرہ کی مطبوعہ جنتریوں کے حساب سے اگر طلوع فجر وغروب آفتاب کا مشاہدہ کریں تو آٹھ، نو منٹ تک کی غلطی ملتی ہے۔ ایسی صورت میں ان جنتریوں پر عمل کر کے لوگ فجر کی اذان طلوع صبح صادق سے تقریبا آٹھ منٹ پہلے دیتے ہیں تو وہ اذان کیوں کر درست ہوسکتی ہے۔ اسی طرح بقیہ اوقات میں بھی تقدیم یا تاخیر کا امکان رہتا ہے، جس سے احکام شریعت کی صحیح پیروی نہیں ہو پاتی ہے۔

اسی فکر کو لے کر میں نے مولانا محمد انس صاحب دہلی سے رابطہ قائم کیا اور آنجناب نے خاص نوگڑھ کے لئے جدید طریقہ سے ایک نقشہ اوقات صوم وصلوٰۃ برائے نوگڑھ تیار کر کے ہمیں مرحمت فرمایا اور اسے چھپوایا گیا اور کئی لوگوں نے طلوع وغروب کا مشاہدہ کر کے اس میں مندرجہ اوقات کو بالکل صحیح پایا۔

نیز دار العلوم دیوبند کے مفتیان کرام نے اس کی صحت پر مہر تصدیق ثبت کیا ہے۔ نوگڑھ واطراف کے لوگ اسی کے مطابق عمل بھی کرتے ہیں لیکن افسوس کہ کچھ لوگ دار العلوم دیوبند کی تصدیق کے باوجود اس نقشہ کو نظر انداز بلکہ

---

(۱) وأما المغرب فالمستحب فيها التعجيل في الشتاء والصيف جميعا وتأخيرها إلى اشتباك النجوم مكروه لما روى ... ولأن التعجيل سبب لكثرة الجماعة والتأخير سبب لتقليلها لأن الناس يشتغلون بالشيء والاستراحة فكان التعجيل أفضل .(بدائع الصنائع: ۱/۳۲۵،فصل شرائط أركان الصلاة)

تغلیط کرتے ہوئے گورکھپور والی جنتری پر عمل کرتے ہیں۔

بریں بنا آنجناب سے التماس ہے کہ دینی رہنمائی کے مدنظر واضح فرمائیں کہ مولانا محمد انس صاحب کا نقشہ ہذا صحیح ہے یا غلط؟ اگر صحیح ہے تو صحت نقشہ کی تصدیق فرمائیں! تاکہ مسلمانان علاقہ نوگڑھ کا شک دور ہو اور لوگ اس کے مطابق عمل کرنے پر آمادہ و تیار ہوں۔

هو المصوب

آپ نے کمپیوٹر سے تخریج شدہ جو نقشہ بھیجا ہے اور یہ ذکر کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے طلوع وغروب کا مشاہدہ کیا تو اس نقشہ کو مشاہدہ کے مطابق پایا تو بلا شبہ اس پر اعتماد رکھنے والے عمل کریں۔ لیکن جن لوگوں کو اس نقشہ پر اعتماد نہ ہو تو وہ اپنے مشاہدہ کے مطابق عمل کرنے کے مکلّف ہیں۔ اس مذکورہ نقشہ پر عمل کے مکلّف نہیں ہیں۔ کیوں کہ مشاہدہ کی اہلیت رکھنے والے مشاہدہ کے مکلّف ہیں اور جن کے اندر اہلیت نہیں ہے تو وہ ان اہلیت رکھنے والوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان کی تقلید کے مکلّف ہیں۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۱/۳۴۴-۳۴۵)

جنتریوں سے اوقاتِ نماز کی تعیین:

سوال: ہر شہر میں مقامی ریلوے وقت، پوسٹ کا وقت نماز کے لئے مقامی وقت میں آدھا گھنٹہ سے زیادہ فرق پڑ جاتا ہے، اس لئے شریعت کے مسئلہ سے واقف کرائیں تاکہ مقامی لوگوں کو وقتِ نماز صحیح معلوم ہو جائے، چند لوگوں نے ریڈیو کے وقت پر زور دیا ہے۔ مشاہدہ ہے کہ بجلی کی کڑک اور چمک سے دو تین سیکنڈ اور زیادہ بھی فرق پڑ جاتا ہے، گو ایک ہی میل کے اندر ہی واقع ہوتے ہیں۔ بجلی سے چلائی جانے والی ریڈیو رسد گاہ مدارس سے ہم تک ۱۰۰ رکلومیٹر سے زائد ہے چار پانچ منٹ کا فرق ہو جاتا ہے۔

اکثر مسجدوں میں صحیح وقت بتانے والی گھڑی مستعمل ہے جو بہت ہی قیمتی ہے، اس کے پرزے گرمی اور جاڑے میں صحیح وقت بتاتے ہیں، ایسی گھڑی کا استعمال کرنا لازم ہے یا اندازہ سے نماز ادا کر لینی چاہئے؟ مقامی وقت (جس مسجد میں) دریافت کر لینے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ اوقات الصلوٰۃ کے مطابق غروبِ آفتاب میں دس منٹ زیادہ کر لیتے ہیں۔ ایک مقام پر طلوع اور غروب میں کتنے منٹ کا اضافہ کر لینا چاہئے؟ شہر میں کئی مسجدیں ہوں ایک ساتھ اذان دینا ناممکن ہے۔ اگر آگے پیچھے ہو جائیں تو کیا درست ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

اوقات نماز کی تعیین اصالۃً علاماتِ سماویہ سے کی جاتی ہے، جیسا کہ قرآن کریم، حدیث شریف اور کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے۔(۱) انہیں علامات سے جنتریاں بنائی جاتی ہیں۔ اگر ان علامات سے واقفیت نہ ہو، ابر و باراں وغیرہ کی وجہ سے علامات کا ظہور نہ ہو تو واقفین فن کی بنائے جنتریوں پر مجبوراً اعتماد کرنا پڑتا ہے، جس جنتری اور جس گھڑی پر صحت کا ظنِ غالب ہو اور تجربہ سے اس کا صحیح ہونا معلوم ہو چکا ہو، اس کے مطابق عمل کر لینا براءت ذمہ کے لئے انشاء اللہ کافی ہے۔(۲) طلوعِ آفتاب، غروب، زوال، صبح صادق کا وقت ہر علاقہ میں یکساں نہیں، اس لئے اوقات نماز میں بھی تفاوت ہو جاتا ہے۔ ایک ہی شہر کی متعدد مساجد میں اگر اذانیں قدرے تفاوت سے ہوں تب بھی درست ہے۔(۳)

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

حررہ العبد محمود غفرلہ، دارالعلوم دیوبند۔ ۱۶/۱/۱۳۹۴ھ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۳۵۹/۵-۳۶۱)

---

(۱) قال اللّٰه تعالىٰ: ﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَاباً مَّوْقُوْتاً﴾(سورة النساء:۱۰۳) معناه أنه مفروض فى أوقات معلومة معينة،فأجمل ذكر الأوقات فى هذه الآية وبينها فى مواضع أخرىٰ من الكتاب من غير ذكر تحديد اوائلها وأواخرها،وبيّن على لسان الرسول صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم تحديدها و مقاديرها.(أحكام القرآن للجصاص: ۳۷٤/۲،قديمى)

عن أبى هريرة قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه تعالى عليه وسلم:ان للصلوٰة أولاً وآخرًا،وان أول وقت صلوٰة الظهر حين تزول الشمس،وآخر وقتها حين يدخل وقت العصر،وإن أول وقت العصر حين يدخل وقتها،وإن آخر وقتها حين تصفر الشمس،وان أول وقت المغرب حين تغرب الشمس،وإن آخر وقتها حين يغيب الشفق،وإن أول وقت العشاء الآخرة حين يغيب الأفق ، وإن آخر وقتها حين ينتصف الليل.وإن أول وقت الفجر حين يطلع الفجر،وإن آخر وقتها حين تطلع الشمس".(جامع الترمذى: ۳۹/۱،أبواب الصلوٰة،سعيد)

(۲) فينبغى الاعتماد فى أوقات الصلوٰة وفى القبلة،على ما ذكره العلماء الثقات فى كتب المواقيت،وعلى ماوضعوه لها من الآلات كالربع و الإصطرلاب،فإنها وإن لم تفد اليقين، تفد غلبة الظن للعالم بها،وغلبة الظن كافية فى ذلك .(رد المحتار،كتاب الصلوٰة،باب شروط الصلوٰة: ۴۳۱/۱،سعيد)

فان لم يكن لوجود غيم أولعدم معرفته بها،فبالسوال من العالم بها".(رد المحتار،كتاب الصلوٰة،باب شروط الصلوٰة: ۴۳۱/۱،سعيد) ... أقول:وينبغى أن يكون طبل المسحر فى رمضان لايقاظ النائمين للسحور كبوق الحمام تأمل.(رد المحتار، كتاب الحظر و الإباحة: ۳۵۰/٦،سعيد)

(۳) [تنبيه]:قال فى الفيض:ومن كان على مكان مرتفع كمنارة أسكندرية،لايفطر ما لم تغرب الشمس عنده،ولأهل البلدة الفطر ان غربت عندهم قبله،وكذا العبرة فى الطلوع فى حق صلاة الفجر أو السحور.(رد المحتار، كتاب الصوم ،باب ما يفسد الصوم وما لا يفسد ٥: ۴۲۰/۲،سعيد)

"سوى فى ء الزوال ويختلف باختلاف الزمان والمكان".(الدر المختار)("قوله:ويختلف باختلاف الزمان والمكان).أى طولاً وقصرًا وانعداماً بالكلية كما أوضحه آه".(رد المحتار، كتاب الصلوٰة: ۳٦۰/۱،سعيد)

جہاں سورج کے طلوع وغروب کا پتہ نہ چلے وہاں جنتریوں سے نماز ادا کریں:

سوال: میں برمنگھم انگلینڈ میں مقیم ہوں، اوقات نماز اور سورج کا ہمیں یہاں کوئی علم نہیں کہ کب طلوع اور کب غروب ہوتا ہے، کیوں کہ موسم ایسا رہتا ہے کہ ہر وقت ابر رہتا ہے، گرمیوں میں یہاں کے دن پاکستان کے دنوں سے ڈیڑھ گنا زیادہ لمبے ہوتے ہیں اور ایسے ہی سردیوں کی راتیں۔ اس لئے ہم اوقات نماز صحیح معلوم نہیں کر سکتے، اس کے لئے کیا طریقہ اختیار کریں؟

(۲) ہمیں صبح ساڑھے چھ بجے گھر سے روانہ ہونا پڑتا ہے اور شام ساڑھے پانچ بجے واپسی ہوتی ہے، اس وجہ سے ظہر کی نماز قضا ہو جاتی ہے، اگر شام کو عصر کے ساتھ ادا کی جائے، تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

الجواب

اوقات نماز معلوم کرنے کے لئے اگر سورج دکھائی نہیں دیتا، تو ایسی دائمی جنتری خرید لینا چاہئے، جس میں انگلینڈ کے طلوع وغروب اور زوال شمس کے اوقات بتلائے گئے ہوں، اگر زوال شمس کا وقت معلوم نہ ہو سکے تو طلوع وغروب کے درمیانی وقت کے بعد نماز ظہر ادا کر لیا کریں اور صبح صادق سے لے کر طلوع شمس سے قبل تک نماز فجر ادا کر لیا کریں اور زوال کے بعد ظہر اور غروب شمس سے تقریباً پون گھنٹہ قبل نماز عصر اور غروب کے بعد مغرب، جب کہ عشا کا وقت تو بہت وسیع ہے، البتہ تہائی رات سے قبل ادا کر لیا کریں۔

(۲) نماز ظہر کو قضا کرنا درست نہیں،(۱) جس فرم میں آپ کام کرتے ہیں، اس کے منتظمین سے نماز ظہر کے لئے با قاعدہ اجازت حاصل کر لیں، صبح چھ بجے سے شام پانچ بجے تک مسلسل کام تو نہیں ہوتا ہوگا، درمیان میں کچھ وقفہ کھانے یا آرام کرنے کے لئے بھی ملتا ہوگا، اگر اس وقت زوال ہو چکا ہو، تو نماز ظہر ادا کر لیا کریں۔ فقط واللہ اعلم

بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ مفتی جامعہ خیر المدارس، ملتان۔

الجواب صحیح: بندہ محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ رئیس الافتاء۔ ۱۳۸۱/۵/۸ھ (خیر الفتاویٰ: ۱/۱۸۷-۱۸۸)

طلوع وغرب کے اوقات میں ریڈیو اور جنتری میں فرق:

سوال: طلوع وغروب آفتاب کا وقت ٹیلی ویژن، ریڈیو، اخبارات اور اسٹینڈرڈ ٹائم وغیرہ میں ۴، ۵ منٹ کا فرق رہتا ہے، مولانا زینبیؒ کی اسلامی جنتری ہے، فرق کی کیا وجہ ہے؟ کیا اسلامی جنتری کے علاوہ دیگر غلط ہوتا ہے؟

(۱) ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَاتَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَاَنْتُمْ سُكَارٰى حَتّٰى تَعْلَمُوامَا تَقُولُونَ﴾(سورة النساء: ٤٣)
وليس في هذه الآية دلالة على تحريم مالايسكر منها وفيها الدلالة على تحريم مايسكر منها؛ لأنه إذا كانت الصلاة فرضاً نحن مأمورون بفعلها في أوقاتها، فكل ماأدىٰ إلى المنع منها فهو محظور، الخ. (أحكام القرآن للجصاص، باب تحريم الخمر: ١/ ٣٩١. العلمية. انيس)

هــو المـصـوب

مولانا زینبی صاحب رحمہ اللہ کی جو جنتری ہے، وہ اوقات عبادات کے لئے بڑی تحقیق کے بعد احتیاط ملحوظ رکھ کر مرتب کی گئی ہے۔اس لئے اوقات نماز و روزہ کے سلسلہ میں اسی جنتری یا اس جیسی دوسری اسلامی جنتری (جس کو کسی مستند و معتبر عالم دین نے مرتب کیا ہو) پر اعتماد کرنا چاہئے۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔تصویب: ناصر علی ندوی۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۳۴۳)

جنتری اور اخبار کے وقت میں فرق:

سوال: زینبی کی تقویم نماز میں 24 دسمبر 1996 کو مغرب 5.22 وطلوع کا وقت 6.49 دیا ہے، اخبارات میں مغرب اس دن 5.13 وطلوع 6.58 دیا ہے اس میں کس کا اعتبار کیا جائے۔اخبار کے حساب سے 6.50 سے 6.58 تک فجر ادا کی جاسکتی ہے، جبکہ زینبی کے مطابق 6.49 کے بعد نماز قضا ہو جائے گی؟

هــو المـصـوب

طلوع وغروب اس دن دیکھ کر صحیح وغلط کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

تحریر: محمد ظہور ندوی عفا اللہ عنہ۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۳۴۳)

جنتریوں میں فرق:

سوال: قدیم جنتری کے حساب سے طلوع وغروب میں فرق ہو تو کیا کیا جائے؟

هــو المـصـوب

جس جنتری پر عمل کرنا چاہیں، اس کو طلوع وغروب وصبح صادق سے مطابقت کر کے اس کی تصحیح کا اطمینان کر لیں، ہمارے علم میں زینبی صاحب کی مرتب کردہ دائمی اسلامی جنتری مشاہدہ سے اس کی مطابقت ثابت ہے، اس سے مطابقت فرما سکتے ہیں۔

تحریر: محمد ظہور ندوی عفا اللہ عنہ۔(فتاویٰ ندوۃ العلماء:۱/۳۴۳-۳۴۴)

سوال مثل بالا:

سوال: اسلامی جنتری میں ۲۷ر ستمبر کو غروب آفتاب ۶ر بج کر ۲ر منٹ پر ہے۔مفتی عبد القادر فرنگی محلی کی جنتری میں اسی روز غروب آفتاب ۵:۵۸ پر ہے اور مسجد میں اذان ۶:۱۵ پر ہوگئی۔کیا دوبارہ اذان دینے کی ضرورت ہے؟

هــو المـصــوب

دریافت کردہ صورت میں اذان ہوگئی، لوٹانے کی ضرورت نہ تھی اور نہ اب ہے اور نماز بلا کراہت ہوگئی۔

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی۔ تصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۳۴۲/۱)

ایک وطن میں نماز پڑھ کر دوسری جگہ پہنچ کر وقت داخل نہیں ہوا ہے کیا کرے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں، اگر ایک شخص نے نماز کو اپنے وقت پر ادا کی، بعد میں جیٹ طیارہ کے ذریعہ سے ایسے وطن میں پہنچا جہاں ابھی تک اسی نماز کا وقت داخل نہیں ہوا ہے، کیا یہ شخص یہ نماز دوبارہ پڑھے گا؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: نامعلوم......۱۰/محرم ۱۳۹۲ھ)

الجواب

بعض فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ وقت کی واپسی کی تقدیر پر نماز کو دوبارہ پڑھنا ضروری ہوگا۔

في الدر المختار: فلو غربت ثم عادت هل يعود الوقت؟ الظاهر نعم. (۱)

اور بعض فقہا فرماتے ہیں کہ اس تقدیر پر دوبارہ نہیں پڑھی جائے گی۔

في رد المحتار: ۳۳٤/۱: قلت: علىٰ أن الشيخ إسماعيل رد مابحثه في النهر تبعاً للشافعية بأن صلاة العصر بغيبوبة الشفق تصير قضاءً ورجوعها لايعيدها أداءً وما في الحديث خصوصية لعلي. رضي الله عنه. كما يعطيه قوله عليه السلام: " إنه كان في طاعتك وطاعة رسولك" آه.

قلت: ويلزم على الأول بطلان صوم من أفطر قبل ردها وبطلان صلاته المغرب لوسلمنا عود الوقت بعودها للكل والله تعالىٰ أعلم (۲)

قلت: ظاهر حديث" لا تصلى صلاة مكتوبة في يوم مرتين" (۳) يقتضي ترجيح الثاني فافهم وكذا عدم إعادة النبي صلى الله عليه وسلم عند عود الشمس. وهو الموفق (فتاویٰ فریدیہ: ۱۶۰/۲)

(۱-۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب لوردت الشمس بعد غروبها: ۳٦۰/۱ـ دار الفكر العربي والحديث أخرجه الطحاوي في شرح مشكل الآثار، (ح: ۱۰٦۸)/ والطبراني في المعجم الكبير، أم جعفر بن محمد بن جعفر بن أبي طالب (ح: ۳۸۲)/ وابن المغازلي في مناقب علي، رجوع الشمس (ح: ۱٤۰) انیس

(۲) سنن الدارقطني، باب لايصلى المكتوبة في يوم مرتين (ح: ۱٥٤٤)/ وكذا في المصنف لأبي بكر بن أبي شيبة، من كان يكره إعادة الصلاة (ح: ٦٦۷٥)/ والمعجم الكبير للطبراني، سليمان بن يسار عن ابن عمر (ح: ۱۳۲۷۰) انیس

ظہر کی نماز ادا کی پھر جہاز کے ذریعے سفر کر کے دوسرے مقام میں وقت ظہر داخل ہوا تو نماز کا کیا حکم ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی نے ظہر کی نماز ایک مقام پر پڑھ لی، پھر جہاز کے ذریعہ دوسری جگہ چلا گیا، وہاں اسی وقت کی اذان ہو رہی تھی اور وہاں پر وہ وقت داخل ہوا، کیا دوبارہ نماز ادا کی جائے گی، یا پہلے والی نماز کافی ہے؟ بینوا توجروا۔

(المستفتی: سعید اللہ آزاد، کوہستان......۹/۳/۱۹۸۵ء)

الجواب

اگر سابق وقت کا اعادہ خروج وقت کے بعد ہوا ہو، تو اس نماز کو دوبارہ پڑھی جائے۔

ونظیره إعادة الظهر والعصر يوم تطلع الشمس من المغرب. (۱)(فتاویٰ فریدیہ: ۱۶۵/۲)

نماز پڑھ لینے کے بعد دوسری جگہ اسی وقت کو پایا، تو کیا دوبارہ نماز پڑھنا ضروری ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ ایک شخص نے ظہر کی نماز پڑھی، پھر ہوائی جہاز پر سوار ہو کر ایسی جگہ پہنچا، جہاں ابھی ظہر کا وقت داخل نہیں ہوا تھا، پھر اس جگہ آدھے گھنٹہ کے بعد ظہر کا وقت شروع ہوا، تو اب اس شخص کو دو مرتبہ ظہر کی نماز پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟ **بينوا بالدلائل الواضحة توجروا يوم القيامة.**

(المستفتی: احقر محمد کلیم لوہاروی، خادم دار العلوم اشرفیہ، راندیر، سورت)

---

(۱) قال العلامة ابن عابدين: ورد في حديث مرفوع: أن الشمس إذا طلعت من مغربها تسير إلى وسط السماء ثم ترجع ثم بعد ذلك تطلع من المشرق كعادتها. قال الرملي الشافعي في شرح المنهاج: وبه يعلم أنه يدخل وقت الظهر برجوعها؛ لأنه بمنزلة زوالها ووقت العصر إذا صار ظل كل شيء مثله والمغرب بغروبها، وفي الحديث: أن ليلة طلوعها من مغربها تطول بقدر ثلاث ليال، لكن ذلك لا يعرف إلا بعد مضيها لإبهامها على الناس فحينئذٍ قياس ما مر أنه يلزم قضاء الخمس؛ لأن الزائد ليلتان فيقدران عن يوم وليلة وواجبهما الخمس. (رد المحتار مع الدر المختار، كتاب الصلاة، مطلب في طلوع الشمس من مغربها: ۲٦٨/۱)

نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج، كتاب الصلاة، وقت العصر: ۳٦٧/۱، دار الفكر/كذا في حاشية الجمل على شرح المنهاج، باب أوقات الصلاة: ۲٦٨/۱/وحاشية البجيرمي على الخطيب = تحفة الحبيب على شرح الخطيب، وقت الظهر: ۳٨٦/۱/التجريد لنفع البريد، باب أوقات الصلاة: ۱٥٠/۱ ـ انیس

اس مسئلہ کی تحقیق بعد والے سوال وجواب میں مفصل آ رہی ہے۔ انیس

الجواب ـــــــــــــــــــ حامداً ومصلیاً ومسلماً

اصل جواب سے پہلے اس سے متعلق عبارتیں اوران عبارتوں سے مستفاد امور پیش کرتا ہوں:

(۱) قال المحقق ابن الهمام: تواطأت أخبار الإسراء من فرض الله تعالىٰ الصلوات خمسًا بعد ما أمر أوّلاً بخمسين ثم استقر الأمر على الخمس شرعًا عامًا لأهل الآفاق، لاتفصيل فيه بين أهل قطر وقطر (إلىٰ أن قال): فاستفدنا أن الواجب فى نفس الأمر خمس على العموم غير أن توزيعها علىٰ تلك الأوقات عند وجودها ولايسقط بعدمها الوجوب وكذا قال صلى الله عليه وسلم: "خمس صلوات كتبهن الله على العباد". (فتح القدير: ۲۲٤/۱)

قال الشيخ عبد الرحمٰن الجزرى فى كتاب الفقه على المذاهب الأربعة:

أما السنة الصحيحة الدالة علىٰ أن عدد الصلوات خمس فهى كثيرة بلغت مبلغ التواتر (إلىٰ أن قال) و لهٰذا فقد أجمع أئمة المسلمين علىٰ أن الصلوات المفروضة خمس صلوات وهى الظهر والعصر، الخ. (۱۷۹/۱، ۱۸۰)

عبارت بالا سے مستفاد ہوا کہ رات دن میں صرف پانچ ہی نمازیں فرض ہیں اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو متواتر و متوارث ہونے کے ساتھ مجمع علیہ بھی ہے۔

(۲) قال النبى صلى الله عليه وسلم: " لاتصلّى صلوة مكتوبة فى يوم مرتين". (سنن الدار قطنى، باب لايصلى المكتوبة فى يوم مرتين)

وأيضاً قال: "لاتصلوا صلوٰة فى يوم مرتين". (سنن أبى داؤد، ص: ۹۳، باب إذا صلى فى جماعة ثم أدرک جماعة أيعيد/ سنن النسائى، ص: ۱۳۸، باب سقوط الصلوٰة عمن صلى مع الإمام فى المسجد جماعة، انظر لتخريجه "نصب الراية" للزيلعى: ۱۳۸/۲، ۱۳۹، مع الهامش)

اس سے معلوم ہوا کہ ایک فرض نماز جب ایک مرتبہ تمام شرائط وارکان وواجبات وغیرہ کی رعایت کے ساتھ ادا کر لی گئی، تو پھر دوبارہ بحیثیت فرض اس کا اعادہ درست نہیں ہے۔

(۳) وهل تثبت صفة الجواز للمأمور به إذا أتى به؟ قال بعض المتكلمين: لا، والصحيح عند الفقهاء أنه تثبت به صفة الجواز للمأمور به وانتفاء الكراهة. (منار الأنوار للعلامة النسفى)

أى المذهب الصحيح عندنا أنه تثبت بمجرد إيجاد الفعل صفة الجواز للمأمور به وهو حصول الامتثال علىٰ ما كلف به وإلايلزم تكليف مالايطاق ثم إذا ظهر الفساد بدليل مستقل بعده يعيده. (نور الأنوار: ٥۱)

لوقال كغيره: وهل الإتيان بالمأمور به يوجب الإجزاء لكان أولىٰ، وفى العضد: اعلم أن

الإجزاء يفسر بتفسيرين،أحدهما حصول الامتثال به والآخر سقوط القضاء فإن فسرّ بالأول فلا شک أن الإتيان بالمأمور به يحققه وذلک متفق عليه وإن فسّر بسقوط القضاء فقد اختلف فيه والمختار أن يستلزمه. (نسمات الأسحار للعلامة الشامی)

عبارت بالا سے مستفاد ہوا کہ جب مامور بہ کو اس کے جملہ شرائط وارکان وواجبات وغیرہ کی مکمل رعایت کے ساتھ ادا کر دیا گیا، تو بندہ کا ذمہ بری ہو گیا اور اب دوبارہ اس پر اسی مامور بہ کی ادائیگی لازم نہ ہوگی۔

(۴)　اعلم أن سبب وجوب الصلٰوة بإيجاب اللّٰه تعالٰی فی حقنا الوقت ولهٰذا تضاف الصلٰوة إليه فيقال صلٰوة العصر وكذلک سبب وجوب الصوم الوقت وهو شهر رمضان (إلٰی أن قال) وهذه طريقة المتأخرين فمرادهم من الأسباب،الأسباب الظاهرة وأما المشايخ المتقدمون فيقولون سبب وجوب العبادة نعم اللّٰه علينا شكرًا لها كالإيمان وجب شكرًا لنعمة الوجود فی النطق وكمال العقل،والصلٰوة وجبت شكرًا لنعمة الأعضاء السليمة والصوم وجب شكرًا لنعمة اقتضاء الشهوات والزكوٰة وجبت شكرًا لنعمة المال والحج وجب شكرًا لنعمة البيت فمرادهم بالأسباب الحقيقية. (تسهيل الوصول إلٰی علم الأصول: ۲۵۶)

اعلم أن أصول الدين وفروعه مشروعة بأسبابٍ جعلها الشرع أسبابًا لها كالحج بالبيت و الصوم بالشهر والصلٰوة بأوقاتها. (الحسامی: ۵۴)

وحاصله أن لأحكام الشرع أسبابًا تضاف إليها والموجب والشارع لها فی الحقيقة هو اللّٰه تعالٰی دون السبب لأن الموجب للأحكام هو اللّٰه تعالٰی وحده. (النامی شرح الحسامی: ۱۱۶)

ثم ههنا شيئان نفس الوجوب ووجوب الأداء،فنفس الوجوب سببه الحقيقی هو الإيجاب القديم وسببه الظاهری هو الوقت. (نور الأنوار: ۵۳)

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ وجوب کی نسبت اسباب کی طرف ظاہری ہے، ورنہ درحقیقت موجب تو اللہ کی ذات ہے اور باری تعالیٰ نے (جیسا کہ حدیث معراج میں ہے) فرمادیا ہے:

هی خمس وهی خمسون لايبدل القول لدیَّ ...... (۱)

---

(۱)　سنن الترمذی ، كتاب الصلاة،باب ماجاء كم فرض اللّٰه علی عباده من الصلوات،ح: ۲۱۳/الصحيح للبخاری،باب كيف فرضت الصلاة فی الإسراء (ح: ۳۴۹)/الصحيح لمسلم،باب الإسراء برسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم (ح: ۱۶۳)/مسند الإمام أحمد،حديث المشائخ عن أبی بن كعب، ج: ۳۵،ص: ۲۱۲/سنن ابن ماجة،باب ماجاء فی فرض الصلوات الخمس (ح: ۱۳۹۹)/سنن النسائی،فرض الصلاة (ح: ۴۴۹)/ ==

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دیدی کہ!

"خمس صلوات فی الیوم واللیلة". (۱)

اورسبب ظاہری کے وجود میں آجانے پر جب بندہ نے امتثال امر الٰہی کردیا تو براءۃ ذمہ ہوگئی، اب اس پر اسی دن وجوب مکرر نہ ہوگا۔ (۲)

(۵) والأصل فی هذا النوع أنه لما جعل الوقت ظرفاً للمؤدی وسبباً للوجوب لم يستقم أن يكون كل الوقت سبباً لأن ذلک يوجب تأخير الأداء عن وقته أوتقديمه علىٰ سببه فوجب أن يجعل بعضه سبباً وهوالجزء الذی يتصل به الأداء فما اتصل الأداء بالجزء الأول كان هوالسبب وإلا تنتقل السببية إلى الجزء الذی يليه لأنه لما وجب،الخ. (الحسامی:۳۳)

وهو إما أن يضاف إلى الجزء الأول أوإلىٰ مايلی ابتداء الشروع أوإلى الجزء الناقص عند ضيق الوقت أوإلىٰ جملة الوقت يعنی أن الأصل كل مسبب متصل بسببه فإن أدّيت الصلوٰة فی أول الوقت يكون الجزء السابق على التحريمة وهوالجزء الذی لايتجزأ سبباً لوجوب الصلوٰة فإن لم يؤدّ فی أول الوقت تنتقل السببية إلى الأجزاء التی بعده،الخ. (نورالأنوار:۵۳)

== مستخرج أبی عوانة،مبتدأ أبواب فی الردعلى الجهمية (ح: ٣٥٤)/الصحيح لابن حبان،ذكرالأخبارعن وصف الجنابذالتی أعدها (ح:٦٠٧٤٠)/السنن الصغيرللبيهقی،باب مبتدأ فرض الصلوات الخمس (ح:٢٥٤)انيس

(۱) الموطا للإمام مالک بن أنس،باب جامع الترغيب فی الصلاة (ح:٩٤)/سنن أبی داؤد،كتاب الصلاة (ح:٣٧٥)/ الصحيح للبخاری،كتاب الإيمان،باب الزكاة من الإسلام (ح: ٤٦)/الصحيح لمسلم،كتاب الإيمان، باب الصلوات التی هی أحدأركان الإسلام ح:٨) /سنن النسائی،كتاب الصلاة،باب كم فرضت الصلاة فی اليوم والليلة (ح: ٤٥٨)،كتاب الصوم،باب وجوب الصيام (ح:٢٠٩٢)،كتاب الإيمان (ح:٥٠٢٨)/سنن الدارمی،باب فرض الوضوء والصلاة (ح:٧٠٩)/المنتقى لابن الجارود،فرض الصلوات الخمس وأبحاثها (ح:١٤٤) انيس)

(۲) فلهذا لايتكررالاالحكم بتكررها.(كشف الأسرارشرح أصول فخرالإسلام البزدوی،باب بيان صفة حكم الأمر:١/١٣٣)

لأن الوجوب لا يتكررفی شیء واحد.(كشف الأسرارشرح أصول فخرالإسلام البزدوی،باب بيان صفة حكم الأمر:٢/٣١٥)

وأما الوقت فهوشرط الأداء أی شرط جوازالأداء لعدم صحة الأداء بدونه وليس بسبب للوجوب بدليل أنه لايتكرربتكرره.((كشف الأسرارشرح أصول فخرالإسلام البزدوی،باب بيان صفة حكم الأمر:٣/٣٥٣)

لأن الفرض لا يتكررفی وقت واحد.(الهداية على صدرفتح القدير،باب إدارک الفريضة: ١/٤٧٣/ كذا فی التقرير والتحبيرعلى تحريرالكمال بن همام،مسألة الأدٰاء فعل الواجب فی وقته المقيدبه:٢/١٢٤.انيس)

والحاصل أن كل جزء سبب علىٰ طريق الترتيب والانتقال لكن تقرر السببية موقوف على اتصال الأداء. (إفاضة الأنوار علىٰ متن المنار للعلامة الحصكفي علىٰ هامش نسمات الأسحار: ٦٣)

عبارات بالا سے معلوم ہوا کہ!

وقتِ نماز کا جزءِ اول سبب ہے، لیکن اگر اس میں اداءِ صلوۃ نہیں پائی گئی، توصفتِ سببیت بعد والے اجزاء کی طرف منتقل (یعنی ثابت) ہوتی جائے گی اور جب ادا پائی جاوے گی، اس کے متصل جزء کو سبب قرار دیا جاوے گا، اب اگر ادا جزء اول کے متصل وجود میں آئی، تو وقت نماز کا وہی جزء (یعنی جزء اول) سببیت کے لئے متعین ہو گیا اور بعد والے اجزاء میں صفتِ سببیت کی صلاحیت کے باوجود اب اس کے حق میں سبب نہیں قرار دیئے جائیں گے۔ حالاں کہ دیگر جن حضرات نے ابھی تک نماز ادا نہیں کی ہے، ان کے حق میں وہی اجزاء سبب بن گئے ہیں۔

اس تمہید کے بعد آپ کے سوال کا جواب پیش خدمت ہے کہ!

صورت مسئولہ میں اس آدمی نے ہوائی جہاز پر سوار ہونے سے پہلے جو نماز ظہر پڑھی تھی وہ اگر زوالِ شمس (یعنی دخولِ وقتِ ظہر) سے پہلے پڑھی ہے، تب تو اس کی وہ نماز وقت سے پہلے ہونے کی وجہ سے درست نہیں ہوئی، اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دوبارہ پڑھے اور اگر وہ نماز زوالِ شمس (یعنی دخول وقتِ ظہر) کے بعد پڑھی تھی، تو اس کو اب دوبارہ نماز ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، اس لیے کہ اس کا ذمہ فرضِ ظہر سے بری ہو چکا ہے؛ البتہ اگر وہ بہ نیت نفل وہاں والوں کے ساتھ جماعت میں شرکت کرنا چاہے تو کرسکتا ہے۔ **هذا ما سنح لی واللّٰه أعلم بحقيقة الحال**

تنبیہ: درمختار میں ایک جزئیہ موجود ہے:

فلو غربت ثم عادت هل يعود الوقت ؟ الظاهر نعم، الخ. (۱)

اور اس پر درمختار کی شرح میں علامہ طحطاویؒ نے (جلد اول ص: ۱۷۴) اور علامہ شامیؒ نے ردالمحتار (۲۶۵/۱) میں بحث فرمائی ہے۔

علامہ شامیؒ اس بحث کے آخر میں فرماتے ہیں:

قلت: ويلزم على الأول بطلان صوم من أفطر قبل ردها وبطلان صلوٰته المغرب لو سلّمنا عود الوقت بعودها للكل واللّٰه تعالىٰ أعلم (۲)

(۱-۲) الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، مطلب لوردت الشمس بعد غروبها: ۳٦۰/۱-مطبوعة: دار الفكر العربي بيروت. انيس

لیکن علامہ شامیؒ کے انداز سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ وہ بطور لزوم اس کو ذکر فرما رہے ہیں، مگر خود اس پر مطمئن نہیں۔ نیز اس جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے ردشمس کے جس واقعہ کو دلیل میں پیش کیا گیا ہے، اس میں بھی کسی جگہ کسی روایت میں یہ وارد نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے نماز عصر کا اعادہ فرمایا ہو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ: احمد عفی عنہ خانپوری۔ ۲۴/ جمادی الاخری ۱۴۱۰ھ/ الجواب صحیح: عباس داؤد بسم اللہ۔ (محمود الفتاویٰ: ۱/۴۰۳-۴۰۹)

☆☆☆